شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

بریلویت

طلسم فریب یا حقیقت؟

مؤلف

ڈاکٹر ابوعدنان سُہیل

سابق لیکچرار جامعہ طبیہ دیوبند

ناشر

شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند (یو، پی)

زیر سرپرستی
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

زیر نگرانی
حضرت مولانا بدرالدین اجمل علی القاسمی صاحب
رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

(سلسلہ اشاعت نمبر ۲۷)

نام کتاب	:	بریلویت طلسم فریب یا حقیقت؟
مؤلف	:	جناب ڈاکٹر ابوعدنان سہیل صاحب
سن اشاعت	:	۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء
سن طباعت	:	۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء
تعداد صفحات	:	۵۱۲
ناشر	:	شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند
ملنے کا پتہ	:	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
طابع	:	ایچ. ایس. آفسیٹ، پرنٹرس، نئی دہلی۔2 9811122549

یہ کتاب اس پتہ سے بھی مل سکتی ہے۔
ڈاکٹر ابوعدنان سہیل، سودیشی دواخانہ،
نینی تال روڈ، تال پورہ، بہیڑی، ضلع بریلی، پن ۲۴۳۲۰۱

انتساب

اُن بالغ نظر اور حق پسند افراد کے نام

جو

افکار و نظریات کی پر فریب وادیوں میں

تلاش حقیقت کے لئے

حیران و سرگرداں ہیں!

اور

جو عقیدت و اعتقاد کی پُر پیچ پگڈنڈیوں

کے درمیان

صراطِ مستقیم کی پہچان کا شعور

اور

اس پر چلنے کا عزم و حوصلہ

رکھتے ہیں!

ابو عدنان سُہیل

رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا ہدف؟

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب کشف الغُمَّة عن جميع الامَّة میں لکھتے ہیں:

فإن في الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول في دُعائه: "اللّٰهم من شَقَّ على أمتي فاشقق اللّٰهم عليه" ولاأحدٌ أشق على الأمة من فقيه يَحْجُرُ عليهم ويحكم ببطلان عبادتهم ومعاملاتهم وتطليق نسائهم وسفك دمائهم ويحكم بكفرهم بامور ولّدها بعقله ورأيه ولم يات بها صريحًا كتابٌ ولاسُنَّة حَتّٰى تضيق الدنيا على العامي منهم فمن فعل ذلك معهم فقد دخل في دُعائه صلى الله عليه وسلم بأن الله يشق عليه نَسْأل الله العافية.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی دعا میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ: اے اللہ! جو میری امت میں جدائی اور تفریق پیدا کرے اسے تو متفرق اور پارہ پارہ کر دے! امت میں تفرقہ پیدا کرنے والا فتنہ پرداز عالم سے زیادہ کوئی نہیں جو ان کی آپس میں میل ملاقات پر روک لگائے، ان کی عبادت و معاملات کے باطل ہونے کا حکم نافذ کرے، ان کی عورتوں پر طلاق ہو جانے اور ان کا خون بہانے، اور کافر ہو جانے کا فتویٰ دے، ایسی وجوہ سے جو صرف اس کی عقل اور رائے کی پیدا کی ہوئی ہوں اور وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے صریحاً ثابت نہ ہوں یہاں تک کہ عام مسلمانوں پر دنیا تنگ ہو جائے۔ جو عالم ایسا کرے گا وہ نبی کریم ﷺ کی اس بددعا میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دشواری اور مشقت میں ضرور مبتلا کرے گا۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی (ایسے عالم کے شر سے) امان اور عافیت طلب کرنی چاہیے۔

(کشف الغمة عن جميع الأمة از علامہ عبد الوہاب شعرانی ج ۱ ص ۷ مطبوعہ مصر)

فہرست عنوانات

مقدمہ

از حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد للّٰہ و کفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد:

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ دین اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اللہ کے بندے، اللہ کی مرضی کو پہچان کر زندگی بسر کریں اور احکام الٰہی کی تعمیل کر کے دارین میں سعادت حاصل کریں۔ اس دنیا کی بھول بھلیوں میں وحی کی راہ نمائی ہی منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے، وہی گمراہیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ اگر آفتاب ہدایت طلوع نہ ہو تو انسان ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتا رہ جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ

یہ ایک کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف نکالیں

مگر اس جہان خیر و شر میں وحی کی راہ نمائی کے ساتھ ساتھ اغوائے شیطانی کی کارستانی بھی جاری ہے، جب بھی ہدایت کی محنت شروع ہوتی ہے کچھ نام نہاد "مصلحین" میدان میں اتر آتے ہیں۔ یہ لوگ ہوائے نفسانی سے نہ خود ہدایت کی راہ قبول کرتے ہیں، نہ دوسروں کو اس راہ پر پڑنے دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ لوگ دیدہ و دانستہ گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس لئے ہدایت کی تمام راہیں ان

کیلئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا مصداق بن جاتے ہیں۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ، وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ، وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ، وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشَاوَةً، فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ؟ اَفَلَاتَذَكَّرُوْنَ! (الجاثیہ ۲۳)

تو کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالدیا ہے۔ سو ایسے شخص کو خدائے پاک کے بعد کون ہدایت پر لاسکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نہیں سمجھتے!

اسی سنت قدیمہ کے مطابق، برصغیر ہندوپاک میں، ایک صدی قبل "دارالعلوم دیوبند" کے قیام کے بعد، جب احیائے سنت اور اخمال بدعت کی محنتیں تیز تر ہوئیں، تو کچھ نام نہاد "مصلحین و مجددین" بدعات وخرافات کے علم بردار بن کر میدان میں اتر آئے۔ اس گروہ کے سرغنہ شہر بریلی کے باشندے جناب احمد رضا خاں صاحب تھے، جن کو اپنے علم پر بڑا زعم تھا، مگر علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت است! اور جہالت ہمیشہ اپنے جلو میں بدفہمی، بدعقیدگی اور خود فریبی لاتی ہے۔ خاں صاحب نے بھی تحقیق کے زعم میں دین کے بنیادی مسائل توحید ورسالت میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔ عقیدۂ علم غیب میں بریلویوں کی ذہنی قلابازیاں، بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ پر ان کی بوکھلاہٹیں، اور عقیدۂ حاضر وناظر میں بریلوی فرقہ کی مذہبی خودکشی آپ اس کتاب کے پہلے باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور حیرت زدہ اور انگشت بدنداں رہ جائیں گے یہ لوگ آخر کیا کہہ رہے ہیں!

علاوہ ازیں ہندوستان میں جب بھی اور جہاں بھی جہالت پھیلی ہے اور بدعات وخرافات نے عقائد واعمال میں راہ پائی ہے تو شیعیت کے جراثم کی آمیزش اس میں ضرور پائی گئی ہے۔ کیونکہ شیعوں نے اسلامی حکومت کے دور میں اس ملک کو "شیعہ مملکت" بنانے کے لئے بڑی محنتیں صرف کی ہیں۔ اور ان کا طریق کار

ہمیشہ فرع سے اصل کی طرف لانے کا رہا ہے یعنی وہ پہلے شیعیت کے اصول اور بنیادیں لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتے، بلکہ حبِّ آلِ رسول کی راہ سے پہلے وحی، قرآن، رسالت، عصمت اور ولایت وخلافت کے سلسلہ میں لوگوں کے ذہنوں میں تشکیک پیدا کرتے ہیں۔ پھر جب شکار پھنس جاتا ہے تو اس کو ذبح کر دیتے ہیں۔

خاں صاحب بریلوی نے بھی جن مسائل کو اپنی جماعت کے "ما بہ الامتیاز" عقائد بنائے ہیں، ان پر شیعیت کی چھاپ صاف محسوس ہوتی ہے۔ کتاب کے باب پنجم میں اس پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ قارئین کرام کو اس باب میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوں گی اور بہت سے حقائق واشگاف ہوں گے۔

پھر جب انگریزی استعماریت کا دور آیا تو کچھ مفاد پرست لوگ دنیا کی چند کوڑیوں کی خاطر انگریز کے ایجنٹ بن گئے اور ان کے مفادات کے لئے کام کرنے لگے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح بریلویت کے بانی جناب احمد رضا خاں صاحب بھی زندگی بھر انگریزی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے میں لگے رہے۔ اور انھوں نے ہر اس شخص کو اپنی "تکفیر" کا نشانہ بنایا، جس نے انگریزوں کے خلاف علَم جہاد بلند کیا۔ اور مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے عوام ان بزرگوں سے بدظن ہو جائیں اور ان کا جذبۂ جہاد سرد پڑ جائے، تاکہ انگریزی حکومت کی جڑیں مضبوط ہوں، اور ان کے آقائے نعمت خوش ہو کر ان کو نوازیں۔

انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ (ولادت ۱۱۹۳ھ شہادت ۱۲۴۶ھ) نے حضرت امیر المومنین سید احمد رائے بریلوی رحمہ اللہ (تاریخ شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ) کے ساتھ جہاد کیا۔ تو خاں صاحب بریلوی ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور پچھتر وجوہ کفران پر عائد کر دیں پھر یہ وجوہ گھٹا کر ستر کر دیں مگر جب ملک میں اس فتوی سے تہلکہ مچ گیا، اور خاں صاحب پر ہر طرف سے پھٹکار برسنے لگی اور ان کے اپنے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تو اس "ظالم" نے توبہ کی۔ مگر کیا توبہ کی، آج تک ان کی ذریت سب سے بڑا کافر مولانا شہید رحمہ اللہ ہی کو مانتی چلی آ رہی ہے۔

پھر اسی صدی میں ۱۲۷۳ھ میں بانیان دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۴۸ھ وفات ۱۲۹۷ھ) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۴۴ھ وفات ۱۳۲۳ھ) نے امیر المؤمنین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۳۳ھ وفات ۱۳۱۷ھ) کی قیادت میں شاملی کے میدان میں انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی کی، تو یہ حضرات بھی خاں صاحب بریلوی کی آنکھ کا کانٹا بن گئے۔ اور اول الذکر بزرگ کی کتاب تحذیر الناس کی عبارات میں کتر بیونت کر کے ان کو منکر ختم نبوت قرار دیا اور ثانی الذکر کے سر اللہ پاک کو جھوٹا قرار دینے کا الزام دھر دیا۔ اور دونوں اکابر کے خلاف وہ ہرزہ سرائی کی کہ شرافت بھی شرما گئی۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے خلاف جب کچھ مواد ہاتھ نہ آیا تو ان کی جگہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۶۲ھ) کو دھار پر دھر لیا۔ اور ان کے خلاف وہ طوفان بدتمیزی بپا کیا کہ انسانیت نے بھی سر پیٹ لیا۔

خاں صاحب بریلوی نے ان سب حضرات کو اپنی تیغ ستم کا نشانہ کیوں بنایا؟ ور زندگی بھر ان کی تکفیر و تضلیل میں مشغول کیوں رہے؟ صرف اس لئے کہ عوام کو ان بزرگوں سے اور ان کی اصلاحات اور تعلیمات سے بدظن کیا جائے تاکہ انگریز کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہ رہے۔

☆ ☆ ☆

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کو اپنے مذہب بریلویت کے دلائل کی بے ہودگی، اور کمزوری کا خوب اندازہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے مزعومات قرآن کریم، احادیث شریفہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے سراسر خلاف ہیں اور جب بھی لوگوں کے سامنے حقائق واشگاف ہوں گے تو ان کے مسلک کی قلعی کھل جائے گی۔ اس لئے انھوں نے اپنی جماعت کے لئے فرقہ پرستی اور علیحدگی پسندگی کا "خول" تیار کیا، جس میں ان کی جماعت کے افراد پناہ

لے سکیں اور حق کی روشنی سے بے بہرہ رہ سکیں۔ چنانچہ انھوں نے تمام مسلمانوں کی تکفیر کی اور سب سے ملنے پر پابندی لگادی، مسلمان ان کی مسجد میں چلے جائیں تو ان کی مسجد ناپاک ہو جاتی ہے، اس کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے۔ مگر ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودیوں کا داخلہ ان کی مسجدوں میں ممنوع نہیں، نہ ان کی وجہ سے ان کی مسجد ناپاک ہوتی ہے۔ یہ سب آخر کیا ہے؟ یہی نا کہ ان کی جماعت حق آشنا نہ ہو سکے! اہل حق کی طرف سے ہمیشہ بریلویوں کی بہتان تراشیوں کا جواب دیا جاتا رہا ہے، مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وَقَالُوْا: قُلُوْبُنَا غُلْفٌ! وہ فخریہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں، صحیح باتیں ان میں داخل ہی نہیں ہو سکتیں۔ پھر اثر ہو تو کیونکر ہو!

☆ ☆ ☆

ماضی بعید سے بریلوی الزامات کی جواب دہی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور جن لوگوں کے قلوب مسدود نہیں ہو گئے ان کو ان جوابات سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔ مگر بریلویت کے "راز ہائے دروں" کھولنے کی طرف اور ان کے مذہب کا "پوسٹ مارٹم" کرنے کی طرف توجہ بہت کم دی گئی ہے۔ اب الحمد للہ یہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اور امید ہے کہ اس کا فائدہ "جواب دہی" اور "معذرت خواہی" سے بہتر ہوگا۔

جناب ڈاکٹر ابو عدنان سہیل صاحب کی یہ کتاب: "بریلویت — طلسم فریب یا حقیقت؟" اس سلسلہ کی ایک بہترین کڑی ہے اس کتاب میں آٹھ باب ہیں:

باب اول میں بریلوی فکر کے پائے چوبیں کا بیان ہے۔ عقیدۂ علم غیب میں بریلوی حضرات کی ذہنی قلابازیاں، بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ پر بریلوی جماعت کی بوکھلاہٹیں، اور عقیدۂ حاضر و ناظر میں بریلوی فرقہ کی مذہبی خودکشی وغیرہ مسائل پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔

باب دوم میں شہر بریلی کی مذہبی تاریخ بیان کی گئی ہے اور سرچشمۂ فکر بریلویت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

باب سوم میں شہر بریلی میں غلبہ بریلویت کے وجوہ و اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

باب چہارم میں بریلویوں کے الحاد و زندقہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

باب پنجم میں بریلویت میں شیعیت کی اور شیعیت میں یہودیت کی آمیزش دکھائی گئی ہے۔

باب ششم میں بریلوی فکر میں تضاد اور اس تضاد کی بو العجبیاں منصۂ شہود پر لائی گئی ہیں۔

باب ہفتم میں حنفیت کے دعوے دار بریلویوں کو فقہ حنفی کا آئینہ دکھایا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان کے مزعومہ دینی مسائل فقہ حنفی کے سراسر خلاف ہیں۔

اور باب ہشتم میں جو کتاب کا آخری باب ہے، بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اخلاق و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی فحش گوئی اور ہرزہ سرائی کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر آدمی تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جناب خاں صاحب بریلوی کیا کوئی شریف انسان بھی تھے یا محض بازاری آدمی تھے!

غرض کتاب میں بریلویت کے خدو خال پوری طرح واضح کئے گئے ہیں۔ اور یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ کسی "مولوی" کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ ایک "دانشور" کی محنت ہے، جس نے تلاش حق میں "کوہ کنی" کی ہے۔ اس لئے امید ہے کہ دانشور حضرات اور عام مسلمان اس کتاب کو کھلے دل سے پڑھیں گے اور حقیقتِ حال سے واقف ہو کر صراط مستقیم کو اپنائیں گے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

مرغوب الرحمٰن عفی عنہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۰ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ

پیش لفظ

قرون اولیٰ میں دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک سنت و بدعت کی کشمکش کم و بیش جاری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفریق امت کی پیشین گوئی کے مطابق بہتر گمراہ فرقوں کے ظہور کی ابتداء پہلی صدی ہجری میں ہی ہو گئی تھی اور ان گمراہ فرقوں میں سے خوارج، روافض، جبریہ، قدریہ، مرجیہ، اور جہمیہ کا وجود دور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں ہی ہو گیا تھا۔ پھر باطل کے لئے افتراق و انتشار کے قانون قدرت کے مطابق رفتہ رفتہ ان میں سے ہر گروہ میں ٹوٹ پھوٹ کا فطری عمل برپا ہو کر ہر ایک میں کم از کم بارہ شاخیں بن گئیں۔ اس طرح ان گمراہ فرقوں میں بہتر کا عدد اسلام کی ابتدائی دو تین صدیوں میں ہی پورا ہو کر فرمان نبوی کی تکمیل ہو گئی تھی ـــــ علامہ ابن جوزیؒ (متوفی ۵۹۷ھ) جو چھٹی صدی ہجری کے مشہور و معروف علمائے امت میں سے ہیں، اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں انھوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ مذکورہ بالا ان چھ بنیادی گمراہ فرقوں اور ان میں سے ہر ایک کی بارہ بارہ متعین شاخوں کے نام اور عقائد کی تفصیلات نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کی ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق امت محمدیہ میں گمراہ فرقوں کی تعداد بہتر سے زیادہ کبھی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تکذیب کا اندیشہ ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کبھی غلط نہیں ہو سکتا ـــــ

ایسی صورت میں ہمارے گردو پیش یا دنیا کے مختلف ملکوں اور حصوں میں جو بے شمار فرقے امت مسلمہ میں پائے جاتے ہیں ان کی توجیہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کی جاسکتی کہ موجودہ دور میں پائے جانے والے ہزاروں فرق باطلہ کی کوئی علیحدہ سے اپنی مخصوص حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ تمام فرقے صدر اول کے ان اولین باطل فرقوں کی ہی شاخ در شاخ ہونے والی بے شمار شاخوں میں سے ایک دور افتادہ شاخ ہیں۔ مثال کے طور پر "فرقہ خوارج" کو لے لیجئے۔ اگرچہ اس مخصوص نام سے یہ فرقہ غالباً اب صفحۂ ہستی پر کہیں نہیں پایا جاتا۔ مگر اس گمراہ فرقے کے معتقدات و نظریات جس فرقہ میں بھی پائے جائیں گے اور جس حد تک بھی ہوں گے، وہ فرقہ اِس دور میں خواہ کسی نام سے معروف ہو، مگر اصولاً وہ اسی کا پیروکار اور فرقہ "خوارج" ہی کی ایک شاخ سمجھا جائے گا۔ یہی مفہوم ہے اس حدیث پاک کا جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ فرقہ خوارج قیامت تک منقطع نہیں ہوگا، جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا تو دوسرا سر اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا (او کما قال(۱)) ایسی صورت میں اس جدید فرقہ خوارج میں یہ ضروری نہیں کہ صدر اول کے اصل فرقہ، خوارج کی ساری ہی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ سارے ہی معتقدات بلا کم و کاست آج بھی اسی طرح پائے جاتے ہوں۔ بلکہ جس حد تک وہ اپنے افکار و نظریات اور معتقدات میں اصل فرقہ سے قریب ہوگا اتنا ہی وہ اس سے متصل اور گمراہی میں اس کے ہمدوش ہوگا۔ کیونکہ امتداد زمانہ اور شاخ در شاخ ہونے کے عمل کی وجہ سے اس قدیم اور اصل فرقہ کے افکار و نظریات اور عقائد میں کمی بیشی ہونا لازمی ہے۔ تاہم اس قدیم فرقے کی بنیادی خصوصیات اس کی موجودہ شاخ میں بھی کم و بیش موجود ہوں گی۔ جیسے دور اول کے "خوارج" حضرت

---

(۱) یہ حدیث کنزالایمان ۱۱:۲۰۵ حدیث نمبر ۳۱۲۴۴ پر بحوالہ مسند احمد و طبرانی وغیرہ ہے ۱۲

علی رضی اللہ عنہ کو کافر و مشرک کہتے تھے اور ان کے ساتھ وہ اپنے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے کافر ہونے کے قائل تھے۔ اب جبکہ "فرقہ خوارج" کی اصل دنیا میں باقی نہیں رہی تو اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "واقعۂ تحکیم" کے سلسلے میں ناراضگی اور جھگڑا بھی اس فرقے کے اولین بانیوں کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ البتہ خوارج کی وہ ذہنیت کہ ان کے علاوہ دنیا کے تمام مسلمان کافر ہیں۔ نسل در نسل ان میں اب بھی باقی ہے، اور وہ یہی ایک خصوصیت اس فرقہ کو" خوارج" سے منسلک کرنے اور اس کی ایک شاخ سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے بعد اس کی تعلیمات میں کسی بھی قسم کی ترمیم یا اپنی طرف سے اضافہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے۔ جبکہ یہ اضافہ ثواب یا عبادت کی نیت سے کیا گیا ہو —— اور اسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے مرتکب کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بدعت کے مرتکب افراد کو کِلَابُ أَهْلِ النَّارِ کہا گیا ہے[1] یعنی جہنمیوں کے کتے! اس وعید کے پیش نظر اکابرین امت نے ہمیشہ اور ہر دور میں بدعت پسندوں پر نکیر اور ان کے خلاف شرع اعمال و معتقدات کی پر زور تردید کی ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ ہمیشہ ہی اہل بدعت کو بحیثیت مجموعی مسلمانوں ہی میں شمار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ "خاص ان کے معاملہ میں[2] شارع کی نص موجود نہیں ہے" تاہم ان کے نزدیک ایسے لوگوں کا دل گناہوں میں مبتلا ضرور ہے۔ (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۲۶۴ تفہیم ۴۳) اسلاف امت کے اس نرم

---

(۱) یہ حدیث ابن ماجہ کے مقدمہ میں باب ۱۲ میں خوارج کے تعلق سے آئی ہے اور بدعت سے مراد ہر فکری گمراہی ہے ۱۲

(۲) یعنی عملی بدعات میں مبتلا لوگوں کے بارے میں ۱۲

رویے اور اصولی موقف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تصوف کے راستے سے بہت سے گمراہ اور خارج از اسلام فرقوں، خاص طور پر زنادقہ اور اہل تشیع نے شیوخ تصوف کے روپ میں "تقیہ" کی نقاب لگا کر "اہل سنت" کی حیثیت سے امت مسلمہ کی صفوں میں شمولیت حاصل کر لی اور "پیری مریدی" کے "دھندے" کے سہارے گمراہ کن عقائد اپنے معتقد مریدوں کے ذہنوں میں رفتہ رفتہ اتارنے لگے۔ انہوں نے ہوشیاری یہ کی کہ اپنا دائرہ عمل صرف جاہل اور دینی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ مسلمانوں تک ہی محدود رکھا۔ شدہ شدہ ان باطل عقائد اور اسلام سوز نظریات نے امتداد زمانہ کے ساتھ بعد کی نسلوں کے ذہنوں میں دینی عقائد کا ایک مخصوص سانچہ اور "اسلامی تعلیمات" کی شکل اختیار کر لی! یہ اطمینان کہ وہ اسلام کی صفوں میں رہتے ہوئے، جو بھی سازشیں اور خلافِ شریعت حرکات کرتے اور کراتے رہیں، ہمارا شمار بہر حال مسلمانوں ہی میں رہے گا، ہر دور میں ان دشمنان اسلام کی جرأتوں کو بڑھاتا رہا اور وہ اپنے حلقہ اثر میں بلا جھجک اور بلا خوف تکفیر الحاد و زندقہ کے فروغ اور ان کی اشاعت میں لگے رہے!

بریلویت کا شمار بھی بدقسمتی سے ایسے ہی باطل اور گمراہ فرقوں میں ہوتا ہے۔ دور جدید کے ان "زنادقہ" کے ظاہری طور طریق، اسلامی عبادات کی نقل اور مسلم طرز معاشرت نے عام طور پر ذہنوں کو یہی تاثر دے رکھا ہے کہ یہ لوگ شرک و بدعت کے اعمال اور غیر شرعی معتقدات کے باوجود بہر نوع کلمہ گو اور "مسلمان" ہی ہیں اور دین اسلام کے پیروکار، جو فقہ حنفی کے احکام پر عمل پیرا ہیں، لہٰذا ان کی اصلاح اور عقائد کی درستگی کے لئے، شرک و بدعت کی پر زور تردید اور اس موضوع پر ان کے سامنے متعلقہ احادیث اور قرآن مجید کے احکام رکھ دینا ہی کافی ہے! حالانکہ اگر بہ نظر غائر دیکھیں تو ان کے اعمال و معتقدات "روایتی طور پر" اعمال بدعت تک ہی محدود نہیں رہے ہیں،

بلکہ اصلیت میں یہی الحاد، زندقہ میں گرفتار، اور بالواسطہ طور پر استخفاف مقام رسول اکرم ﷺ اور "انکار رسالت" کے "مجرم" ہیں۔ مثال کے طور پر بریلوی حضرات عرصہ دراز سے رسول اللہ ﷺ کو بیانگِ دہل "مختار کل" کہتے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے ہر جگہ "حاضر و ناظر" ہونے کا فاسد عقیدہ بھی ان کے نزدیک مدار ایمان ہے۔ حالانکہ اگر سنجیدگی سے غور کریں تو حضور ﷺ کو مختار کل، ماننے کا عقیدہ، بالواسطہ طور پر آپ کے "حق شفاعت" سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ اگر آپ حقیقت میں مختار کل ہیں، یعنی جنت یا دوزخ میں بھیجنے کا آپ کو کامل اختیار حاصل ہے تو پھر ایسی صورت میں میدان حشر میں آپؐ اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کیوں اور کس لئے کریں گے؟!اور پھر آپ ﷺ کو شفاعت کی حاجت ہی کیا ہے جبکہ آپ "مختار کل" ہیں یہ باطل نظریہ رکھنے والے گویا چور دروازے سے آپ کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر آپ ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جائے تو یہ گویا آپؐ کے "سفر معراج" کا صاف انکار ہے کیونکہ جب آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے تو معراج کی شب میں آپؐ جس طرح ام ہانیؓ کے گھر میں اپنے بستر پر موجود آرام فرمارہے تھے، ٹھیک اسی آن انہیں لمحات میں آپ کا وجود مبارک ساتوں آسمانوں اور ملأ اعلیٰ پر بھی تھا (یہاں تک کہ خاکم بدہن دوزخ میں بھی آپ کا وجود ماننا پڑے گا) لہٰذا آپ کو ساتوں آسمانوں پر بلانے، مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے ملأ اعلیٰ کا سفر اور جنت و دوزخ کی سیر وغیرہ سفر معراج کے سارے واقعات ان کے نزدیک گویا محض ایک افسانہ اور "شاندار گپ" ہی ہو سکتے ہیں (**استغفر اللّٰہ ونعوذ باللّٰہ من ذلك**) اس لئے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہستی کو کہیں آنے جانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ تو ہر جگہ موجود اور ہر چیز کا مشاہدہ ہر آن کر رہی ہے۔

بریلوی حضرات کا رسول اللہ ﷺ کے لئے "علم غیب" کا مزعومہ عقیدہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر یہ لوگ مسلمانوں سے برابر جھگڑتے رہتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کو "ماکان ومایکون" کا تمام علم حاصل تھا۔ یعنی ازل سے ابد تک کی ہر بات اور ہر شے کا علم۔ قرآن مجید بھی ظاہر ہے کہ "ماکان ومایکون" سے علحدہ کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا اس طرح گویا اس کے متن اور اس کے احکامات سے بھی حضور ﷺ شروع عمر سے ہی واقف اور آگاہ تھے، جیساکہ بریلویوں کے "حکیم الامت" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی کا اعتراف ہے کہ:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر ہی موقوف نہ تھا۔ وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے"

("نئی تقریریں" از مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص۹۹)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ پر (نعوذ باللہ) کبھی وحی نازل نہیں ہوئی اور نہ آپ ﷺ پر کبھی قرآن کا نزول ہوا۔ یہ خبیث عقیدہ تسلیم کر لینے کے بعد، بریلوی حضرات کا حضور ﷺ کے لئے "علم غیب" کا عقیدہ ان کے "ذاتی" اور "عطائی" کے جھانسے دینے کے باوجود، صریح طور پر وحی کے نزول کا بالواسطہ انکار ہے، گویا یہ لوگ بالفاظ دیگر حضور ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں۔ اور انکار رسالت کے بعد ان کا "دعوی مسلمانی" ایک فریب کے سوا اور کچھ نہیں!

چوتھا غلط عقیدہ جو ان بریلوی حضرات نے حرز جان بنا رکھا ہے وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی مجرد بشریت سے انکار۔ بانی بریلویت احمد رضا خانصاحب بریلوی نے حضور ﷺ کو ظاہر صورت میں بشر نظر آنے کا عقیدہ لکھا ہے اور اصلیت میں وہ بھی آپ کی پیدائش مٹی کے بجائے اللہ تعالیٰ کے نور سے

مانتے ہیں، چنانچہ یہ واہی عقیدہ بھی حضور ﷺ کی رسالت کے انکار کے مترادف ہے کیونکہ نبی یا رسول ہمیشہ صرف انسان ہوئے ہیں۔ کوئی فرشتہ یا جن اللہ کا نبی کبھی نہیں ہوا۔ اگر آپ ﷺ حقیقت میں بشر یعنی مٹی سے پیدا شدہ انسان نہیں تھے تو گویا ان کے نزدیک آپ ﷺ نعوذ باللہ رسول بھی نہیں ہو سکتے!۔

ایسے ایمان سوز عقائد اور ملحدانہ نظریات رکھنے والے حقیقت میں صاحب ایمان کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور کیسے انہیں عاشق رسول ﷺ سمجھا جا سکتا ہے جو بالواسطہ طور پر حضور ﷺ کی رسالت کے منکر ہوں، نہ آپ ﷺ پر وحی کی آمد اور نزول قرآن پر ان کا ایمان ہو اور نہ آپؐ کے لئے نظریہ شفاعت پر انھیں یقین۔ ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ آپ کا شب معراج میں پہلے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کا سفر، عالم بالا کی سیر اور جنت و دوزخ کا معائنہ و مشاہدہ کے لئے جانے کا بھی بالواسطہ طور پر انکار کرتے ہوں، انتہا یہ کہ آپ کی بشری حیثیت ہی کے قائل نہ ہوں جس کے بغیر نبوت اور رسالت کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسے لوگ بھی زندیق اور ایسا گروہ بھی ملحدوں اور زندیقوں کا ٹولہ نہیں تو پھر اور کیا ہے؟!

واضح رہے کہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے اپنی کتاب "شرح مقاصد" جلد دوم میں ص ۲۶۸ پر زندیق کی جو تعریف لکھی ہے اس کے مطابق ہر وہ شخص زندیق ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اعتراف تو کرتا ہو مگر اس کے عقائد میں کسی بھی پہلو سے کفر کا دخل ہو۔ اگرچہ وہ شعائر اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل پیرا معلوم ہوتا ہو۔ لیکن جو لوگ چور دروازے سے انکار نبوت کا دن رات راگ الاپتے رہتے ہوں انہیں آپ کیا کہیں گے؟ علامہ تفتازانیؒ نے تو اعتراف نبوت کے باوجود کسی بھی پہلو سے کفریہ عقائد

رکھنے والے کو "زندیق" بتایا ہے۔ اور یہ لوگ تو بالواسطہ طور پر آپ کو رسول تسلیم کرنے پر ہی راضی نہیں۔ البتہ بطور "تقیہ" دن رات اپنے "عاشق رسول" ہونے کے جھوٹے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ مشہور محدث علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "مجمع البحار" میں ص۶۹ (مادہ زَنْدَق) پر زندیق کی تعریف یہ کی ہے کہ: ہر وہ شخص زندیق ہے جو اپنے کفر کو چھپائے اور خود کو مسلمان ظاہر کرے۔

———☆———☆———☆———☆———

دیوبندی اور بریلوی اختلافات کی نوعیت دونوں فریقوں کے درمیان شروع سے ہی مختلف فیہ رہی ہے، اول الذکر یعنی دیوبندی حضرات نے اس تنازع کو ہمیشہ سنت و بدعت کے تناظر میں دیکھا ہے جبکہ فریق ثانی ابتداء ہی سے بریلوی دیوبندی جھگڑے کو کفر و اسلام کی کشمکش بتاتا رہا ہے۔ یہ دونوں متضاد اور باہم متصادم نکتہ ہائے نظر اور دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف لفظی جنگ، الزامات اور جوابی الزامات اور تکفیر و تفسیق کی گرم بازاری نے عوام الناس کے باشعور اور پڑھے لکھے افراد کے ذہنوں میں ایک عجیب سی کشمکش اور الجھن پیدا کر دی ہے خاص طور پر جبکہ وہ دیکھتے ہیں کہ دلائل کے انبار ——صحیح یا غلط——دونوں ہی طرف نظر آتے ہیں اور دیوبندی علماء کی اصلاح و مفاہمت کی کوششوں کے علی الرغم بریلوی حضرات نے ہمیشہ تعصب کی گرم بازاری دکھائی ہے اور دیوبندی فکر کے علماء کو دشمن رسول اور کافر و مرتد کہنے میں وہ عرصہ دراز سے مصروف ہیں!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ یعنی اگر تمہیں آپس میں کسی بات پر اختلاف اور تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ بالفاظ دیگر ایسے تمام

تنازعات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات کی روشنی میں کیا کرو۔ لیکن دیوبندی اور بریلوی تنازع میں ایک مجبوری یہ بھی ہے کہ ایک فریق تو اس آیت کے مطابق اپنے اعمال و معتقدات کا جائزہ قرآن و سنت کی روشنی میں لینے اور اپنے حریف کے عقائد کو بھی قرآن و سنت کے اسی آئینہ میں دیکھنے کو تیار ہے مگر فریق مخالف —— جو اسے سرے سے مسلمان ہی تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے —— وہ اس کی قرآنی تشریحات اور سنت کے مرادات پر اعتبار کرنے کے لئے ہی تیار نہیں بلکہ وہ اپنے ایمان و اعتقادات کو صرف اور صرف اپنے خود ساختہ اصولوں اور اپنے بزرگوں کے احوال و نظریات کے مطابق معیار "سنت" مان کر ہی قرآن و سنت کی اتباع کے بزعم خود دعوے دار بنے ہوئے ہیں!

——☆——☆——☆——☆——

پیش نظر کتاب "بریلویت —— ایک طلسم فریب یا حقیقت؟" میں افراط و تفریط سے دامن بچاتے ہوئے بریلوی کتب اور قرآن و سنت کی روشنی میں بریلویوں کے دعوی ایمان و عمل اور ان کے بزعم خود "سنی و حنفی" ہونے کے امکانات کا ایک علمی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ باشعور افراد کو کسی حتمی رائے اور فیصلے پر پہنچنے میں آسانی ہو۔ بریلویت کے پھیلائے ہوئے "طلسم فریب" کے اس معروضی جائزے میں بانی بریلویت جناب احمد رضا خان صاحب اور ان کے خلفاء و منتسبین کی مستند اور معروف کتابوں کے اقتباسات اور حوالوں کے ذریعہ بریلویت کے اصلی خدوخال اُجاگر اور نمایاں کرنے اور ان کی تحریروں کا دیانت داری سے تجزیہ کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں حفظ مراتب کا خیال رکھنے کی ممکنہ حد تک سعی کی ہے اور اپنی دانست میں کسی بھی قسم کا جارحانہ انداز اپنانے سے گریز کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم نے جگہ

جگہ بریلوی فکر کو شیعیت سے تعبیر کیا ہے یا اُسے فرقہ "خوارج" کی ایک شاخ بتایا ہے۔ اسی طرح بریلویت کے معتقدات میں عیسائیت کے عقائد کی چھاپ اور ہندومت کے اثرات کا دعویٰ بھی ہم نے اس کتاب میں کیا ہے، تاہم ہاتھ کے ہاتھ اپنے ان تمام دعاوی کا دستاویزی ثبوت بھی ہم نے انہیں صفحات پر بریلوی کتب اور بانیٔ بریلویت احمد رضا خانصاحب کی تحریروں سے پیش کر دیا ہے۔ دلائل و براہین کی روشنی میں ہمارے اس موقف سے اختلاف تو بلاشبہ کیا جاسکتا ہے تاہم اسے قطعی طور پر بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا——!! اسی طرح ہم نے اس کتاب میں خان صاحب بریلوی کو عمداً کسی بھی جگہ "مولوی" یا "مولانا" کے اصطلاحی الفاظ کے ساتھ ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ فی الواقع ان کے لیے دل میں کوئی تعصب، عناد یا جذبۂ تحقیر ہرگز نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کا ادراک ہے کہ جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی اصطلاحی معنوں میں کسی بھی مستند عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ نہیں تھے جس کا انہیں خود بھی اعتراف ہے "المیزان" بمبئی کے "امام احمد رضا نمبر" کے ص ۳۳۲ پر خان صاحب بریلوی کا یہ بیان مرقوم ہے کہ:

> "میرا کوئی استاذ نہیں، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب و تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی الخ"

لہٰذا ایسی صورت میں خان صاحب بریلوی کی وسعت مطالعہ کے اعتراف کے باوجود اصطلاحی معنوں میں انہیں "مولوی" یا "مولانا" نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وسیع مطالعہ یا معلومات عامہ (General Knowledge) اور چیز ہے اور باقاعدہ تحصیل علم کے لئے کسی استاذ فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا دوسری چیز ہے——!

دوسری بات: جس کا خیال اس کتاب کو لکھتے وقت رکھا گیا ہے یہ ہے
کہ دیگر تنقیدی کتب کی طرح بریلویت کا تعاقب کرتے وقت سوقیانہ لب
ولہجہ، اقدامی جارحانہ اور معترضانہ انداز تحریر سے بچا گیا ہے۔ مذمت وتضحیک طرز
بیان سے قطعی اجتناب کیا گیا ہے اور تعریضات بھی کی گئی ہیں اس میں توازن
جذبات اور ہدف تنقید کردہ کے ذاتی احساسات کا بھی خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے
تاہم نفس مضمون کے تقاضوں کے پیش نظر اگر بتقاضائے بشریت کوئی سخت دل
آزار بات ہماری زبان قلم سے نکل گئی ہو تو اس کے لئے ہم معذرت کرنے
میں بھی ہمیں کوئی تامل یا شرمندگی نہیں ہوگی، کیونکہ ہمارا مقصد ہدف موضوع
کردہ کی دل آزاری، تضحیک یا مخالفت برائے مخالفت ہرگز نہیں ہے بلکہ محض
گزارش احوال واقعی ہے اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ۔ ہم اپنی
کاوش کے ذریعہ نفس موضوع کے ساتھ انصاف کرنے میں قارئین کے
نزدیک کامیاب ہوئے ہیں تو سمجھیں گے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی اور
اگر اس ناچیز کوشش یا "جہد مقل" کے نتیجہ میں دو ایک بندگان خدا کو بھی
شرک وبدعت سے گریز، حق وصداقت کی شاہراہ کا شعور اور صراط مستقیم پر
چلنے کی توفیق نصیب ہو گئی تو ہمارے لئے یہ سعادت دارین کی بات ہوگی!

ناسپاسی ہوگی اگر ہم آخر میں اپنے ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا نہ کریں
جنہوں نے اس کتاب کی تسوید وترتیب میں اپنے تعاون اور مخلصانہ مشوروں
سے نوازنے کی زحمت گوارہ فرمائی۔ خاص طور پر ہم اپنے شاگرد رشید عزیزی
ڈاکٹر محمد احمد سلمہ، بھوجی پورہ اور برادرم شکیل احمد ایڈوکیٹ عرف "لالہ"
بہیڑی کے بے حد شکر گزار ہیں جنہوں نے متعلقہ کتب کی فراہمی میں مخلصانہ
تعاون کیا۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالمعید قاسمی مہتمم مدرسہ احیاء العلوم ہلدوانی
نینی تال، محب محترم حکیم نہال احمد قاسمی صاحب اور ماسٹر عبدالحق صاحب کے

بھی ہم بیحد ممنون ہیں جنھوں نے اس کتاب کے سلسلے میں اپنے تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازا اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خان صاحب کی تحریروں پر ہماری گرفت اور تنقید و تعاقب بریلویت سے متاثر حلقوں میں یقیناً گراں گزرے گا اس کا ہمیں احساس ہے تاہم اگر بریلوی حلقے کی طرف سے روایتی ہاؤ ہو، سب و شتم کی بوچھار، تبرا بازی، منطقی صغریٰ کبریٰ، علم کلام کے داؤ پیچ اور پینترہ بازی کے بجائے سنجیدہ دلائل اور قرآن و سنت کے براہین کی روشنی میں علمی انداز پر ہماری "فکری کجی" اور بریلویت کے بارے میں ہماری "غلط فہمی" کی نشاندہی کردی جائے تو ہمیں اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم نے بریلویت اور اس کے افکار و نظریات اور معتقدات کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ محض اسلام کی محبت اور دفاع عن الدین کے جذبہ کے تحت ہی حوالہ قرطاس کیا ہے، کوئی ذاتی پرخاش اور گروہی تعصب اس کا محرک نہیں۔ بہر کیف: مثبت اور تعمیری تنقید کا ہم کھلے دل سے خیر مقدم کریں گے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِيْنُ

ابو عدنان سُہیل
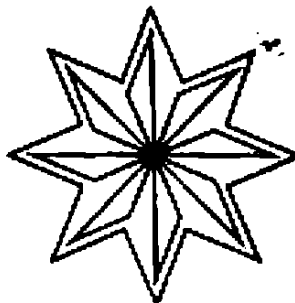
باب نمبر — ۱
بریلوی
فکر کے پائے چوبیں!

نَعَمْ قَدْ تَنَاهیٰ فی الجَفَاء تَطاوُلاً

وَعِنْدَ التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُتَطَاوِل

(عفیف تلمسانی)

ہاں!

وہ ظلم میں انتہا پر پہنچ گیا

اور جب کوئی

انتہا پر پہونچ جاتا ہے تو

اس کو

رُکنا ہی پڑتا ہے!

بریلویت اپنے "معتقدات" اور خاص معمولات کے آئینے میں اسلام کی جو شبیہ پیش کرتی ہے وہ قرآن و سنت کے معیار اور کسوٹی پر کس حد تک پوری اترتی ہے، برصغیر ہندو پاک کے سادہ لوح عوام نے شاید اس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی! بریلویت کے علمبردار خود کو ہی صرف حقیقی اصلی "اہل سنت والجماعت" سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی باور کرانے کی پرزور کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ "سنت" اور "الجماعت" کی دینی اصطلاحات کی حقیقت اور صحیح مفہوم کے ادراک سے ان کے ذہن قاصر اور ان الفاظ کی اصل روح اور مدعا سے یہ لوگ خود بھی آشنا اور کماحقہ آگاہ نہیں ہیں۔ ورنہ اسلامی اقدار اور سنن نبوی کی پاسداری کرنے والوں سے نفرت و عداوت رکھنے اور جان بوجھ کر ان پر توہین رسالت اور تخفیف و اہانت اولیاء کرام کے لغو اور بے بنیاد الزامات لگاتے ہوئے ان کا دل خوف خدا سے اس طرح بیگانہ نہ ہوتا اور وہ دشمنانِ اسلام یہود کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے اور اس طرح امت مسلمہ کو کمزور اور دوسروں کی نظروں میں رسوا و بے وقعت کرنے کا باعث نہ ہوتے۔

بریلویت کا مطالعہ اور اس کا تذکرہ کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اکثر باشعور اور پڑھے لکھے عوام ہی نہیں بلکہ قابل احترام علمائے دین اور دانشوران ملت بھی عموماً اس کو ایک "مسلک" اور "عقیدہ" تسلیم کرتے ہیں اور دینی معاملات اور گفتگو میں "ہم رتبہ دینی حریف" کا درجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان

کے نام نہاد "معتقدات" اور " افکار و رجحانات " کا اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دین اسلام کے مسلّمہ عقائد اور اعمال کے ساتھ اس طائفہ بریلویہ کی تمام تر موشگافیاں اور قیل و قال اپنی تہہ میں کوئی ٹھوس اور سنجیدہ " علمی بنیاد " اور واضح دینی فکر یا تعمیری فلسفۂ حیات نہیں رکھتی جن کی بنیاد پر اسے ایک "مسلک" یا صحیح معنوں میں "عقیدہ" کہا جاسکے۔ زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان لوگوں کی ساری تگ و دو کا مقصد اور محور فکر صرف اور صرف دنیاوی مفاد یا " پیٹ " ہے جس پر انھوں نے اسلامی افکار و عمل اور دینی اصطلاحات کا ایک خوشنما لیبل یا غلاف چڑھالیا ہے اور بس! یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے تمام تر دعویٔ " حق پسندی " اور " اہل سنت والجماعت " ہونے کے بلند بانگ نعروں کے باوجود، آغاز بریلویت سے آج تک گذشتہ ۸۰، ۹۰ سال میں دین اسلام کی ایک بھی قابل ذکر علمی خدمت یا امت مسلمہ کے مجموعی مفاد میں ان کا ایک بھی علمی کارنامہ یا تعمیری کام، منظر عام پر یا تاریخ کے ریکارڈ میں نہیں ملتا! جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تصنیفات پر (جو کہ زیادہ تر علمائے حق کے ردّ اور تکفیر المسلمین کے مقصد سے لکھی گئی تھیں) ان لوگوں کے اظہار تفاخر کے علاوہ کوئی بھی ٹھوس اور باوزن علمی خدمت ان کے کشکول مباہات میں نہیں ملتی "بذل المجہود" اور " فیض الباری " جیسی احادیث نبوی کی ضخیم عربی شرحیں اور ان کی اردو تشریحات لکھیں تو ان کے حریف اور ہدف ملامت دیوبندی علما نے لکھیں، سیرت نبویؐ پر بے شمار کتابیں لکھ کر اپنے حب رسول ﷺ کا ثبوت پیش کیا تو وہ بھی ان کے "فریق مخالف" دیوبندیوں نے۔ جن کو کافر کہتے کہتے ان لوگوں کی زبانیں نہیں تھکتیں۔ فقہ حنفی کی تفہیم و تشریح پر قابل ذکر اور پُر مغز کتابیں لکھ کر اپنے تفقہ اور دینی بصیرت کا ثبوت فراہم کیا اور امام ابو حنیفہؒ کا وقار بلند کیا تو انہیں دیوبندی علماء نے جن کو دشمن رسول ﷺ اور خارج از اسلام کہنا

بریلویوں نے اپنا شعار اور روزانہ کا وظیفہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ان بریلویوں کو اپنے تمام تر دعویٰ عشق رسول ﷺ کے باوجود آج تک اتنی توفیق بھی نہ ہو سکی کہ بڑے حضرت سے لے کر چھوٹے حضرات تک کوئی سیرتِ رسول ﷺ پر ایک کتاب بھی لکھ کر چھپوا دیتا! علمی کتابیں تو بڑی بات، آج تک ان نام نہاد "اہل سنت والجماعت" کو اس کی بھی توفیق میسر نہیں کہ کم از کم عربی مدارس میں پڑھائی جانے والی درسی کتب یا عربی کی صرف و نحو کی کتابیں ہی تصنیف کر کے شائع کر دیتے جس سے عربی زبان کا فروغ اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مدد ملتی ـــــ یہ بے چارے اپنی تمام تر جارحانہ مخالفت اور نفرت و عداوت کے مظاہر کے باوجود اس قسم کی تمام درسی اور غیر درسی علمی کتابوں کے لئے دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مکتبوں اور کتب خانوں ہی کے محتاج اور مرہون احسان ہیں ـــــ!

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں نے بریلی سے لے کر مبارک پور (اعظم گڈھ) تک بہت سے چھوٹے بڑے مدرسے اور مکتب قائم کر کے انہیں "عظیم یونیورسٹیوں" کے بھاری بھر کم نام دیدئے ہیں۔ مگر ان کے قریب جا کر دیکھئے اور بغور جائزہ لیجئے تو ان کی عمارات سے لے کر تعلیمی نظام تک ان میں کوئی چیز بھی ابھی تک "سنِ رُشد" کو پہونچی نظر نہیں آتی۔ تعلیم کے ان مراکز میں ہر جگہ علم کے نام پر گروہی عصبیت اور اپنے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں سے نفرت اور بغض و عداوت کا سبق پڑھایا جاتا ہے اور دینی تربیت کے بہانے وہابیت کے زیر عنوان تمام علمائے حق اور خادم حرمین شریفین پر سب و شتم، امام کعبہ و مسجد نبویؐ کے امام اور دیوبندی و اہل حدیث مکتب فکر کے لوگوں کی تکفیر و تحقیر اور انہیں کھلے لفظوں میں گالی گلوچ دینے کی باقاعدہ مشقیں کرائی جاتی ہیں ـــــ! صرف یہی نہیں بلکہ ان کے یہ تمام چھوٹے بڑے مدارس اور تعلیمی ادارے ان لوگوں کی ذاتی آمدنی کا ایک معقول

ذریعہ ہیں۔ ان کے منتظمین میں سے اکثر تو ایسے زبردست فنکار ہیں کہ جنھوں نے ان اداروں کی آڑ میں عوامی چندہ سے اپنی عظیم الشان ذاتی کوٹھیاں تک تعمیر کرالی ہیں جن میں سے کچھ کی مالیت اور تعمیری لاگت کا تخمینہ پچیس تیس لاکھ روپے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس ضمن میں بطور ثبوت ضلع بریلی میں واقع موضع "جوکھن پور" کے ایک معروف بریلوی مولوی کی ذاتی رہائش گاہ کو پیش کیا جاسکتا ہے——!!

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ کیا وہ تمام "عالم دین" کہلائے جانے والے اشخاص اسلام کے حقیقی خادم اور سنت کے محافظ اور ہمدرد ہوسکتے ہیں جو اپنی ایک ایک تقریر کا معاوضہ پہلے سے طے کرکے پانچ پانچ اور دس دس ہزار روپے وصول کرتے ہوں؟ ان پوست کندہ حقائق کے بعد بھی اگر "بریلویت" کو "مسلک" کے بجائے صرف "دنیاوی مفاد پرستوں" کا ایک "اسٹنٹ" یا "پیٹ کا فلسفہ" نہ کہا جائے تو پھر اسے کیا کہیں——؟؟

بریلویت کے علم بردار عوام الناس کو گمراہ کرنے اور مسلمانوں میں باہمی نفرت و عداوت کے بیج بونے کے لئے عام طور پر جن باتوں کا پروپیگنڈہ زور وشور سے کرتے رہتے ہیں اور جن کو مدار کفر و ایمان بتاتے ہیں ان میں عقیدۂ علم غیب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مسئلہ، آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ آپ کے نام نامی اسم گرامی کو سن کر درود شریف پڑھنے کے بجائے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کا اصرار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نائب اکبر اور وزیر اعظم ماننے کا اعتقاد سر فہرست ہے۔ اور انہیں معتقدات کو بنیاد بنا کر یہ لوگ دیوبندی اور اہل حدیث وغیرہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ آیئے اب ذرا ان مسائل کا ایک اجمالی جائزہ انہیں بریلویوں کی مستند کتابوں کی روشنی میں لیا

جائے تاکہ حقیقت حال روشن ہو جائے ؎

اے چشمِ شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو!

① عقیدۂ علم غیب اور بریلوی حضرات کی ذہنی قلا بازیاں!

بریلویت کے سرخیل اور بانی جناب احمد رضا خاں صاحب کا عقیدہ ان کے "ملفوظات" حصہ چہارم میں اس طرح مرقوم ہے:

"سو آپ ﷺ اولین و آخرین کے سب علوم پر محیط ہیں، اور آپؐ کے علوم کسی ایک حد پر منحصر نہیں، اور ان کے وراء سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور انہیں دنیا والوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ سو انسان کے علوم، پوری دنیا کے علوم اور لوح و قلم کے علوم آنحضرت ﷺ کے سمندروں کا محض ایک قطرہ ہیں"(۱)

حالانکہ اسی "الملفوظ" کے حصہ سوم میں "فاضل بریلوی" خان صاحب علم غیب کے بارے میں اپنا یہ عقیدہ بیان کر چکے ہیں:

"علم جب مطلق بولا جائے، خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے"(۲)

احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجراتی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ:

"جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا۔ غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں"(۳)

---

(۱) "الملفوظ" مرتبہ: جناب مصطفیٰ رضا خاں بن احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۳۶

(۲) "الملفوظ" مرتبہ: جناب مصطفیٰ رضا خاں بن احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۳۴

(۳) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۹۷

اسی کتاب "جاء الحق" میں وہ علم غیب کے بارے میں تین صفحات قبل یہ الفاظ لکھ چکے ہیں:

"علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو قدرتِ حقیقی کے ساتھ ہو، یعنی وہ علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے"(۱)

بریلوی فکر کے پیروکار جناب پیر صاحب دیول شریف بھی اپنی کتاب "عقائد و لطیف حقائق" میں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ:

"حضور نبی پاک ﷺ پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے تھے"(۲)

گویا دوسرے الفاظ میں پیر صاحب دیول شریف نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے غیب کی کنجیاں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں نہیں دے رکھی تھیں، کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں بلکہ ضرورت کے وقت وحی خداوندی کے ذریعہ آپ کو غیب کی باتوں کی اطلاع دی جاتی تھی ــــ!

رسول اللہ ﷺ کے لئے "ماکان وما یکون" کے علم ہونے کا ہمہ وقت راگ الاپنے والے جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی ایک اور کتاب "خالص الاعتقاد" میں رسول اللہ ﷺ کے لئے جس علم کے بارے میں اپنا اعتقاد لکھا ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو۔

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لئے بالذات جانیں۔ اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علوم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"(۳)

---

(۱) جاء الحق "مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۹۶

(۲) "عقائد و لطیف حقائق" پیر صاحب دیول شریف ص ۱۷

(۳) "خالص الاعتقاد" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۳

ایسی صورت میں انکار رسول اللہ ﷺ کے لئے " ماکان ومایکون " کے علم کا عقیدہ کس خانہ میں فٹ کیا جائے گا ۔۔۔؟ بریلوی حضرات ذرا سنجیدگی سے سوچیں، اور غور کریں کہ دیوبندی علماء اور اہل حدیث حضرات بھی علم غیب کے بارے میں اس کے علاوہ اور کیا کہتے ہیں ۔۔۔؟؟

(۲) رسول اللہ ﷺ کی " بشریت " کے عقیدہ پر طائفہ بریلویہ کی بوکھلاہٹیں!

مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی اپنی کتاب "جاء الحق" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وغیرہ آیات جو بظاہر شان مصطفوی کے خلاف ہیں متشابہات ہیں۔ لہٰذا ان سے دلیل پکڑنا غلط ہے"(۱)

دوسری جگہ یہی مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

"قرآن کریم نے کفار کا طریقہ بتلایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے"(۲)

یہی مفتی احمد یار خاں گجراتی اپنی ایک دوسری کتاب "مرآۃ المناجیح" میں رسول اللہ ﷺ کے بشری وجود کو سانپ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

"عصائے موسیٰ سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر تھے"(۳)

بریلوی فکر کے ایک اور چوٹی کے مولوی اور اہم شخصیت محمد عمر اچھروی بابانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ:

---

(۱) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۱۷۸

(۲) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۱۷۵

(۳) "مرآۃ المناجیح" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ج ۱ ص ۲۴

"احناف کے نزدیک نبی کو بشر کہہ کر پکارنا کفر ہے"(۱)

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے مطابق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو صیغہ غائب میں بشر کہا ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

" کان بشر من البشر" یعنی آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے (۲)

اس حدیث پر مولوی محمد عمر اچھروی اعتراض کرتے ہیں کہ:

"یہ "خبر آحاد" ہے۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی"(۳)

مولوی محمد عمر اچھروی کو شاید یہ معلوم نہیں کہ فن حدیث میں "خبر آحاد" کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا تعریف ہے؟ ورنہ وہ مشکوٰۃ کی مذکورہ بالا حدیث کو "خبر آحاد" سے تعبیر نہ کرتے جو کہ اپنے مفہوم و مراد کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ "تواتر" کو پہونچی ہوئی ہے بلکہ صحاح ستہ کی بے شمار "صحیح احادیث" اس کی تائید کرتی ہیں اور ان میں بھی حضور ﷺ کی "بشریت" کا واضح طور پر تذکرہ ہے۔ ان میں سے ہم کچھ منتخب احادیث آئندہ صفحات میں مناسب موقع و محل پر ذکر کریں گے، جہاں تک قرآن مجید کی تائید کی بات ہے تو وہ پکار پکار کر جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی "مجرد بشریت" کا اعلان کرتا ہے۔ جیسے سورۂ اسراء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلاَّ بَشَرًا رَّسُوْلاً یعنی اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ پاک ہے میرا رب، میں بشر کے سوا اور کیا ہوں جو رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں! (سورہ اسراء: آیت ۹۳)

آپ ﷺ کی بشریت کے اعلان خداوندی کے لئے مزید جاننا چاہتے

---

(۱) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۲۳۴

(۲) "مشکوٰۃ المصابیح" شیخ ولی الدین بن محمد الخطیب التبریزیؒ ص ۵۲۰

(۳) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۲۴۷

ہوں تو ملاحظہ فرمائیں سورۃ الکہف، سورۃ المؤمن، سورۃ التغابن، سورۃ الحج وغیرہ دیگر آیات قرآنی اور مختلف سورتیں!

قرآن مجید کی سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کر سکتا، سوائے ان تین مذکورہ طریقوں کے، اور نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ ہم کلام ہوا بغیر پردے کے "(۱)

گویا اس طرح انہوں نے کھلے طور پر آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کیا ہے؟ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے مجموعہ کلام "حدائق بخشش" حصہ سوم میں لکھتے ہیں:ؔ

آرہا ہے آدمی بن کر فرشتہ نور کا پڑ گیا ہے طائر سدرہ کو چسکا نور کا(۲)

اس شعر میں خاں صاحب نے صریح طور پر رسول اللہ ﷺ کو "فرشتہ" بتایا ہے جو ان کے خیال کے مطابق ظاہری طور پر انسان کی شکل میں آئے تھے۔ حالانکہ فرشتوں کا درجہ انسان سے اونچا ہرگز نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو چکے ہیں۔ خانصاحب بریلوی نے شعوری طور پر حضور ﷺ کو اعلیٰ درجے سے نکال کر ایک چھوٹے مقام پر لا کھڑا کیا ہے ——! کیا اسی کا نام "عقیدتِ رسولؐ" ہے؟!ؔ

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ!

مسئلہ بشریت رسول ﷺ پر اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۲۴۹

(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۱۸

فاضل بریلوی جناب احمد رضا خانصاحب اپنی کتاب "دوام عیش" میں رقم طراز ہیں:

"اجماع اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں"۔(۱)

بریلوی مکتب فکر کے "صدر الشریعۃ" مولوی امجد علی گھوسوی مصنف "بہار شریعت" لکھتے ہیں:

(عقیدہ) انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت"۔(۲)

سوچنے کی بات ہے کہ جب ان کے خود اپنے عقیدے کے مطابق سارے ہی انبیاء کرامؑ بشر تھے تو پھر خاتم الانبیاء اور سردار انبیاء ﷺ کی ذات مبارک بشریت سے ماوراء کیسے ہو سکتی ہے؟

مولوی نعیم الدین مراد آبادی "کتاب العقائد" میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہونچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے"۔(۳)

واضح رہے کہ بعد کے اڈیشن میں "نوری کتب خانہ بریلی" نے اس عبارت میں لفظ بشر کی جگہ "نور" کردیا ہے تاکہ ان کے خود ساختہ نام نہاد "مسلک" پر حرف نہ آئے۔ حالانکہ یہی مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اپنی "تفسیر نعیمی" میں سورۃ النحل کی آیت ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلاَّ رِجَالاً نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ﴾ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنھوں نے سید

---

(۱) "دوام عیش" احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۷

(۲) "بہار شریعت" مولوی امجد علی گھوسوی ج ۱ ص ۹

(۳) "کتاب العقائد" مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۴

عالم ﷺ کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، انہیں بتایا گیا کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے۔ ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا"(۱)

سورۃ المومن کی تشریح کرتے ہوئے یہی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"یہ ان کی کمال حماقت تھی کہ بشر کا رسول ہونا تسلیم نہ کیا اور پتھروں کو خدا مان لیا"(۲)

سورۃ التغابن کی تفہیم کراتے ہوئے نعیم الدین مراد آبادی نے لکھا ہے:

"انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی ونافہمی ہے"(۳)

سورۃ الحج کی تفسیر کرتے ہوئے نعیم الدین مراد آبادی رقم طراز ہیں:

"یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے"؟(۴)

ماہنامہ "المیزان" بمبئی کے "احمد رضا نمبر" میں حضور ﷺ کی بشریت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور ﷺ کی بشریت کے منکر ہیں۔ خارج از اسلام ہیں، وہ ہمارے گروہ میں شامل نہیں ہیں۔ ہم اہل سنت نہ بشریت مصطفیٰ ﷺ کے منکر اور نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل ہیں جو عجز اور نادانی میں دوسروں کے برابر ہو۔ ہمارے نزدیک

(۱) "تفسیر نعیمی" مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۳۹۳

(۲) "تفسیر نعیمی" مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۷۹۴ (حاشیہ سورۂ مومن)

(۳) "تفسیر نعیمی" مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۸۰۷ (پارہ ۲۸)

(۴) "تفسیر نعیمی" مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۴۹۳

دونوں مردود۔ جو اُن کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی، اور جو انہیں اپنا جیسا کہے وہ بھی"(۱)

رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے کے اس واضح اقرار اور ان کے "اکابر" کے اعترافات و شواہد کے بعد اصولی طور پر بریلویوں کا اس مسئلہ میں علمائے دیوبند کے ساتھ محاذ آرائی کا سر بہ فلک قلعہ ریت کے گھروندے کی طرح زمیں بوس ہو جاتا ہے۔ مگر اس پوست کندہ حقیقت کا علم ان کے چند "خواص" کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ تاہم یہ لوگ جاہل عوام میں اپنا اقتدار قائم رکھنے، اپنی روزی روٹی کے لئے انہیں گمراہ کرنے اور انہیں علمائے حق کے خلاف اپنی ڈھال بنائے رکھنے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کی بشریت کا ——— قرآن و احادیث کی تصریحات کے علی الرغم ——— عوامی جلسوں میں کھلے بندوں انکار کرتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے معتقد عوام کو دانستہ طور پر قرآن و احادیث کے اس کھلے انکار پر آمادہ کر کے انہیں اسلام کی صفوں سے باہر لا کھڑا کر دیتے ہیں!

(۳) عقیدہ "حاضر ناظر" میں بریلوی فرقہ کی مذہبی خودکشی!

مفتی احمد یار خاں نعیمی بریلوی، ثم گجراتی رسول اللہ ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف لاتے ہیں"(۲)

"تشریف لانے" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ جنازہ آنے سے پہلے کے مراحل میں آنحضرت ﷺ اس جگہ پر موجود نہ تھے۔ بعد میں نماز

(۱) "المیزان" بمبئی "احمد رضا نمبر" ص ۱۴۲

(۲) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص ۱۵۵

جنازہ کے وقت شریف لائے۔ مفتی صاحب کے یہ الفاظ حضور ﷺ کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کی قطعی طور پر نفی کرتے ہیں۔

اب ذرا ان مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے "دروغ گورا حافظہ نباشد" کی کہاوت کے مطابق حاضر ناظر ہونے کے موضوع پر بڑی شاندار قلابازی کھائی ہے۔ وہ اپنی ایک اور کتاب "مواعظِ نعیمیہ" حصہ دوم میں لکھتے ہیں:

"حاضر و ناظر کے معنی نہ تو یہ ہیں کہ چند اجسام ہیں جن سے آپ چند مقام پر حاضر ہیں اور نہ یہ کہ جسم واحد تمام کو محیط ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کی نظر ایسی ہے کہ جیسے آفتاب ایک جگہ آسمان پر ہے مگر مقابل زمین پر تجلی فرما رہا ہے"(۱)

اس تحریر کا صاف مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ موجود نہیں ٹھیک اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی، بذات خود اپنے جسم پاک کے ساتھ ہر جگہ موجود اور حاضر نہیں ہیں ——!

اب ذرا بریلوی گروہ کے "مولانا" احمد سعید کاظمی کی گواہی اور حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کے بارے میں ان کا واضح انکار بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ:

"ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں"(۲)

ع　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

دیکھ لیجئے! کیا طرفہ تماشا ہے کہ "فاضل بریلوی" احمد رضا خاں صاحب کے ایک خلیفہ جسم پاک کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر

(۱) "مواعظ نعیمیہ" مفتی احمد یار خاں نعیمی ج ۲ ص ۵۶

(۲) "تسکین خواطر" احمد سعید کاظمی ص ۱۲۵

ہونے کا عقیدہ بیان کرتے ہیں اور پھر اس کی نفی کر کے آپ کو جسم پاک سے صرف "ناظر" مانتے ہیں، حاضر نہیں! دوسری طرف انہیں مفتی صاحب کے ہم مشرب اور ہم خیال اور رضاخانیت کے ایک اہم ستون احمد سعید کاظمی صاحب آپ ﷺ کی جسمانی حاضری کی کلی طور پر نفی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور وہ جسم اطہر کے ساتھ آپ کو کہیں "ناظر" بھی نہیں مانتے ——!

بریلوی مکتب فکر کے مولوی محمد عمر اچھروی دعوی کرتے ہیں کہ:

"اگر تم مومن ہو تو آپ ﷺ کا حاضر و ناظر سمجھنا تمہارے لئے ضروری ہے"(۱)

نیز یہ کہ:

"ہر اہل ایمان کے واسطے آپ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا ایمان کی کسوٹی ہے"۔(۲)

دوسری طرف مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی کا دعوی ہے کہ حاضر و ناظر ہونا حضور ﷺ کی ہی صفت خاصہ نہیں بلکہ اور بھی کئی بندے حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔

اپنی تفسیر نور العرفان میں وہ لکھتے ہیں:

"حاضر و ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے"(۳)

ان کے "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں صاحب بریلوی "الملفوظ" حصہ اول میں اس کے بالکل برعکس حضور ﷺ کے لئے حاضر و ناظر کی صفت خاصہ کے قائل نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"حاضر و ناظر آنحضرت ﷺ کی صفت خاص ہے آپ قطعی طور پر

(۱) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۲۷۵

(۲) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۲۷۷

(۳) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص ۲۲۵

ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔اس صفت میں آپ کا کوئی شریک نہیں"(۱)

دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ انہیں احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی نہ صرف یہ کہ حضور ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی تردید کرتے ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں——!

وہ اپنا عقیدہ لکھتے ہیں:

"ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں"(۲)

نیز وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے"(۳)

ان کے ہم مشرب مولوی احمد سعید کاظمی فتوی دیتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے"(۴)

مگر حیرت انگیز اور دلچسپ بات یہ ہے کہ انہیں احمد سعید کاظمی کے استاد اور بریلویت کے ایک اہم ستون "مولانا" دیدار علی شاہ الوری اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کو نہ صرف یہ کہ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر مانتے ہیں بلکہ اپنے "اعلیٰ حضرت" کے تمام دعاوی کو ٹھکراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنے کے عقیدے کو شرک ہونا تسلیم کرتے ہیں——ملاحظہ ہو۔وہ کہتے ہیں کہ:

"لفظ حاضر و ناظر سے اگر حضور و ظہور بالذات مثل حضور باری تعالیٰ ہر وقت

(۱) "مواعظ نعیمیہ" مرتبہ: مصطفیٰ رضا خاں ج ا ص
(۲) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی ص ۱۴
(۳) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۱۴۲
(۴) "تسکین الخواطر" مولوی احمد سعید کاظمی ص ۷

اور ہر لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط اور مفضی الی الشرک ہے"[1]

البتہ وہ یعنی مولوی دیدار علی شاہ صاحب صرف درود و سلام کی مجلس میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل تھے۔ اپنی اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

"اس وقت خاص میں ذات محمد ﷺ کو بسبب کثرت درود و سلام حاضر و ناظر سمجھتے ہیں نہ کہ دیگر اوقات میں"[2]

واضح رہے کہ یہ وہی مولوی دیدار علی شاہ الوری ہیں جنھوں نے علامہ اقبالؒ کے کافر ہونے کا فتوی دیا تھا۔ قدرت خداوندی دیکھئے انہیں کے شاگرد رشید، احمد سعید کاظمی ان کے اللہ تعالی کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے کے جرم میں ان پر برملا فتوی کفر داغ رہے ہیں: وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ

(۴) حضور ﷺ کو اللہ تعالی کا نائب اکبر یا "وزیر اعظم" ماننے کا بریلوی عقیدہ بھی تضاد بیانی کا شکار!

"فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب کائنات کی ربوبیت اور اس کے انتظام و انصرام میں اللہ تعالی کے "نائبین" یا وزیروں کے وجود کے قائل تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان میں سے ایک "نائب اکبر" (یا وزیر اعظم) ہوتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے اس "نائب اکبر" یا وزیر اعظم کو "کُنْ فیکون" کے سارے اختیارات ملے ہوئے ہیں۔ ہر گھر میں خوشیاں اور غم اسی نائب اکبر کی طرف سے ہی اترتے ہیں ان کے مجموعہ کلام حدائق بخشش کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) "رسول الکلام" مولوی دیدار علی شاہ الوری ص ۱۰۵

(۲) "رسول الکلام" مولوی دیدار علی شاہ الوری ص ۱۰۷

ان کا حکم جہاں پہ نافذ قبضہ کل پہ دکھاتے یہ ہیں
قادر کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ماتم گھر میں ایک نظر میں شادی شادی رچاتے یہ ہیں (۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی اپنے مرشد احمد رضا خاں بریلوی کا اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب "شانِ حبیب الرحمٰن" میں لکھتے ہیں:

"مگر اس کلمہ میں محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے ... جس سے معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیر اعظم" (۲)

لیکن دوسری طرف وہ اپنی تفسیر "نور العرفان" میں بانیِ مذہب بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے اس "عقیدے" کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وزیر وہ ہوتا ہے جو بادشاہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اٹھائے۔ رب تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے بے نیاز ہے" (۳)

حیراں ہوں میں یہ بھی ہے خطا — یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(مترجم محمد رضا عفی عنہ)

⑤ قرآن مجید کے بارے میں بریلویوں کے دو متضاد عقیدے

دنیا کے ہر مسلمان کا یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور اس کے نزول کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب کہ آپ کی عمر مبارک پورے چالیس برس کی ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ سے

---

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ص [illegible]
(۲) "شانِ حبیب الرحمٰن" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص [illegible]
(۳) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص [illegible]

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ تک نازل ہوئی تھی۔ وحی کے نزول کا عقیدہ ایمانیات میں داخل ہے اور قرآن کے نزول کا انکار "رسالت کے انکار" کے ہم معنی ہے۔ اور انکار رسالت خواہ براہ راست ہو یا بالواسطہ، اس کے ارتکاب کے بعد ایمان کی سلامتی کی ضمانت نہیں رہتی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر باشعور اور پڑھا لکھا مسلمان واقف ہے۔ لیکن بزعم خود اسلام کے "ٹھیکیدار" اور "عشق رسول" کے دعوے دار ان بریلویوں نے "عقیدت رسول ﷺ" کی آڑ میں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کے نازل ہونے کا انکار کر کے "تکذیب رسالت" کی ہے وہ اِن کی اصلیت کو بے نقاب کرنے اور انہیں "دشمنان اسلام" کی صفوں میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے——!

مفتی احمد یار خاں نعیمی رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہونے کے اسلامی عقیدے کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف نہ تھا، وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے"(۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی کی اس بات کا صاف طور پر مطلب یہی نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کبھی وحی نازل نہیں ہوئی اور نہ آپ پر قرآن اترا جب کہ آپ قرآن کا سارا علم لیکر ہی پیدا ہوئے تھے تو قرآن کے نزول کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی——! اس طرح گویا یہ "عقیدت رسول" کی آڑ میں "انکار رسالت" کا بالواسطہ طور پر اظہار ہے۔ ان لوگوں کا یہ طرز فکر "زندیقیت" کا آئینہ دار ہے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی کے اس گمراہ کن عقیدے کی تائید ان کے "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں بریلوی کے رسول اللہ ﷺ کے لئے "ماکان ومایکون" کے علم کے عقیدے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ "ماکان

(۱) "نئی تقریریں" از مفتی احمد یار خاں نعیمی ص ۹۹

ومایکون" کے علم میں کائنات کی ہر چیز آجاتی ہے۔ اور قرآن مجید بھی یقینی طور پر اس میں شامل ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بریلویوں کا یہ گروہ ——ان کے "اعلیٰ حضرت" سے لیکر ادنی حضرات تک —— حب رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیکر مسلمانوں میں انکار رسالت کا بالواسطہ طور پر پرچار کرنے اور کم علم و جاہل مسلمانوں کے ایمان و عقائد کو تباہ کرنے کی سازش میں مشغول ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں اسی کا نام "زندیقیت" ہے——!

مشہور محدث علامہ محمد بن طاہر پٹنی اپنی مایہ ناز کتاب "مجمع البحار" میں "زندیق" کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

ماخوذ من الزند وهو كتاب بالفهلوية لزرداشت المجوس، ثم استعمل لكل ملحد في الدين......	یہ لفظ زند سے ماخوذ ہے اور وہ پہلوی زبان کی کتاب ہے جو زردشت مجوس کی بتائی جاتی ہے۔ پھر یہ لفظ ہر ملحد فی الدین کے لئے استعمال ہونے لگا......
الزنديق: المبطن للكفر المظهر للاسلام. (۱)	زندیق اسے کہتے ہیں جو اپنے کفر کو چھپائے اور اسلام کو ظاہر کرے

علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح مقاصد" میں زندیق کی تعریف یہ لکھتے ہیں:

وان كان مع اعترافه بنبوة النبي صلى الله عليه وسلم وإظهارِه شعائرَ الاسلام يُبْطِنُ عقائد هي كفر بالاتفاق خصَّ باسم الزنديق(۲)	جو شخص آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرتا ہے اور اسلامی شعائر پر عمل کرتا ہے، مگر دل میں ایسے عقائد چھپاتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں، اس کو زندیق کہا جاتا ہے

(۱) "مجمع البحار" علامہ محمد بن طاہر پٹنی ج ۲ ص ۴۳۸

(۲) "شرح مقاصد" ج ۲ ص ۱۹۷

بریلوی فکر کے " اکابر " کی اس "زندیقیت" پر انہیں کے مکتب فکر کے ایک بڑے پیر ـــــ پیر صاحب دیول شریف ـــــ بھڑک اٹھے اور انہوں نے برملا طور پر اس بات کا اعلان کر دیا کہ:

حضور نبیٔ پاک ﷺ پر جتنے احوال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے"(۱)

۶ انگوٹھے چومنے کے مسئلہ پر بریلویوں کا باہمی اختلاف

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے اپنی کتاب " جاء الحق " میں رسول اللہ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومنے اور آنکھوں پر لگانے کی قطعی طور پر "موضوع حدیث" جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے اس کی تائید و توثیق میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور منطق و علم کلام کے ذریعہ اسے زبردستی " صحیح " حدیث باور کرانے کی کوشش کی ہے اور مفتی صاحب کی اسی کوشش کے نتیجہ میں انگوٹھے چومنا بدعتی حضرات کا شعار بن گیا ہے۔ بریلوی حضرات اسے اپنا ایک " نشان امتیاز " قرار دیتے ہیں۔ لیکن بریلویت کے بانی اور سرخیل جناب احمد رضا خاں صاحب، رسول اللہ ﷺ کے نام کو سن کر درود پڑھنے کے بجائے انگوٹھے چومنے کے عمل کے بارے میں کیا کہتے ہیں، ذرا اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا، آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، جو اس میں روایت کیا جاتا ہے وہ کلام سے خالی نہیں۔ پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون و موکد جانے یا نفس ترک کو باعث

---

(۱) " عقائد و لطیف حقائق " پیر صاحب دیول شریف ص ۱۷ (مجلس غوثیہ لائل پور (پاکستان))

زجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے"[1]

بریلویوں کی یہ تضاد بیانیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کا مزعومہ "عقیدہ و مسلک" بے بنیاد ہے اور حق و صداقت سے ان لوگوں کو دور کا بھی واسطہ نہیں ــــ ان کی باطل فکر اور بے سروپا خیالات و "عقائد" پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ صادق آتی ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (سورۃ ابراھیم : آیت ۲٦)	اور کلمۂ خبیثہ (یعنی کلمۂ کفر و شرک) کی مثال ایسے خبیث (اور ناکارہ) درخت کی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جاوے اور جو ناپائیدار ہو

(۱) "ابر المقال فی قبلۃ الاجلال" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲ مطبوعہ: کراچی (پاکستان)

باب نمبر ـــ ۲
شہر بریلی
اور
پیرا ہن بریلویت

بَکیتُ علی الدنیا، وایقنتُ انها

فصَارَی الفتی، یوما مفارقه الدنیا

وما هی إلا دَولةٌ بعدَ دَولةٍ

تَحُوْلُ ذا نُعْمٰی، وتَعْقِبُ ذا بَلْویٰ

میں تو انقلابات دنیا پر رو دیا

اور مجھے یقین آ گیا کہ

یہ دنیا اگرچہ جوانمرد کی غایت قصوی ہے

مگر

ایک دن یقیناً اس سے چھوٹنے والی ہے

دنیا کی دناءت یہ ہے کہ

آج اس کے پاس ہے؛ تو کل کسی دوسرے کے پاس

صاحب ثروت کی آؤ بھگت کرتی ہے

اور

مصیبت زدہ کو دھکے دیتی ہے

ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت اور اس کے بعد برطانوی استعمار کے زمانے میں بھی برصغیر کے طول و عرض میں ہر جگہ اسلام کی علمی قیادت اور اعتقاد و عمل کی سربراہی جن اکابر علماء اور اساطین کے ہاتھوں میں تھی وہ انہیں معتقدات کے عامل اور قرآن و سنت کی صحیح قدروں کے امین تھے جن کے وارث انیسوی صدی عیسوی کے نصف آخر میں "دارالعلوم دیوبند" کے قائم ہونے کے بعد اس سے وابستہ اور اس کی تعلیم و عقائد پر کاربند "علمائے دیوبند" کے نام سے موسوم ہوئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی دینی وراثت کے امین ان "علمائے دیوبند" کی علمی سیادت کا سکہ برطانوی دور استعمار میں ہندوستان کے اندر ہر جگہ چلتا تھا اور اس وقت بریلی سمیت تمام چھوٹے بڑے شہروں اور ان کے مضافات میں مسلمانان ہند کی دینی رہنمائی اور ملی قیادت انہی عقائد کے علماء کے مقدس ہاتھوں میں تھی۔ حالانکہ اس وقت تک نہ تو "دارالعلوم دیوبند" کا وجود قائم ہوا تھا اور نہ ہی اس کے حریف احمد رضا خاں صاحب بریلوی اس جہان آب و گل میں وارد ہو پائے تھے ——— !

بریلی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے جب ہم انیسویں صدی عیسوی کے وسط و اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں "روھیل کھنڈ" کے اس صدر مقام بریلی کی علمی اور دینی رہنمائی میں مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں طور پر ملتا ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے ہم جد تھے۔ ۱۸۵۰ء میں بریلی میں جب "بریلی کالج" قائم ہوا تو اس کے شعبہ فارسی کے صدر

یہی مولانا محمد احسن نانوتویؒ مقرر ہوئے۔ اور جب وہاں شعبہ عربی بھی قائم ہو گیا تو اس کے سربراہ بھی آپ ہی بنائے گئے۔ مولانا محمد احسن صدیقی نانوتویؒ نے ۱۸۹۵ء میں بریلی میں "مطبع صدیقی" قائم کیا تھا۔ آپ نے اپنے اسی مطبع سے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مشہور کتاب "تحذیر الناس" سب سے پہلے نہایت اہتمام سے چھاپی اور شائع کی تھی۔ اور اس میں بطور مستفتی خود مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا نام درج تھا۔ یہ بات بریلی کے اس دور کے علمی ماحول میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی قدر و منزلت کا واضح ثبوت ہے۔ بریلی پر "مسلک دیوبند" کی چھاپ کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں شہر کی مرکزی عیدگاہ کے امام یہی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے رشتہ دار مولانا محمد احسن صاحب نانوتویؒ تھے۔ یہ واقعہ جناب احمد رضا خاں صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے کا ہے۔

بریلی کے سررشتۂ تعلیم میں بھی "علمائے دیوبند" ہی چھائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا کہ "بریلی کالج" کے شعبۂ عربی و فارسی کی صدارت پر مولانا محمد احسن نانوتویؒ فائز تھے۔ ان کے علاوہ دیوبند کے مولانا ذوالفقار علی عرصہ تک بریلی کے ڈپٹی انسپکٹر آف مدارس رہے۔ ۱۸۵۱ء میں آپ یہیں تھے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ میرٹھ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو کر چلے گئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ (جو بعد میں دارالعلوم قائم ہو جانے پر اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے) بریلی میں ۱۸۵۹ء میں ڈپٹی انسپکٹر آف مدارس کے عہدہ پر فائز کئے گئے۔ ۱۸۵۷ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

شہر بریلی میں پیدا ہونے والے علماء کی فہرست پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں سرفہرست شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا

کا نام ملتا ہے۔ آپ ۱۸۵۱ء میں اسی "بانس بریلی" میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند کی جائے پیدائش ہونے کا شرف بھی اسی سرزمین بریلی کو حاصل ہے۔ آپ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ دیوبند کے ان اکابر علماء کے علاوہ "مسلک اہل حدیث" کے مشہور عالم دین نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی جائے ولادت بھی یہی "بانس بریلی" شہر ہے۔

بریلی کے دینی مدارس

۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانہ میں جسے انگریزوں نے "غدر" کا نام دیا تھا انگریز حکومت کے ہاتھوں بلا مبالغہ ہزاروں علماء کے قتل عام اور پھانسی دیئے جانے کے بعد جب مسلمان سیاسی طور پر مغلوب ہو چکے تھے تو انہوں نے نئے حالات میں مسلمانوں کے دین و مذہب کے تحفظ اور ملت کی بقاء کے لئے یکسو ہو کر صرف علمی سطح پر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور اسی مقصد کے تحت "دار العلوم دیوبند" کا قیام عمل میں آیا۔ ساتھ ہی ساتھ پورے ملک میں مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کا جال بچھانے کی اکابرین دیوبند نے باقاعدہ اور منصوبہ بند طریقے پر کوششیں شروع کر دیں۔

بریلی کے قدیم مدارس اسلامیہ میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد مولوی ہدایت علی فاروقی کا مدرسہ معقولات (۱۳۲۲ھ) ایک ممتاز اور نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرا مدرسہ جو ۱۳۱۲ھ میں مولوی لائق علی ابن مولوی قائم علی نے قائم کیا تھا وہ بھی اپنی علمی خدمات کی وجہ سے بڑی شہرت کا حامل تھا۔ اس میں طلبہ کا سارا خرچ مدرسہ برداشت کرتا تھا۔

شہر بریلی کا تیسرا اور اہم مدرسہ "پرانے شہر" کے رئیس مولوی یعقوب علی کا قائم کردہ تھا اور اس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دی جاتی تھیں۔

مذکورہ بالا تینوں دینی مدارس بریلی میں قدیم طرز کے مطابق دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی اثناء میں "دارالعلوم دیوبند" کا قیام عمل میں آیا اور علمائے دیوبند کی تحریک پر ملک گیر پیمانے پر دینی تعلیم کے مراکز قائم کرنے کی اسکیم کے تحت مولانا محمد احسن صاحب نانوتویؒ نے بریلی میں ایک مرکزی مدرسہ "مصباح التہذیب" کے نام سے ۱۸۷۲ء میں محلّہ "مداری دروازہ" میں قائم کیا۔ بعد میں آپ نے اس کے نام میں ترمیم کرکے مدرسہ "مصباح العلوم" کردیا۔ عربی کی مشہور لغت "مصباح اللغات" اسی مدرسے کے ایک استاذ مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ نے مرتب کی تھی اور اسے مدرسے کے نام سے معنون کردیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد اس محلّہ کے زیادہ تر مسلمان اپنی جائداد فروخت کرکے پاکستان چلے گئے تھے۔ ان کی یہ جائدادیں مقامی ہندوؤں نے خرید لی تھیں۔ لہٰذا یہ مدرسہ تقریباً ویران ہوگیا اور آج بھی ہندوؤں کی گھنی آبادی کے درمیان اس مدرسے کی شاندار عمارت موجود ہے اور اپنی عظمت رفتہ کی داستان سناتی ہے۔

مدرسہ "مصباح التہذیب" کے قیام کے تقریباً بیس برس بعد، حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید مولانا محمد یٰسین صاحبؒ نے بریلی میں ایک اور بڑا دینی ادارہ مدرسہ "اشاعت العلوم" کے نام سے "محلّہ سرائے خام" میں قائم کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس مدرسے کا شمار پورے ضلع بریلی اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں مرکزی مدرسہ کے طور پر شمار ہونے لگا۔ مولانا محمد یٰسین صاحبؒ کے شاگردوں میں جامع معقول و منقول حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ ارشد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نام سرفہرست ہے۔ جنھوں نے یہاں سے فراغت کے بعد پہلے جالندھر (پنجاب) میں اور پھر ملتان میں عظیم دینی مدارس اور تعلیم گاہیں قائم کیں۔

بریلی کے اس دور کے علمی ماحول میں "دیوبندی مکتب فکر" کی گہری

چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں یہاں کے "مطبع صدیقی" سے جب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب "تحذیر الناس" شائع ہوئی تو اسے یہاں کے علمی اور دینی حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی تھی۔ اس دور میں بریلی کے اس عظیم علمی ماحول میں اگرچہ ہمیں احمد رضا خاں صاحب کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ تاہم ان کے والد مولانا نقی علی خاں نے مدرسہ مصباح العلوم والوں سے معاصرانہ چشمک اور چھیڑ چھاڑ شروع کردی تھی۔ مولانا نقی علی ابتداء میں مولانا یٰسین صاحبؒ کے پاس بہت زیادہ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ پھر انھوں نے بریلی کے علمی ماحول میں اپنا وقار قائم کرنے اور عوام الناس میں اپنے بارے میں "خاندانی شیعہ" ہونے کا تاثر دور کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا مکتب "مدرسہ اہل سنت" کے نام سے —— "برعکس نہند نام زنگی کافور" کی کہاوت کے بمصداق —— قائم کرلیا واضح رہے کہ مولانا نقی علی نہ تو اپنے وقت کے کسی معروف عالم کے شاگرد تھے۔ اور نہ کسی عربی درس گاہ کے فارغ —— وہ تو محض انگریزی حکومت کے مراعات یافتہ ایک "زمیندار" اور بے فکرے رئیس تھے جن کا محبوب مشغلہ اس دور کے دیگر رئیسوں اور زمینداروں کی طرح مرغ بازی، بٹیر بازی اور سیر وشکار جیسی تفریحات میں وقت گذاری تھا —— انہیں اپنے خاندانی "اثنا عشری مزاج" کی بناء پر کسی شیخ سے مرید ہونے کا خیال بھی بڑھاپے تک نہیں آیا تھا۔ بریلی میں چونکہ انہیں کوئی علمی حیثیت یا اہمیت حاصل نہیں تھی، اس لئے انہوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت سب سے پہلے بطور "تقیہ" اپنے دامن سے شیعیت کا داغ دھونے کے لئے "مدرسہ اہل سنت" کے نام سے ایک دینی مکتب قائم کرنا ضروری سمجھا اور پھر اس کے بعد اپنے "سنی" ہونے کا باقاعدہ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے بیعت ہونے کے مقصد سے اس عالم پیری میں اپنے جواں سال بیٹے "احمد رضا خاں" کے ساتھ مشہور سنی خانقاہ مارہرہ

شریف پہونچ گئے۔ باپ بیٹے دونوں نے وہاں ایک ساتھ بیعت کی اور اپنے حسن تدبیر سے پہلی ہی مرتبہ میں بیعت کے ساتھ ساتھ وہاں سے "دستار خلافت" لے کر واپس لوٹے۔ "تزکیہ وسلوک" کے مروّجہ "تصوف کے مراحل" سے گذرے بغیر ان باپ بیٹوں کو خلافت کا فوری حصول خانقاہی تاریخ کا ایک نادر واقعہ ہے! بہر حال باپ بیٹے کا یوں اچانک سنیوں کی صفوں میں چلا آنا اور ایک مکتب "اہل سنت" کے نام سے قائم کرنا بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کو اتفاق کہا جا سکتا ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کے پورے سلسلۂ نسب میں ان کے آباؤ واجداد کے نام شیعہ طرز پر اور شیعوں کے اماموں کے نام پر پائے جاتے ہیں۔ جیسے ان کے والد کا نام نقی علی، دادا کا نام رضا علی اور پردادا کا نام کاظم علی تھا۔ اور اس بات کا اعتراف تو احمد رضا خاں صاحب کے سوانح نگاروں کو بھی ہے کہ ان کا خاندان ایران سے آکر ہندوستان میں آباد ہوا تھا۔ اس حقیقت سے ساری دنیا واقف ہے کہ کئی صدیوں سے ایران میں شیعوں کی حکومت پائی جاتی ہے اور وہاں کی آبادی کا ۹۷ فیصد حصہ شیعہ مذہب کا پیروکار ہے۔

مولانا نقی علی خاں نے شیعیت کے "عظیم کاز" کے لئے بطور "تقیہ" اپنے آپ کو سنیت سے قریب ظاہر کرنے کے لئے پہلے تو مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے ناظم اور صدر مدرس مولانا محمد یٰسین صاحبؒ سے قریب ہونے کی کوشش کی اور ان کی ہدایت کے مطابق ان کے بیٹے احمد رضا خاں نے "مدرسہ اشاعت العلوم" میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اور وہ نماز بھی مصلحۂ "اشاعت العلوم" سے ملحق "مسجد سرائے خام" میں پڑھتے تھے۔ احمد رضا خاں صاحب کچھ ذاتی وجوہ کی بناء پر مدرسہ مصباح العلوم کے بجائے "اشاعت العلوم" کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن دار العلوم دیوبند کے اولین جلسہ دستار بندی میں شیخ الحدیث مولانا محمد یاسین صاحبؒ کی شرکت کے بعد اچانک ہی

احمد رضا خاں صاحب کے دماغ میں دارالعلوم کی مخالفت کا سودا سمایا تو انہوں نے سرائے خام کی مسجد میں نماز پڑھنے کی مصلحت یا "تقیہ" کو قطعی خیر باد کہہ دیا۔ پھر آپ پر وہ دور بھی آیا کہ بریلی شہر میں ہر طرف علمائے دیوبند کا دور دورہ ہونے کی وجہ سے انہیں جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی لائق اعتماد جگہ نہ ملتی تھی۔ اس پریشانی میں احمد رضا خاں صاحب کو ایک مرتبہ نماز جمعہ ایک دوکان میں پڑھنی پڑ گئی(۱)

المختصر یہ کہ بریلی ان دنوں پورے طور پر "ولی اللّٰہی مکتب فکر" کے اسی عقیدہ و خیال کے علماء کا بڑا مرکز تھا جو آگے چل کر "دارالعلوم دیوبند" کے قیام کے بعد "علمائے دیوبند" کے نام سے موسوم ہوئے۔ یہاں کی دینی قیادت عرصۂ دراز سے انہیں اکابر علماء کے ہاتھوں میں تھی اور یہی لوگ یہاں کی دینی آواز سمجھے جاتے تھے۔ صرف بریلی ہی نہیں بلکہ برصغیر ہند کے ہر بڑے شہر کی علمی دنیا انہیں کے خیال اور عقیدے کے علمائے دین کے دم سے آباد تھی۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد بھی عرصہ دارز تک یہ بات کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھی کہ یہ کسی نئے عقیدے یا "گمراہ طرز فکر" کا مرکز ہے یا اس سے متعلق یہ حضرات علماء کرام اور اکابرین ملت اور ان کے منتسبین کوئی نیا فرقہ ہیں۔ وہ تو ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں علمائے امت کی ناکامی اور انگریزوں کی ان کے خلاف انتقامی کاروائی نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے جن سے فائدہ اٹھا کر اور انگریزی حکومت کے زیر عاطفت جناب احمد رضا خاں صاحب علمائے دیوبند کے خلاف ایک فضا بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور ان نازک ترین حالات میں جبکہ انگریزوں کے عتاب کے ڈر سے عوام الناس علماء دیوبند کی حمایت میں ایک لفظ بھی بولنے کی جرأت نہیں

---

(۱) "مُطالعہ بریلویت" علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی ج ۴ ص ۲۴ ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر (انگلینڈ)

کر سکتے تھے، خانصاحب بریلوی نے حکومت کی پشت پناہی کے بل بوتے پر خوب کھیل کھیلے اور علمائے دیوبند کے خلاف جھوٹے الزامات اور ان کی کتابوں میں عبارتوں کی کتر بیونت اور ہاتھ کی صفائی دکھاکر عوام الناس کو بے توف بنانے اور انہیں علمائے دیوبند سے بدظن اور متنفر کرنے میں کامیاب ہوگئے ——!

آئندہ صفحات میں ہم ان شاءاللہ العزیز ان "فاضل بریلوی" خاں صاحب کی اسی مفسدانہ ذہنیت کی قلعی کھولنے اور اسلام اور مسلمانانِ ہند کے خلاف ان کی شر انگیز مُہم اور معاندانہ کوششوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے درمیان نفرت وعداوت کے بیج بوکر ان کی وحدت وسالمیت اور صدیوں سے ان کے دلوں میں موجود باہمی یگانگت اور جذبہ اخوت کو پارہ پارہ کرنے کی "سبائی مُہم" اور اسلام دشمن سازشوں کو بھی بے نقاب کرنے کی حتی الامکان سعی کریں گے۔ ہماری اس ساری خامہ فرسائی کا مقصد "مخالفت برائے مخالفت" ہرگز نہیں ہے بلکہ صرف "گذارش احوال واقعی" ہے، اور اس بات کے "دستاویزی ثبوت" فراہم کرنے کی ایک کوشش، کہ "بریلویت" اپنے سارے شور وشغب ہاؤ ہو، اور نعرہ ہائے "مسلک" ودعویٰ "اہل سنت" کے اپنے افکار ونظریات کی روشنی میں دین اسلام کے لئے "مخلص" ہرگز نہیں ہے اور اس کی تہہ میں نہ تو مثبت تعمیری ذہن ہے اور نہ قرآن وسنت کی نصوص پر مبنی ٹھوس علمی اور دینی دلائل! مسلک احناف یا دوسرے الفاظ میں "مسلک اہل سنت" سے اُن کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ شاید انہیں خود بھی اس بات کا احساس ہے، اسی لئے یہ لوگ اب "مسلک اہل سنت" کے بجائے "مسلک اعلیٰ حضرت" کے فروغ کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کا "مسلک" کا نعرہ لگانا یا عقیدہ واعتقاد کی دہائی دینا محض ایک فریب ہے اور مسلم عوام کے جاہل طبقہ کو رجھانے اور اپنے ساتھ ملانے کا ایک ٹیکٹ اور حربہ! ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ "مسلک" جو عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی

ہوتے ہیں دین اسلام پر چلنے کے لئے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ) کا قرآن و سنت کی نصوص اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں اجتہاد کرنے کے بعد ایک مخصوص اور متعین راستہ۔ عقیدہ اور اعتقاد بھی اسی چیز کا دوسرا اصطلاحی نام ہے۔ واضح رہے کہ غیر مقلدین کے مختصر سے گروہ کے دعاوی کے علی الرغم، امت مسلمہ کا صدیوں سے اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اسلام اور اس کی حقانیت ساری دنیا میں، انہیں چاروں برحق فقہی "مسلکوں" (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کے درمیان ہی محفوظ اور موجود ہے۔ ان سے ہٹ کر اب قیامت تک جو بھی "نیا فقہی مسلک" بنے گا وہ دین میں الحاد ہوگا اور اسلام اور اس کے سرچشمے قرآن اور سنت سے اس نئے مسلک کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوگا جس طرح "فقہ جعفری" یعنی شیعی مسلک اسلام سے بالکل علیحدہ اور گمراہ گروہ ہے چنانچہ دلائل اور شواہد کی روشنی میں ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم یہ بات قرآن و سنت سے ثابت کردیں کہ ائمہ اربعہ کے چاروں مسالک حقہ کے علاوہ یہ جو نیا مسلک "مسلک اعلیٰ حضرت" کے نام سے منصہ شہود پر آیا ہے اس کا اسلام کے عمومی مزاج اور اس کی قدروں سے کوئی واسطہ نہیں۔ اصلیت میں یہ محض ایک "زندقہ" ہے اور دشمنان اسلام یہود کی اسلام سے دیرینہ عداوت و بغض و کینہ کے اظہار کا ایک "سبائی پلیٹ فارم" جس کے ذریعہ وہ ملت اسلامیہ کی عالمی وحدت کی جڑیں کھودنے اور افتراق بین المسلمین کے بیج بونے میں مصروف ہیں!

سرچشمۂ فکر بریلویت

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب، جب یہاں پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہونچے تو ان کے والد نقی علی خاں کے لئے یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا کہ وہ انہیں دینی تعلیم کے لئے کس مدرسے میں داخل کرائیں؟ سارے بریلی اور

قرب وجوار کے مدرسوں پر "دیوبندی فکر" کے علماء کا قبضہ تھا ــــــ یعنی وہ "سنی فکر" جو "شیعیت" کا قلع قمع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے اور اس فکر کے حامل اکابر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے "مکتوبات" "ردروافض" اور "ازالۃ الخفاء" جیسی کتابیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے "تحفۂ اثنا عشریہ" لکھ کر روافض پر حجت تام کر دی تھی۔ ظاہر ہے کہ نقی علی خاں اپنے خاندان کے اس لاڈلے "امن میاں" کو کیسے ان دیوبندی مدارس میں پڑھنے کے لئے بھیج دیتے؟ تقیہ اپنی جگہ، مگر ذہنی خلش اور "خاندانی سبائی مزاج" کی افتاد بھی آخر کوئی چیز ہے؟! لہٰذا وہ مجبوراً اپنے فرزند دلبند احمد رضا خاں صاحب کو خود ہی گھر پر پڑھاتے تھے۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس بات کا اعتراف خود بھی کیا ہے کہ:

> "میرا کوئی استاذ نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق، ضرب و تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو یہ علوم مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے"(۱)

بہر حال: مولانا نقی علی نے، جن کا شہر بریلی میں اس وقت کوئی خاص علمی تعارف نہیں تھا، اگرچہ اپنے اوپر سے شیعہ ہونے کی قدیم تہمت دور کرنے کے لئے کچھ عرصہ کے بعد ایک چھوٹا سا کتب "مدرسہ اہل سنت" کے نام سے قائم کر لیا تھا مگر احمد رضا خاں صاحب پھر بھی اپنے والد سے گھر میں ہی پڑھتے تھے۔ آپ کا خاندان غالباً اس امید پر جیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور "علم لدنی" سے نوازے گا اور یہ اس کے ذریعہ اپنے خاندان کا نام روشن کریں گے!

---

(۱) "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۲

جناب نقی علی خاں نے اپنے "ہونہار پوت" کی تعلیم و تربیت اپنی زیر نگرانی جس نہج پر کی تھی اور اپنے "خاندانی رجحانات" کے مطابق بچپن ہی سے انہیں اہل سنت کے عقیدۂ توحید کے خلاف جس طرح برانگیختہ کیا تھا، تقیہ کے دبیز پردوں کے باوجود اس کے زہریلے اثرات، نفرت و عداوت کے غبار کی شکل میں چھن چھن کر ان کے صاحب زادے کے ذہن کے دریچوں سے باہر آتے رہے اور ان کی درپردہ "سبائی ذہنیت" کی قلعی کھولتے رہے ——!
مثال کے طور پر جب علماء دیوبند نے اپنی کتابوں میں خاص طور پر "تقویۃ الایمان" میں توحید کے اس روشن عقیدے پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو خاں صاحب بریلوی کی "رگ سبائیت" تلملا اٹھی۔ خدا کو قادر مطلق سمجھنے کا عقیدہ چونکہ اہل تشیع کے بارہ اماموں کے "تکوینی حقوق" پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے اور ان کی طرف منسوب "الوہی خصوصیات" کی نفی کرتا ہے، اس لئے اس کے خلاف خان صاحب کا غیض و غضب میں آنا لازمی تھا۔ سب سے پہلے توانھوں نے بطور انتقام "تقویۃ الایمان" کے مصنف مولانا اسماعیل صاحب شہید دہلوی کو ان خطابات سے نوازا۔

"سرکش، طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی"(۱)

پھر تمام علمائے دیوبند کی کتابوں سے نفرت و عداوت پیدا کرنے کے لئے غیض و غضب اور سب و شتم کا اظہار اس طرح کیا:

"دیوبندی عقیدہ والوں کی کتابیں ہندوؤں کی پوتھیوں سے بدتر ہیں۔ ان کتابوں کا دیکھنا حرام ہے۔ البتہ: ان کتابوں کے ورقوں سے استنجا نہ کیا جائے حروف کی تعظیم کی وجہ سے نہ کہ ان کتابوں کی"(۲)

---

(۱) "الامن والعلی" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱۲

(۲) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۳۶

نیز یہ کہ:

"دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے۔ ان پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں دیوبندیوں یعنی شیطان کے بندوں سے پناہ میں رکھ" (۱)

لیکن اس کے باوجود بھی جب ان کے ذوقِ انتقام اور انانیت کو تسکین نہیں ہوئی تو وہ انسانیت شرافت اور اخلاق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے براہ راست اس قادر مطلق، رب العالمین کی اہانت اور بدگوئی پر اتر آئے۔ خوف خدا سے بے نیاز ہو کر وہ "اللہ کی قدرت" کے عقیدے کے امکانی پہلوؤں کو اس طرح بازاری الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں:

"تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کروائے ورنہ دیوبند کی چکلہ والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا"۔ (۲)

واضح رہے کہ یہاں چکلہ والیاں علمائے دیوبند کو کہا جا رہا ہے۔ پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو اور ضروری ہے کہ آلہ تناسل بھی ہو، اور یوں خدا کے مقابلہ میں ایک خدائن ماننی پڑے گی" (۳)

اس کے علاوہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے "فتاویٰ رضویہ" جلد اول میں "وہابی کے خدا" کا عنوان دے کر رب العزت کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ بھی بطور "عبرت" ملاحظہ ہو! نقل کفر، کفر نہ باشد۔ لکھتے ہیں کہ: "وہابی ایسے کو خدا کہتے ہیں کہ":

---

(۱) "سبحان السبوح" (حاشیہ) احمد رضا خاں بریلوی ص ۷۵

(۲) سبحان السبوح (حاشیہ) احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴۳

(۳) "سبحان السبوح" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴۳

"اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کامرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کامنہ، بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی دونوں علامتیں (یعنی آلہ تناسل اور شرمگاہ) بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں، جوف دار کھکل ہے۔ سبوح و قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے۔ یا کم از کم اپنے کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خود کشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے بلکہ ماں ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا اور سمٹتا ہے۔ برہما کی طرح چو مکھا ہے جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے اور بندوں کے خوف سے جھوٹ سے بچتا ہے کہیں وہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں، ایسے کو جس کی خبر ہے اور علم۔ کچھ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا ہے۔ علم سچا ہے تو خبر جھوٹی ہے۔ ایسے کو جو سزا دے تو مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے۔ معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈتا ہے۔ خلق کی آڑ لیتا ہے"(۱)

احمد رضا خاں صاحب کی اس پوری عبارت میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو گندے اور گستاخانہ کلمات استعمال کئے گئے ہیں اور جو "شرمناک باتیں" فرضی امکانات کا سہارا لے کر بیان کی گئی ہیں ان کو نقل کرتے ہوئے بھی ایک

(۱) "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۱ ص ۷۴۵ ناشر: رضا اکیڈمی بمبئی۔ تقسیم کار: رضوی کتاب گھر نیبی نگر بھیونڈی ضلع تھانہ (سن اشاعت: شوال المکرم ۱۴۰۵ھ)

مومن کا قلم کانپتا ہے۔ کسی فریق کو تختۂ مشق بنانے کے لئے کیا ان کے سامنے خدا ہی کا نام رہ گیا تھا۔۔۔۔؟ کاش! کوئی بریلویت کے علمبرداروں سے پوچھتا کہ تمہارے یہ "اعلیٰ حضرت" علماء دیوبند کے پیشوا مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر غلط طور سے یہ "فرضی الزام" لگاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے "امکان کذب" کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں اور یہ کہ انہیں مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنے اوپر لگائے گئے اس غلط الزام کی اگرچہ پرزور تردید کی تھی اور خود کو ایسی کفریہ بات کہنے سے بری الذمہ قرار دیا تھا اس کے باوجود ان پر سے خاں صاحب کا لگایا ہوا کفر کا فتویٰ نہیں ہٹا۔ حالانکہ جو بات مولانا گنگوہیؒ کی طرف خاں صاحب بریلوی نے منسوب کی ہے وہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف صرف ایک امکان، یعنی "امکان کذب" ہی تو ہے۔ واقعی طور پر اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ بالفعل "جھوٹا" بتانے کا الزام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر خانصاحب خود بھی نہیں لگاتے پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے "امکان کذب" کے الزام سے واضح طور پر برأت اور اظہار تردید کے باوجود ان کے کفر پر بریلوی حضرات آج تک متفق اور اس پر مُصر ہیں جبکہ ان کے "اعلیٰ حضرت" نہایت دیدہ دلیری سے اپنی کتاب "سبحان السبوح" اور "فتاویٰ رضویہ" میں دیوبندیوں کے خدا کے الفاظ کا سہارا لے کر ایک "امکان" نہیں بیسیوں "شرمناک امکانات" قدرت ذات باری تعالیٰ کے لئے فرض کر ڈالے اس کے باوجود بھی وہ کافر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے برعکس ان کے نام لیوا اور معتقد پرستار انہیں "ولی کامل" اور "مجدد ماۃ حاضرہ" کے خطابات دیتے ہیں

یہ بات ذہن نشین رہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے ذات باری تعالیٰ کے لئے جو شرمناک "امکانات" فرض کئے ہیں وہ ان کی کتابوں "سبحان السبوح" اور "فتاویٰ رضویہ" کے صفحات پر آج بھی موجود ہیں اور مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ پر لگایا گیا ذات باری تعالیٰ کے لئے "امکان کذب" کا جھوٹا الزام فتاوی رشیدیہ تو کجا ان کی کسی کتاب میں بھی نہیں ملتا، حقیقت یہ ہے کہ یہ بے بنیاد الزام یا "امکان کذب کا عقیدہ" بھی مذکورہ بالا شرمناک "امکانات" کی طرح خود احمد رضا خاں صاحب کے اپنے ذہن و دماغ کی پیداوار ہے اور صرف اور صرف ان کی کتاب "حسام الحرمین" کے صفحات پر ہی پایا جاتا ہے!

ایسے موقع کے لئے کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے

تمہاری زلف تک پہونچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی!

بہر حال اللہ رب العزت کے لئے احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جو سوقیانہ انداز بیان اختیار کیا ہے اور تمثیلی پیرائے میں جس طرح تمسخر اور توہین باری تعالیٰ کا ارتکاب ان کی کتابوں "سبحان السبوح" اور "فتاوی رضویہ" میں پایا جاتا ہے۔ ایسا گھناؤنا فعل کسی "سنی العقیدہ" مسلمان کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز تمام نقائص و عیوب سے مبرا اور پاک ہے۔ وہ تو سبّوح قدوس ہے ذوالجلال والاکرام ہے۔ کوئی سنی العقیدہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ایسی کوئی غلط اور توہین آمیز بات لکھنا یا کہنا تو درکنار اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ عقیدہ تو حقیقت میں اہل تشیع کے مذہب کی اساس۔ ان کے عقیدے کی رُوح اور ان کا سرمایہ ایمان ہے کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ سے بھی غلطیوں کا صدور ممکن ہے اور تفویض رسالت کے سلسلے میں، نیز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی دائمی رضا کا پروانہ (یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) قرآن مجید کے ذریعہ دینے میں ـــــ اور صرف یہی دو باتیں نہیں بلکہ دین کے بہت سے معاملات میں ـــــ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے چوک ہوئی ہے۔ اس چوک یا غلطی کو ان کے مذہب میں "بداء" کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے "بداء کا عقیدہ" تمام شیعہ مذہب کے پیروکاروں

کا جزء ایمان ہے۔

بہر حال یہ عقیدہ شیعہ مذہب کی جان ہے۔ خان صاحب بریلوی تقیہ کے پر فریب لبادہ میں ملبوس ہونے کی وجہ سے اس کا اظہار کھل کر تو کر نہیں سکتے تھے اس لئے انہوں نے چور دروازے سے عقیدہ توحید کو اپنا نشانہ بنایا اور اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے علمائے دیوبند سے دشمنی کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ باتیں کہہ گذرے جن کا تصور اور وہم و گمان بھی علمائے دیوبند تو کیا، کسی بھی شریف انسان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتا——! یہ "بداء" کے عقیدے کی ہی ان کے ذہن پر چھاپ تھی اور اس کی ترجمانی کا جذبہ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے فاسد گمان اور توہین آمیز کلمات اور سوچ کو اپنے ذہن میں جگہ دی، اور یہی نہیں بلکہ ان تمام خرافات کو برملا صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے ہوئے انہیں ذرا بھی شرم و حجاب یا جھجک محسوس نہیں ہوئی——! اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے واہی امکانات اور گندی و چھچھوری باتیں زبان قلم سے نکالتے ہوئے انہیں کوئی ہچکچاہٹ یا تردد شاید اس لئے بھی نہ ہو سکا کہ وہ اپنی "خاندانی سوچ" کے مطابق ذات باری تعالیٰ کو نقائص اور غلطیوں سے مبرا نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ کوئی انصاف پسند، احمد رضا خاں صاحب سے نہ سہی، ان کے حوارین اور "کلمہ گو" غالی معتقدین سے ہی یہ سوال کر سکتا ہے کہ آخر علماء دیوبند نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی فحش اور گندی باتیں یا ایسا واہی عقیدہ اپنی کس کتاب میں لکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کا جواب قطعی طور پر نفی میں ہوگا۔ پھر ایسی صورت میں ان کے "اعلیٰ حضرات" احمد رضا خاں صاحب نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں مفروضات اور "امکانات" کے سہارے جو سب و شتم اور ہرزہ سرائی کی ہے، اس کو آخر دین اور ایمان کے کس خانہ میں فٹ کیا جائے گا——؟!

اس ضمن میں قابل غور بات یہ ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کی ذات میں جس

طرح سے ثنویت یا دو خداؤں کے قائل ہیں ——— یعنی ایک وہ خدا جسے وہ عام طور پر "بنی اسرائیل کا خدا" کہتے ہیں اور جس کا ان کے نزدیک دیگر انسانوں کی تخلیق اور پرورش و ربوبیت سے کوئی واسطہ نہیں (یہودی خود کو اپنے اسی خدا کا بیٹا اور محبوب کہتے ہیں) اور دوسرا خدا ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک وہ ہو گا جس نے دیگر تمام انسانوں اور مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہ دوسرا خدا ان کے اپنے خدا کا ہمسر یا مد مقابل نہیں ہو سکتا۔ (نعوذ باللہ من ذلک الخرافات) لہٰذا جس طرح یہودیوں کو اپنے خدا کے علاوہ دیگر تمام انسانوں کے "خدا" کی توہین و تنقیص اور تذلیل کے الفاظ ادا کر کے حظ نفس حاصل ہوتا ہے ——— ٹھیک اسی نہج پر احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی دیوبندیوں کا دوسرا خدا فرض کرتے ہوئے اس کی توہین و تنقیص میں زور قلم صرف کر ڈالا۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ اپنی جس کتاب میں سب سے پہلے انہوں نے دیوبندیوں کے "علیحدہ خدا" کے لئے شرمناک صفات گنائی ہیں، اس کتاب کا نام انہوں نے بطور خاص طنزیہ انداز میں "سبحان السبوح" تجویز کیا۔ یعنی وہ کتاب جس میں "خدا کی پاکی" بیان کی گئی ہے ——— یہ مخصوص ذہنیت اور سوچ ان کے کس ذہنی رخ اور انداز فکر کی طرف اشارہ کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اُندلس کے مشہور فقیہ اور بلند مرتبہ عالم دین "ابن عبد ربہؒ" کی قبر کو نور سے بھر دے جنہوں نے اپنی کتاب "العقد الفرید" میں یہود اور شیع کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی مومنانہ فراست سے کام لیتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے کا چربہ بتلایا ہے اور دلائل و مثالوں کے ذریعہ انہیں ایک ہی سکے کے دو رخ ثابت کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود جو کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق مسلمانوں کے دشمن نمبر اول ہیں (اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا) انہوں نے اسلام کے مستحکم قلعہ میں نقب زنی کرنے کے لئے نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے پہلے شیعیت کی نقاب

پہن کر مسلمانوں کی صفوں میں نفوذ کرنے کی کوشش کی اور "محبت اہل بیت" کے حیلہ سے ان کے جذبات عقیدے کو مہمیز کر کے بآسانی انہیں اپنے دام میں پھنسالیا لیکن جب ایران کو چھوڑ کر دنیا کے باقی حصوں میں انہیں شیعیت کے ذریعہ عامۃ الناس کو رجھانے اور اپنے ساتھ ملانے میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی تو ان شاطر دشمنوں نے "تقیہ" کا سہارا لیکر خود کو سنی العقیدہ ظاہر کیا اور مختلف علوم وفنون میں دسترس اور کمال حاصل کرنے کے بعد عوام الناس میں اعتماد، وقار اور باعزت مقام حاصل کرنے کے بعد "تصوف کے راستے" سے رفتہ رفتہ مسلمانوں کے پیر و مرشد" بن بیٹھے۔ اور اس طرح اپنی عقیدت و "ولایت" کا سکہ جاہل عوام کے ذہنوں پر بٹھانے کے ساتھ ساتھ عقیدت کے نشہ میں ہی چور جاہل مریدوں کے ذریعہ شیعیت کے بالواسطہ طور پر فروغ واشاعت اور شرک وبدعت کی آبیاری کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بلاشبہ ان دشمنان اسلام نے قرآن وسنت کے استیصال اور دین کی حقیقی قدروں کو ملیامیٹ کرنے کی ماضی میں کسی طرح کی کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہے——!!

جہاں تک شیعی عقائد کی تبلیغ واشاعت کی بات ہے تو جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی ان کی تشہیر اور ترویج واشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں اس کی گواہ ہیں۔ ہم ان کے مبینہ طور پر شیعی عقائد وخیالات کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز آئندہ صفحات میں۔ مناسب موقع پر حسب ضرورت کریں گے۔
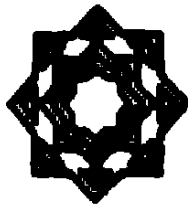
باب نمبر ۳
غلبۂ بریلویت
کیوں اور کیسے؟

المرء يجمَع والزمان يفرِّق

ويظل يرقع والخطوب تمزق

(شیخ صالح بن عبدالقدوس)

انسان اپنی کوشش سے

جو کچھ

اکٹھا کرتا ہے زمانہ اس کو

بکھیر دیتا ہے

انسان رفو گری میں مشغول ہے

اور

حوادث اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں

گذشتہ صفحات میں ہم یہ بات تاریخی دلائل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کہ بریلوی فکر کے سرخیل، جناب احمد رضا خاں صاحب کے اس دنیائے رنگ و بو میں آنے سے پہلے برصغیر ہند کے طول و عرض میں جن علمائے حق کے عقائد اور ان کا سکہ چلتا تھا وہی آگے چل کر قیام "دارالعلوم دیوبند" کے بعد "علمائے دیوبند" کہلائے۔ اور بریلویوں کی معاندانہ کوششوں کے علی الرغم آج بھی ـــــ غیر مقلدین کا مختصر سا گروہ چھوڑ کر ـــــ برصغیر ہند و پاک کے اندر علمائے دیوبند ہی کی علمی سیادت، دینی تفوق، عظمت کردار، اور اخلاقی برتری کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ ملک کی آزادی اور تقسیم کے بعد، دونوں ملکوں میں ایوان حکومت سے لیکر ملی قیادت کے مختلف پلیٹ فارموں تک ہر جگہ اسلام کے حقیقی نمائندے کہلانے کا شرف اور قدر و منزلت انہیں "علمائے دیوبند" کو حاصل رہی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود ذہن کے گوشوں میں یہ خلش اور سوالیہ نشان پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا اسباب و عوامل تھے کہ جن کے باعث شہر بریلی، دیوبندی فکر اور خیالات سے روگردانی کر کے بالکلیہ احمد رضا خاں صاحب کی گود میں جا پڑا اور ان کے فاسد خیالات اور افکار باطلہ کا مرکز بن گیا؟

آیئے، بریلویت کے اثر و نفوذ اور اس کے اسباب و محرکات پر تاریخی شواہد اور حقائق و واقعات کی روشنی میں غور کریں:

برصغیر ہند پر برطانوی استعمار کا غلبہ اور اس کے استیلاء کا تاریک دور تقریباً دو صدیوں پر محیط ہے۔ شاطر دماغ انگریزوں نے یہاں کے در و بست پر قابض

ہونے اور اس کے بعد اپنی حکومت کے استحکام اور توسیع و ترقی کے لئے جو جامع فارمولا بنایا تھا، وہ تھا "لڑاؤ اور راج کرو" (Devide And Rule) اس فارمولہ کے تحت ہندوستان پر قبضہ کرنے سے پہلے انہوں نے یہاں کی خود مختار مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کو باہم لڑانے اور ایک دوسرے سے برسر پیکار کرنے کی منصوبہ بندی کی تاکہ اس طرح ان کی عسکری قوت مجروح ہو۔ پھر ان حکمرانوں کی باہمی آویزش اور ٹکراؤ میں کبھی ایک فریق اور کبھی دوسرے فریق کی براہ راست یا بالواسطہ مدد اور اقتصادی تعاون کر کے اس کے معاوضہ میں ان انگریزوں نے ان سے زبردست سیاسی اور تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اکثر و بیشتر ریاستی حکمراں نوابوں کو ان کی باہمی جنگوں کے لئے ـــــ جو انھیں انگریزوں کی شاطرانہ چالوں کے نتیجہ میں ہی بھڑکتی تھیں ـــــ انھوں نے بھاری بھاری قرضے بھی دئے اور رفتہ رفتہ انہیں اپنا انتہائی مقروض اور زیر بار کر کے ان کے سیاسی معاملات اور انتظامی امور میں مداخلت شروع کر دی۔ ریاست کے انتظامی امور میں دخیل ہونے کے بعد انھوں نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ ایک کے بعد ایک تمام ریاستوں پر قبضہ کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر ان انگریزوں کی حکمرانی ہو گئی۔ اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا جبکہ انھوں نے ۱۸۵۷ء کے جہاد میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرنے کے بعد رنگون جلاوطن کر کے بھیج دیا اور پھر خود دہلی کے تخت پر بیٹھ کر بلا شرکت غیر پورے ہندوستان کے حکمراں اور مالک بن بیٹھے ـــــ!

ہندوستان کے مسلم حکمراں ـــــ خواہ وہ مغل سلاطین ہوں یا دیسی ریاستوں کے نوابین ـــــ اپنی تمام عیش کوشیوں اور دینی شعائر سے بے پرواہ ہونے کے باوجود بہر صورت اس ملک میں اسلام کی بقا و استحکام کے امین اور ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے ضامن بنے ہوئے تھے۔ اسلامی قوانین کی پاسداری

اور قرآن وسنت کی قدروں کا احترام ــــــ مغل حکمراں اکبر کے دور کو چھوڑ کر ــــــ تقریباً ساری مسلم حکومتوں میں موجود تھا۔ یہ مسلم حکمراں اکثر وبیشتر ہندوستان کے طول وعرض میں موجود دینی اداروں مدارس اسلامیہ، مساجد اور خانقاہوں وغیرہ کے تحفظ اور ان کی امداد وتعاون میں مرکزی کردار ادا کرتے تھے۔ ائمہ مساجد کے وظائف اور مدارس اسلامیہ کے تعلیمی اخراجات کا بیشتر حصہ عموماً ان کی جیب خاص یا ریاستی خزانے سے پورا ہوتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنی تمام تر بے عملیوں اور عیش وعشرت میں ڈوبے رہنے کے باوجود بہر حال اس ملک میں اسلام کے سرپرست اور ملت اسلامیہ کے نگراں اور محافظ سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ ان کے دور میں رائج قوانین حکمرانی پورے طور پر اسلامی قوانین سے ہم آہنگ اور قرآن وسنت کے اصولوں پر مبنی نہیں تھے۔ تاہم مجموعی طور پر ان کے دور حکومت میں قرآن وسنت کی اقدار کو، ایوان حکومت سے لیکر عوامی زندگی کے شعبوں تک، تہذیبی فوقیت اور بالادستی کا درجہ حاصل تھا۔

انگریز جب اس ملک کے سیاہ وسپید کے مالک ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے ہر جگہ بچے کچھے اسلامی قوانین اور اس کی دفعات کو ختم کر کے عدالتوں میں، برطانوی قانون (Biritish Law) کا نفاذ کیا اور دیوانی وفوجداری کے سارے مقدمات ومعاملات کے فیصلے اس کے مطابق ہی کئے جانے لگے ــــ مسلمانوں کے "عائلی قوانین" (Personal Law) کے گنے چنے معاملات جیسے نکاح، طلاق وراثت کے شرعی قوانین کو چھوڑ کر باقی سب کچھ برطانی قانون (.I.P.C) کے مطابق فیصل ہونے لگا۔ اور اس طرح ہندوستان کے مسلمان بہت سے معاملات میں قرآن وسنت کے تقاضوں پر عمل کرنے اور اسلامی قوانین کی سہولتوں اور برکتوں سے قطعی طور پر محروم ہوگئے ــــــ!

دوسری بڑی خرابی انگریزوں کے حکمراں بننے سے یہ پیدا ہوئی کہ انھوں

نے ہندوستان پر قبضہ جماتے ہی مغربی تعلیم و تمدن اور فرنگی تہذیب و طرز معاشرت کو فروغ دینے کے لئے نہ صرف یہ کہ ملک کے گوشہ گوشہ میں بے شمار اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں کھول دیں بلکہ جگہ جگہ "مشن اسکول" اور "کانونیٹ" کے نام سے اور لاتعداد پرائمری تعلیمی مراکز کی بنیاد ڈالی جن میں ننھے منھے معصوم بچوں کے کورے اور شفاف ذہن پر عیسائیت کا نقش بٹھایا جانے لگا اور اسلامی اقدار و روایات کی تحقیر و بے وقعتی کا احساس ان کے دلوں میں پیدا کیا جاتا۔ اس طرح انھوں نے نئی نسلوں کو پروان چڑھنے کے بعد عیسائیت کا وفادار اور اس کے عقیدہ و افکار و خیالات کا آئینہ دار بنانے کی ترغیب و تربیت دینی شروع کر دی! فارسی و عربی زبانیں جن میں اس دور کا سارا اسلامی سرمایہ تھا ان کی تعلیم سرکاری سطح پر موقوف کر کے ملک کی سرکاری زبان انگریزی کو بنایا گیا جس میں عدالتوں سے لیکر سرکاری اور کاروباری اداروں تک کام کرنا لازمی تھا۔ اسکول اور کالجوں کے علاوہ دفاتر اور تمام عوامی اداروں میں انگریزی کے بغیر کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ جس کے لازمی اثرات یہ مرتب ہوئے کہ انگریزی زبان اور مغربی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہاں کے لوگوں کے انداز فکر اور طرز معاشرت میں انقلابی تبدیلیاں پیدا ہوئیں بلکہ الناس علی دین ملوکھم کے اصول کے مطابق اپنے حاکموں کی خوشنودی حاصل کرنے اور سرکاری محکمہ جات میں اعلی ملازمتوں کے حصول کی غرض سے ہندوستان کے مسلمانوں کے بڑے طبقے نے تیزی کے ساتھ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب و تمدن اور ان کے طرز معاشرت کو اپنانا شروع کر دیا، "اسلامی لباس" یا مسلم معاشرے میں صدیوں سے رائج اور معروف سادہ اور ڈھیلے ڈھالے لباس کی جگہ تیزی کے ساتھ کوٹ پتلون، نکٹائی، اور تسموں والے جوتے یعنی "بوٹ" نے خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ اور کھانے پیتے گھرانوں میں مقبولیت حاصل کر لی انگریز

عورتوں کے نت نئے عریاں لباس کو دیکھ کر فریب خوردۂ تہذیب فرنگ مسلم گھرانوں کی عورتوں میں بھی ان کی ریس اور "فیشن" کے نام پر اسلامی معاشرہ کی صدیوں پرانی قدروں اور حیا و شرم کے نیلام کرنے کا جنون اور جذبہ پیدا ہونے لگا۔ غرض یہ کہ انگریزوں کی مسابقت کے ملک گیر رجحان کے نتیجہ میں، مسلم معاشرے کے اندر شرم و حیاء کا فقدان، بے راہ روی فحاشی، بے حیائی اور نوجوان نسلوں میں، ذہنی آزادی کے رجحانات نے اندر ہی اندر زور پکڑنا شروع کر دیا، جو اسلامی تہذیب اور اقدار و روایات کے ساتھ ساتھ شریعت کی ہدایات کے بھی سراسر منافی تھا۔ جن کے نتیجہ میں دین سے بے رغبتی اور اسلامی شعائر سے بیزاری کی فضا پیدا ہوئی۔ خاص طور پر اسکول اور کالجوں میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم (Co Education) کے مغربی رواج نے اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرے پر جو زہریلے اثرات مرتب کئے اس کے خطرناک نتائج اُس دور سے لیکر آج تک، پہلے ہمارے بزرگ اور اب ہم، سب کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں عیاں راچہ بیان؟

انگریزوں نے ہماری نئی نسلوں کو گمراہ اور ان کے اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کرنے کے لئے صرف مغربی تعلیم کے فروغ اور مخلوط تعلیمی اداروں کے قیام پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ملک میں جگہ جگہ "بال روم" یعنی ناچ گھر اور "شبینہ کلب" بھی کھولدئے جہاں مغربی تہذیب کے متوالوں کو پوری طرح اپنے رنگ میں رنگنے کے لئے شراب و شباب کی یکجائی اور فراوانی کے ساتھ ساتھ انہیں قمار بازی کی تربیت اور ناچ ورنگ کا شیدائی بنانے کے اسباب مہیا کئے جاتے تھے ——— ان شاطر انگریزوں نے بے حیائی کے ان تمام کاموں کو "آرٹ" اور "تہذیب و ثقافت" کے خوبصورت اور مہذب نام دیکر اخلاق و شرافت اور انسانیت کا جنازہ نکالنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھی تھی ———! انگریزوں کے مذکورہ بالا مقاصد کے حصول اور اسلام اور اس کی

تہذیب و تمدن کو فنا کی گھاٹ اتارنے کے لئے اشد ضروری تھا کہ اس ملک میں صدیوں سے موجود اسلامی مدارس و مکاتب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اور ایسی فضا پیدا کی جائے کہ جس سے مسلمان اپنے نونہالوں کو بالکلیہ ان مغربی تعلیمی اداروں میں بھیجنے پر مجبور ہو جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے عربی مدرسوں کو ختم کرنے کی مہم شروع کردی۔ اور ملک کے دیگر علاقوں کے ساتھ ساتھ شہر دہلی میں جہاں ۱۸۰۳ء میں یعنی انگریزوں کے قدم آنے کے وقت میں ایک ہزار سے زیادہ دینی مدارس و مکاتب تھے ان سب کو انگریزوں نے، اپنا تسلط قائم ہونے کے بعد جبراً بند کردیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے "مدرسہ رحیمیہ" کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور اس پر بلڈوزر چلا کر نیست و نابود کردیا گیا۔ انجام کار ۱۸۵۷ء میں شہر دہلی کے اندر کوئی مدرسہ باقی نہیں رہا تھا۔ ان مدارس اسلامیہ کو چلانے والے علمائے حق کو چن چن کر ختم کردیا گیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تحریک کی ناکامی کے بعد برطانوی وائسرائے نے اپنے مشیروں سے حالات حاضرہ کی جو رپورٹ طلب کی تھی اور انہیں انگریزی حکومت کے مستقبل کے لئے مثبت امکانات کا جائزہ لینے کا حکم دیا تھا، اس کی تعمیل میں اس وقت کی دہلی کی "برطانوی حکومت" کے مشیر خصوصی ڈاکٹر ولیم نے برطانوی وائسرائے کو یہ صلاح اور مشورہ دیا تھا کہ "ہندوستان کے مسلمان چونکہ بہت زیادہ بیدار ہیں اور جنگ آزادی حقیقت میں صرف مسلمانوں نے لڑی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے دلوں میں موجود جذبہ جہاد کو ختم کئے بغیر ہم لوگ مسلمانوں اور اس ملک پر حکومت نہیں کرسکتے اس لئے اس جذبہ کے روح رواں علمائے دین کو ختم کردینا بے حد ضروری ہے۔ ساتھ ہی ان کا سرچشمۂ ایمان قرآن مجید کو بھی اس سرزمین سے نیست و نابود کردیا جائے"!

چنانچہ انگریز مورخ مسٹر تھامسن کی یادداشت میں مرقوم ہے کہ اس

رپورٹ کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے انگریزوں نے ہندوستان میں تین لاکھ سے زیادہ قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کئے تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء کے دوران منصوبہ بند طریقے پر علمائے دین کو ختم کرنے کے فیصلہ پر عمل در آمد شروع ہو گیا۔ یہ تین سال ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کے لئے المناک ترین سال ہیں۔ ان تین سالوں میں انگریزوں نے چودہ ہزار علماء کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا تھا۔ تھامسن لکھتا ہے کہ:

"دہلی کے چاندنی چوک سے لے کر مغرب میں پشاور کے اس پار "درۂ خیبر" تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس پر علمائے دین کی گردنیں نہ لٹکی ہوں"!

تھامسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں نے علماء دین کو سور کی کھالوں میں بند کر کے جلتے تنوروں میں ڈالدیا، علماء کے جسموں کو دھکتے ہوئے تانبے سے داغا گیا اور درختوں سے علماء کو باندھنے کے بعد ان کے ہاتھ پیروں کو رسیوں سے باندھ کر ان کے دوسرے سروں کو ہاتھیوں سے باندھ دیا گیا اور پھر ہاتھیوں کو چلایا گیا جس سے ان کے یہ اعضاء ایک جھٹکے سے اکھڑ کر الگ الگ ہو گئے ــــــ!

تھامسن کے بقول: لاہور کی بادشاہی مسجد کے صحن میں انگریزوں نے پھانسی کا پھندا نصب کیا تھا اور وہاں ایک ایک دن میں اسی اسی علماء کو پھانسی دی گئی! اس کے علاوہ لاہور کے دریائے راوی میں اسی اسی علماء کو بوریوں میں بند کر کے ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا۔ تھامسن کا بیان ہے کہ "جب میں، اپنے دہلی کے خیمہ میں گیا تو مجھے گوشت کے جلنے کی شدید بو کا احساس ہوا۔ میں نے دریافت حال کے لئے خیمے کے پیچھے جا کر دیکھا تو وہاں کا منظر یہ تھا کہ آگ کے انگارے دہک رہے تھے اور ان انگاروں پر چالیس علماء کو ننگا کر کے ڈالدیا گیا تھا۔ اور وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے جل کر راکھ ہو گئے، اس

کے بعد پھر چالیس علماء کا ایک اور گروپ وہاں لایا گیا اور ان کو اپنے ساتھیوں کا انجام دکھاتے ہوئے کہا گیا کہ تمہارا بھی یہی انجام ہو گا ورنہ اس بات کا اعتراف کر لو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں تم شریک نہیں تھے"۔ تھامسن اپنے پیدا کرنے والے کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ان تمام علماء کی استقامت اور صبر کا یہ حال تھا کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی جنگ آزادی سے اپنی برأت کا اقرار نہیں کیا اور خوشی خوشی آگ میں جلنے پر آمادہ ہو گئے"

خدا رحمت کند ایں پاکباز و پاک طینت را!

اس طرح کے دگرگوں حالات تھے جن کی بناء پر ہندوستان بھر میں خوف و ہراس اور دہشت کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ "ولی اللٰہی فکر" کے امین اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والے ان علمائے حق پر جب عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا تو ان سے منسوب اور ان کے معتقد عوام الناس بھی حکومت وقت کی گرفت اور اس کے جبر و تشدد کے خوف سے لرزاں و ترساں تھے۔ اور ہر ایک اپنے بچاؤ اور تحفظ کی فکر میں لگا ہوا تھا!

ایسے نازک وقت میں بریلی کے اسٹیج پر ،انگریزوں کی مراعات یافتہ "زمیندار گھرانے" کے ایک فرد "احمد رضا خاں صاحب بریلوی" ان علماء حق کی فکر کے برخلاف دین کا ایک نیا تصور لے کر نمودار ہوتے ہیں۔ جس میں ایک طرف تو انگریزوں کو خوش اور مطمئن کرنے کے لئے جہاد کی فرضیت کے ساقط ہونے کا اعلان تھا اور ہندوستان کے دار الامان اور "دار الاسلام" ہونے کا فتویٰ ـــــ اور دوسری طرف علمائے دین کی گرفت ڈھیلی ہو جانے کی وجہ سے ـــــ عوام الناس خاص طور پر، جاہل طبقہ جو ہمیشہ شریعت کی پابندیوں سے دامن چھڑانے کا خواہاں رہتا ہے اس کے لئے نذر و نیاز اور عرس و فاتحہ کے بہانے دین سے آزادی اور رنگ رلیاں منانے کی نوید سنائی گئی اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے دین میں تحریف کرکے نت نئی ٹکولیوں کے

ذریعہ ان تمام خرافات اور بدعات کے لئے خوبصورت دلیلیں تراشی گئیں۔
نفسیاتی طور پر عوام کے جذبات کو ابھارنے اور ان میں "عصبیت" پیدا کرنے
کے لئے "عشق رسول" اور "عقیدت اولیاء کرام" کے بہانے "شرکیہ
عقائد" کی جہلاء کے اندر آبیاری کی گئی۔ ادھر انگریز حکومت سے وفاداری
کے صلہ میں مراعات اور جاگیریں حاصل کرنے والے "زمیندار طبقے" نے
بھی اپنی ساکھ بنانے اور اپنے انگریزی آقاؤں کو مطمئن کرنے کی غرض سے
اپنی رعایا کو، احمد رضا خاں صاحب کے "شرک و بدعت کا ملغوبہ" طرز فکر کی
پیروی کرنے اور ان کے معتقدات پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ کیا۔ مثال کے طور
پر "کونڈوں کی بدعت" کی ابتداء ریاست رام پور سے ہوئی جو اس دور میں
ایک خالص شیعی ریاست تھی۔ اس ریاست کے شیعہ نوابوں نے اس نومولود
بدعت کی سرپرستی کے لئے سرکاری طور پر اپنے محلوں میں ہر سال بڑے
اہتمام سے اس کا انعقاد کرنا شروع کر دیا۔ ان کی پیروی اور خوشنودی میں ان
کے مصاحب و امراء اور صاحب ثروت لوگ بھی اس بدعت کی ترویج و حمایت
میں آگے بڑھے اور پھر جاہل عوام نے ان کی پیروی کی۔ اس طرح شدہ شدہ
عوام الناس کے ذریعہ یہ "کونڈوں کی بدعت" پہلے رام پور اور اس کے
اطراف میں اور پھر وہاں سے دیگر مقامات پر پھیل گئی ہے!!

ٹھیک یہی حال دیگر بدعات و خرافات کا تھا۔ عیش و عشرت کے دلدادہ
کھاتے پیتے جاگیردار طبقے پہلے اپنے مفاد کے لئے اس کی سرپرستی کرتے اور پھر
ان کی تقلید میں معززین اور پھر جاہل طبقوں میں شرک و بدعت کی وباء پھیل
جاتی۔ ادھر شرک و بدعت کی چنگاریوں کو ہوا دینے کے لئے احمد رضا خاں
صاحب اور ان کے متبعین سرگرم عمل تھے ہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے
ہندوستان میں شرک و بدعت کی وباء پھیلتی گئی ویسے ہی مسلمانوں میں روح
جہاد سرد پڑتی گئی اور انگریزوں سے ٹکرانے اور انہیں نکال باہر کرنے کا جذبہ

دلوں سے مٹا گیا۔ لوگ عرس و فاتحہ، نذر و نیاز اور تیجے دسویں، چالیسویں اور اسی نوع کی دیگر فضول رسموں کے سحر میں گرفتار ہو کر اپنے حقیقی مشن کو بھولنے لگے۔ اور یہی انگریزوں کا مقصد بھی تھا اور ہندوستان میں ان کی حکومت کے استحکام کی ضمانت!

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی جو اس شرک و بدعت کی آماج گاہ "بریلوی فکر" کے بانی ہیں۔ خود بھی جاگیردار طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور انگریزوں سے ان کے مراسم بڑے "فدویانہ" تھے۔ انگریزوں نے ان کے پردادا کاظم علی خاں کو حافظ رحمت خاں والئی رُوہیل کھنڈ بریلی کے خلاف، "میراں پور کٹرہ" کے مقام پر جنگ میں انگریزوں کی "دامے، درمے، سخنے" مدد کرنے کے بدلے میں بطور انعام بریلی کے نواح میں، ایک بہت بڑی جاگیر مرحمت کی تھی۔ اور انگریزوں سے وفاداری کا ہی یہ صلہ تھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد پُر آشوب دور میں جب انگریز "علمائے حق" پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا ہوا تھا، قرآن کے لاکھوں نسخے جلائے جا رہے تھے، دینی مدرسوں کو مسمار کیا جا رہا تھا۔ ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی پرزور کوششیں ہو رہی تھیں۔ اس وقت میں بانئ بریلویت جناب احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ مرغ بازی اور بیٹر بازی جیسے بے فکری کے "نوابی مشاغل" میں معروف، عیش و عشرت کے دن گذار رہے تھے——!

مولانا عبد الصمد مقتدری اپنے رسالہ "تذکرۃ عرس" میں لکھتے ہیں کہ نقی علی خاں:

> "تذکرہ سادہ بدایوں و کھیڑا اجڑگ کے خصوصی مشاغل مرغ بازی بیٹر بازی وغیرہ سے دلچسپی لیتے تھے"[1]

(۱) رسالہ "تذکرۃ عرس" عبد الصمد مقتدری ص ۷ (بحوالہ "مطالعہ بریلویت" ج ۴ ص ۲۳۵)

"حیات اعلیٰ حضرت" کے مصنف ماناشاہ قادری احمد رضا خاں صاحب کے والد جناب مولانا رضا علی خاں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"۱۸۵۷ء میں جبکہ انگریزوں کے ہاتھوں مسلمانوں خصوصاً علمائے اسلام کو پھانسیاں دی جارہی تھیں اور ایک افراتفری کا عالم ہندوستان میں بپا تھا، اس وقت وہ بریلی کے محلہ ذخیرہ میں اطمینان سے قیام فرما تھے۔ مولانا نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی"(۱)

آخر اس بے فکری اور اطمینان کی کیا وجہ تھی؟ اور رضا علی خاں کیوں ایسے خطرناک ماحول میں مطمئن اور خوش و خرم تھے؟ "حیات اعلیٰ حضرت" کے مصنف اس راز پر سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ کے پردادا کاظم علی خاں نے انگریزوں کی پولیٹیکل خدمات انجام دی تھیں"(۲)

اور خود جناب احمد رضا خاں صاحب بانیٔ بریلویت نے جنگ عظیم اول کے دوران انگریز حکومت کی حمایت کا سلسلہ اپنے خاندان کی روایت کے مطابق جس طرح جاری رکھا تھا اس کی شہادت خود ایک انگریز مورخ "فرانسس رابنسن" دیتا ہے وہ اپنی کتاب "ہندوستانی مسلمانوں کے باہمی نفاق کی وجوہات" میں لکھتا ہے:

ان کا معمول کا طریق کار حکومت کی حمایت تھی اور جنگ عظیم اول اور تحریک خلافت میں انھوں نے مسلسل حکومت کی حمایت جاری رکھی اور ۱۹۲۱ء میں بریلی میں ترک موالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی"(۳)

(۱) "حیات اعلیٰ حضرت" ماناشاہ قادری ص ۲۰

(۲) حیات اعلیٰ حضرت ماناشاہ قادری ص ۳

(۳) Sepratism Among Indian Muslims By: Francus Robinson Page: 443 بحوالہ: "مطالعہ بریلویت" علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ج ۴ ص ۳۳۴

المختصر یہ کہ بریلی جو کبھی قرآن وسنت کا گہوارہ تھا اور فکر ولی اللہی کے امین ان علمائے حق کا مسکن جو "دارالعلوم دیوبند" کے قیام کے بعد علمائے دیوبند کہلائے گردش حالات اور نوشتہ تقدیر کی بناء پر دین حنیف کے علم بردار علمائے اہل سنت والجماعت کی آغوش سے نکل کر شہر بریلی رفتہ رفتہ شیعی فکر کے علم بردار احمد رضا خاں بریلوی کے دام تزویر کا شکار ہوتا چلا گیا۔ جاہل عوام کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے اس پر آشوب دور میں بدقسمتی سے "علمائے حق" کا وجود عنقاء ہو گیا تھا کیونکہ ان کو مٹانے کے لئے انگریز حکومت ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھی، اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزی حکومت کے وفادار جناب احمد رضا خاں صاحب نے انتہائی ہوشیاری اور چابکدستی کے ساتھ منطق اور علم کلام کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دین کے مسلمات پر شب خون مارا اور عوام کے جذبات واحساسات کو عقیدت اولیاء اور حرمت ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کا فریب دے کر جاہل عوام کو ان پاکباز اور فرشتہ سیرت علمائے دیوبند کے خلاف بیدار کرنے اور انہیں ان سے برگشتہ و متنفر کرنے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں جھونک دیں۔ اور بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پچاس سال کی قلیل مدت میں ہندوستان کے مسلمانوں کو مبینہ طور پر دو حریف اور ایک دوسرے سے متنفر گروہوں میں تقسیم کرنے کے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو دو ٹکڑے کرنے کا سہرا احمد رضا خاں کے سر ہے۔ اس کا اعتراف ان کے سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل طور پر دو مکتب فکر قائم ہو گئے۔
>
> بریلوی اور دیوبندی یا وہابی"(۱)

(۱) "سوانح اعلیٰ حضرت" قاری احمد پیلی بھیتی ص ۸

احمد رضا خاں صاحب کے سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر (انگلینڈ) اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مطالعہ بریلویت" میں لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی پچاس سال سے انگریزی حکومت کے سائے تلے اسی جدوجہد میں منہمک رہے کہ کسی طرح اہل السنۃ مسلمانوں کے دو ٹکڑے کیے جائیں۔ اس مذہبی تقسیم کی غرض یہ تھی کہ انگریزی حکومت مضبوط ہو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں وزیر اعظم تک بننے کی یہاں امید ہو گئی تھی۔ ایک مقام پر وہ خود لکھتے ہیں۔

کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا انشاء اللہ ہیں وزیر اعظم!

(حدائق بخشش حصہ سوم ص۱۰۶)

(سلیس) اے رضا! بادشاہ کی یہ حکومت ہم نعت خوانوں کو کافی ہے۔ انشاء اللہ میں جلد وزیر اعظم بنا کہ بنا حکومت کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے میں اس کا وزیر اعظم بن کر رہوں گا۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی وزیر اعظم نہ بن سکے صرف امت کی تفریق کا سہرا باندھ کر "اعلیٰ حضرت" ہوئے"(۱)

پھر اسی صفحہ پر وہ حاشیہ میں تشریح کرتے ہیں:

"بریلوی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں حکومت کا وزیر اعظم ہونا مراد نہیں بلکہ نعت خوانی میں وزیر اعظم ہونا مراد ہے۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ مولانا شاعری میں، بلکہ اس کی ہر صنف میں اپنے کو بادشاہ سمجھتے تھے وزیر اعظم نہیں مانتے تھے، مولانا احمد رضا خاں خود لکھتے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت چل گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

---

(۱) "مطالعہ بریلویت" علامہ ڈاکٹر خالد محمود ج ۲ ص ۳۶۸

باب نمبر ۴
بریلویت
کے خدوخال

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلم:

یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عَدُوْلُہٗ

یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وانْتِحَالَ

الْمُبْطِلِیْنَ وتَأْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہر آئندہ نسل میں اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے غلط دعووں اور جاہلوں کی تاویلوں کو صاف کرتے رہیں گے——!

برصغیر ہند کے مسلمانوں میں مختلف اسباب و عوامل کی بناء پر بہت سی مشرکانہ رسوم اور بدعات و خرافات کا چلن بلاشبہ صدیوں سے موجود ہے۔ ان میں سے اکثر مشرکانہ رسوم اور رواج ایسے ہیں کہ جن کا تعلق شادی بیاہ کی تقریبات اور موت وحیات کے جھمیلوں سے ہے، جیسے سہرہ بندی، برات، جہیز، منڈھا، مہندی اور چوتھی، چالوں کی خالص ہندوانہ رسوم یا پھر میت سے متعلق: تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ منانے کا قدیم رواج جو ہندو سماج سے میل جول اور قرب و تعلقات باہمی کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ کے اندر بھی کسی نہ کسی طرح در آیا تھا۔ اسباب و عوامل سے قطع نظر، اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مسلم معاشرے میں اس قسم کی تمام "غیر اسلامی رسوم" کی حیثیت اپنے آغاز سے لے کر انیسویں صدی کے نصف آخر تک محض "سماجی روایات" اور "مقامی چلن" سے زیادہ نہیں تھی، تاہم ہر دور میں علمائے کرام نے علمی سطح پر ان رسوم و خرافات کا رد کیا ہے اور ان کے مضمرات و عواقب سے لوگوں کو روشناس کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور عوام الناس بھی ــــ اپنی تمام تر جہالت اور دین کی قدوروں سے ناآشنائی کے باوجود ــــ بہر صورت اس قسم کی شادی بیاہ یا موت و غمی کی رسموں کو "دین" سمجھ کر نہیں کرتے تھے، بلکہ محض خاندانی روایات کی پاسداری، معاشرے کا ڈر، دکھاوا اور ناموری، اور تمدنی جکڑ بندیوں کی بناء پر ان فضول اور مسرفانہ رسموں پر عمل کرنے کا داعیہ ان کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔ خاص طور پر

گھر کی عورتوں کی ضد اور جاہلانہ اصرار انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی ان رسومات کی گود میں ڈھکیل دینے کا باعث بن جاتا تھا۔ اور آج بھی شادی بیاہ کی مختلف رسموں جیسے سہرا، مہندی، جہیز، برات، منڈھا اور چوتھی چالوں کی رسوم کو انجام دیتے وقت کسی جاہل سے جاہل مسلمان کے ذہن کے بعید ترین گوشوں میں بھی یہ خیال فاسد پیدا نہیں ہوتا کہ ان کا کرنا باعث ثواب ہے یا ان باتوں کی دین اسلام میں کوئی حیثیت یا قدر و قیمت ہے۔

یہی حال میت سے متعلق مختلف رسوم، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کا بھی تھا، مگر احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جب دین میں نت نئی بدعات اور مشرکانہ رسوم و خرافات کی ایجادات کا بیڑا اٹھایا تو عوامی جذبات کو نفسیاتی طور پر اپنی فکر کی جانب موڑنے کے لئے انتہائی چابکدستی اور ہاتھ کی صفائی سے "تقریبات غمی" کو بھی دینی حیثیت دیدی اور ان کی تائید میں قرآن و حدیث میں معنوی ہیر پھیر اور کھینچ تان کر کے منطقی زور بیان کے ذریعہ ان تمام غیر اسلامی رسومات غم کو دین کا نام دے کر دیگر بدعات و خرافات کی طرح انہیں بھی مسلمانوں کے باہمی نزاع اور فتنہ فساد کی جڑ بنادیا۔۔۔!

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ "بدعت فی العقائد" اسلام کی ابتدائی دو تین صدیوں کے اندر ہی وجود میں آچکی تھی اور انفرادی طور پر اس کی حمایت اور اس کے حق میں بولنے والے بھی اسی دور میں پیدا ہو گئے تھے۔ مگر جب فساد عقائد سے بڑھ کر اسلام کی صفوں میں عملی بدعات کا ظہور ہوا تو اس میں مبتلا ہونے والے صرف جاہل عوام تھے اور وہ خوارج، معتزلہ اور اہل تشیع جیسے باطل فرقوں کے افراد سے میل جول اور قرب و تعلقات کی وجہ سے ان کے دام فریب میں گرفتار ہو کر شعوری یا غیر شعوری طور پر دین کے بہت سے معاملات میں اپنی جہالت کی بناء پر بہک کر "بدعت فی الاعمال" کی گرفت

میں آ گئے تھے۔ اس طرح سے صدیوں تک وہ اور ان کی آئندہ نسلیں اپنی نادانی، جہالت اور دین سے ناواقفیت کی بناء پر غیر اسلامی معتقدات، خرافات اور بدعات کو رسم و روایت سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہیں۔ بدعت فی الاعمال میں مبتلا جاہل عوام کو ان خرافات کے لئے "علمی استناد" مہیا کرنے والے اسلام کی گذشتہ تیرہ صدیوں تک کہیں بھی ایک گروہ کی شکل میں نہیں ملتے۔ اور نہ ہی علماء کے کسی طبقے نے ان ادوار میں شرک و بدعت کی اس لعنت کی کبھی کوئی پذیرائی یا پشت پناہی کی۔ بدعت فی الاعمال کی پشت پناہی کرنے اور اسے "علمی سند" مہیا کرنے کا شرف اگر کسی کو حاصل ہوا ہے تو وہ چودھویں صدی ہجری میں جا کر جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی واحد اور اکیلی شخصیت ہے۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے قرآن و سنت کی تصریحات کے علی الرغم اپنا یہ اصول وضع کیا کہ ہر وہ طریق عبادت یا دین کے اعمال میں ترمیم و اضافہ جس پر شرع میں منع وارد نہیں اُسے رضاءالٰہی سمجھ کر اختیار کرنا بالکل جائز ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ طریقہ اور عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون کے تابعین اور ائمہ مجتہدینؒ سے منقول اور ثابت ہو جناب احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک منع نہ ہونا اس کے جواز کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ان کے خیال کے مطابق جو لوگ ان اعمال و معتقدات کی سند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ائمہ اربعہؒ سے طلب کرتے ہیں وہ سب "بدمذہب" اور گمراہ ہیں، دیوبندی اور وہابی ہیں ان سے بچنا اور نفرت کرنا ضروری ہے——!

"فاضل بریلوی" اپنی کتاب "الامن والعلی" میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کا حکم نہ دیا نہ منع فرمایا، وہ مباح ہے اور بلا حرج——وہابی اس اصل اصیل (یعنی بڑے قانون) سے جاہل ہو کر پوچھتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ نے اس کا حکم کہاں دیا ہے؟ جب نہ حکم دیا نہ منع کیا تو جواز قائم رہا۔ تم ایسے کاموں سے منع کرتے ہو۔ اللہ

اور رسولؐ پر افتراء کرتے ہو۔ شارع حضورؐ نے تو منع نہیں کیا اور تم منع کرتے ہو، محفل میلاد پاک و قیام (تعظیمی) فاتحہ، سوئم (تیجہ) وغیرہ سب مسائل اس اصل، قانون سے طے ہو جاتے ہیں"(۱)

گویا خاں صاحب بریلوی نے بدعت فی الاعمال کے مرتکب جاہل عوام کو یہ "علمی اصول" وضع کر کے دیدیا کہ دین کے کسی مسئلہ میں تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا کرتے تھے یا نہیں؟ بلکہ صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ شریعت نے کہیں اس فعل سے منع تو نہیں کیا ہے؟ اس طرح خانصاحب بریلوی نے انتہائی چابکدستی اور علم کلام کی پینترہ بازی دکھا کر دین میں ہر قسم کی بدعات و خرافات کے فروغ اور اس کی آبیاری کے لئے جاہل عوام کو "سند جواز" عطا کر دی! حالانکہ دین کے معاملات میں "مباح شرعی" وہ ہوتا ہے جس کی اصل شریعت میں موجود ہو ــــ!

علامہ طحطاویؒ لکھتے ہیں:

فلایعرف اباحة المباح الا بقوله او فعله صلی الله علیه وسلم	مباح شرعی کا پتہ حضور ﷺ کے قول و فعل کے بغیر کہیں سے نہیں کیا جاسکتا(۲)

واضح رہے کہ یہ مباح شرعی کی صحیح تعریف اور اس کا اصل درجہ ہے اور اس پر اسی وقت عمل کرنا جائز ہوتا ہے جبکہ مباح فعل کو بجالانے والا اسے کار ثواب نہ سمجھے اور نہ اسے گناہ جانے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے مذکورہ بالا مباح کے خود ساختہ "اصل اصول" پر بحث کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود، ایم اے پی ایچ ڈی،

(۱) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۵۷

(۲) "طحطاوی" ج ا ص ٦٦

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر (انگلینڈ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مطالعہ بریلویت" میں جو تبصرہ کیا ہے، ہم اسے قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں علامہ خالد محمود لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ بدعات تو مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پہلے بھی چلی آرہی تھیں لیکن کرنے والے انہیں صرف رسوم، یا شوق طبع یا ایک علاج کے انداز میں لاتے تھے یا اپنے مشائخ کی نسبت سے ان اعمال سے محبت کرتے تھے۔ انھیں شرعی حکم نہ سمجھتے تھے، انھیں شرعی احکام بنانے کے لئے انہوں نے قرآن وحدیث میں کہیں تحریف نہ کی تھی اور نہ کبھی مذہب حنفی کا چہرہ مسخ کیا تھا مولانا احمد رضا خاں صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس پورے دائرۂ بدعات کو یہ علمی استناد مہیا کیا اور منع کا سارا بوجھ معترضین پر ڈال دیا۔ اس بڑے کام کے صدقے میں ان کے پیرو انہیں "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں آپ کی اس تحریف سے سواد اعظم کے قلعہ میں پہلا شگاف آیا اور بریلویت ایک فرقے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سنت مستقل طور پر دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک پرانے اہل سنت اور ایک یہ نئے اہل بدعت"(۱)

جناب احمد رضا خاں صاحب بانئ بریلویت نے اپنی کتاب "الامن والعلی" کی زیر بحث عبارت میں آخری سطور کے اندر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ: محفل میلاد، اس میں قیام تعظیمی، فاتحہ، سوئم وغیرہ مسائل کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدینؒ سے کچھ بھی منقول یا ثابت نہیں ہے! اسی لئے ان کو مسلمانوں میں رواج دینے کے لئے انھوں نے یہ راہ نکالی اور "اصل اصول" وضع کیا کہ چونکہ ان امور سے قرآن وسنت

(۱) "مطالعہ بریلویت" علامہ ڈاکٹر خالد محمود ج ۳ ص ۲۲۳ و ۲۲۴

میں منع نہیں کیا گیا ہے اس لئے ان پر دین سمجھ کر عمل کرنا درست ہوگا اور ایسے خود ساختہ اعمال انجام دینے والے سب "اہل سنت والجماعت" سمجھے جائیں گے! حالانکہ اگر خاں صاحب بریلوی حقیقت میں صاحب علم تھے تو ان کی نگاہ سے کتب احادیث میں یہ حدیث ضرور گزری ہوگی جو صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

- مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ[1] — جس نے ایسا کوئی عمل کیا جس پر ہمارا امر موجود نہیں تو وہ عمل مردود ہے

اسی طرح صحیح مسلم اور نسائی کی یہ مشہور و معروف حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے احمد رضا خاں صاحب واقف نہ رہے ہوں کیونکہ یہ حدیث تواتر کے ساتھ گزشتہ چودہ سو سال سے جمعہ کے خطبہ میں تمام دنیا کی مساجد میں ہر ہفتے بیان کی جاتی رہی ہے:

- ان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد (صلى الله عليه وسلم) وشر الامور محدثاتها وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار (صحیح مسلم، نسائی) — بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور تمام راستوں میں بہترین راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے اور بدترین باتیں دین میں نئی نکلی ہوئی باتیں ہیں اور (دین میں) ہر نئی نکلی ہوئی بات "بدعت" ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی چیز ہے!

الحاد و زندقہ کے فکری عناصر

ملحد اور زندیق کی اصطلاحیں قرون اولیٰ سے لے کر آج تک امت مسلمہ

(۱) "صحیح بخاری" امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) ج ۱ ص ۳۷۱

کے نزدیک قابل نفرت اور مردود رہی ہیں۔ ایسے افراد کو مسلمانوں نے ہمیشہ گمراہ اور خارج از اسلام ہی تصور کیا ہے "زندیقیت" ہر دور میں مختلف شکلوں اور نت نئے فرقوں کے روپ میں اسلام اور اس کے اصولوں سے نبرد آزما اور اس کے حقیقی پیروکار توحید و سنت کے متوالوں کے ساتھ برسرپیکار رہی ہے۔ شیعیت اور خارجیت کی طرح اہل اسلام کی صفوں میں اختلاف وافتراق اور نفرت وعداوت کے بیج بونا اور اسلامی اخوت اور اتحاد واتفاق کے تار پود بکھیرنا " زنادقہ " اور الحاد کے علم برداروں کا دیرینہ مشغلہ اور ہمیشہ کا معمول رہا ہے ـــــ!

"زندیق" کون ہے اور "زندیقیت" کسے کہتے ہیں اور اس کے معتقدات اور اصل اصول کیا ہیں؟ نیز "زندیق" اور "ملحد" میں کیا فرق ہے؟ ان باتوں کو اکثر کم علم اور ان پڑھ عوام ہی نہیں دینی تعلیم سے بے بہرہ جدید تعلیم یافتہ "دانشور" بھی عموماً بالکل نہیں جانتے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "بریلویت کے خدوخال" واضح کرنے کے لئے پہلے مختصر طور پر ان اصطلاحوں کی تشریح وتعارف بطور تمہید بیان کر دیا جائے تاکہ اس کی روشنی میں قارئین کرام ہمارے مفہوم ومدعا کو بآسانی سمجھ سکیں۔

قدیم ایران کے "مجوس" یعنی آتش پرست لوگ جو آج بھی ایران اور دنیا کے مختلف ملکوں میں "پارسی" کے نام سے معروف ہیں۔ ان پارسیوں کے مذہبی پیشوا کا نام "زردشت" یا "زرتشت" تھا۔ یہ گویا ان کے "پیغمبر" تھے۔ دین آتش پرستی انھیں نے ایجاد کیا تھا۔ آتش پرستوں یعنی "مجوسیوں" کے عقیدے کے مطابق " زردشت " پر جو کتاب اتری اس کا نام " اَوِستا" (Avesta) ہے۔ اس کتاب کی جو تشریح یا تفسیر قدیم دور میں لکھی گئی تھی اس کو "ژند" کہتے ہیں۔ مجوس کے نزدیک "ژند" ایک مقدس کتاب ہے جو

ان کے مذہب کی اساس ہے اور ان کی فکر و عمل کا محور ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ جہانِ آب و گِل نیکی اور بدی کے دو خداؤں "یزداں" اور "اہرمن" کے زیر تسلط اور تابع فرمان ہے اور خیر و شر کا ظہور کائنات عالم میں انہیں دو کی قدرتوں سے ہوتا ہے۔ یزداں ان کے نزدیک نیکی اور بھلائی پر قدرت رکھتا ہے اور اہرمن قہر و غضب اور برائی و شر کا خالق ہے۔ مجوس کا یہ نظریہ "ثنویت" یا "نورین" کہلاتا ہے اور اس نظریہ پر یہ ایمان رکھنے والے خود کو "نوری" کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

ایران کی سرزمین پر جب اسلام کا نیر تاباں طلوع ہوا اور اس کی تابناک کرنیں سرزمین مجوس پر چاروں طرف پھیلیں تو اس ملک کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے، ان نومسلموں میں جن کے دماغوں میں "دین نورین" کے اثرات باقی تھے، انھوں نے دین اسلام میں بھی اپنے ان قدیم معتقدات کی راہیں تلاش کرنا شروع کر دیں اور اسلام کے مسلمہ عقیدے "**والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللّٰہ تعالیٰ**" کا انکار کرتے ہوئے انہوں نے خیر کا خالق یزداں کے بجائے اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اہرمن کی جگہ پر خود انسان کو قرار دیا۔ مسلمانوں میں یہ لوگ "قدریہ" کہلائے۔ انھیں "ثنویہ" بھی کہا جاتا ہے یہ اس امت کے "مجوس" ہیں ——!

"زندیق" زمانہ قدیم میں پارسیوں یعنی مجوس کی مذہبی کتاب "ژند اوستا" پر ایمان رکھنے والوں کو کہا جاتا تھا۔ ایران کی قدیم فارسی زبان جسے اس دور میں "پہلوی زبان" کہتے تھے۔ اس زبان میں آگ کی پوجا کرانے والا آتش کدہ کا پروہت یا سربراہ "برمک" کہلاتا تھا اور آتش پرستی کے نظریہ پر ایمان رکھنے والے عوام الناس "ژند اوستا" کی نسبت سے "زندیک" کہے جاتے تھے یہ لفظ اہل اسلام میں معرب ہو کر "زندیق" بن گیا۔ رفتہ رفتہ یہ لفظ کچھ عرصہ کے

بعد مجوس یا فرقہ قدریہ کے لئے ہی مخصوص نہ رہا بلکہ اس سے مراد علماء اور فقہائے اسلام کے نزدیک ہر وہ شخص سمجھا جانے لگا جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھنے کا مدعی ہو مگر دین میں کسی قطعی بات یا مسلمہ اصول و عقیدے کو اپنے خود ساختہ معنی و مراد سے بدل دے اور عقیدہ کفر اس میں شامل کر دے۔

محدث کبیر علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے زندیق کی جو تعریف اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مجمع البحار" میں لکھی ہے وہ اگرچہ ہم گذشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں، تاہم ربط مضمون کے خیال سے ہم یہاں اس کا اعادہ کر رہے ہیں:

علامہ طاہر پٹنیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ماخوذ من الزند وھو کتاب بالفھلویة لزرداشت المجوس ثم استعمل لكِلّ مُلحد في الدين الزنديق: المبطِن للكفر المظهر للاسلام (۱)	یہ لفظ زند سے ماخوذ ہے۔ اور وہ پہلوی زبان کی کتاب ہے جو زردشت مجوس کی بتائی جاتی ہے۔ پھر یہ لفظ ہر ملحد فی الدین کے لئے استعمال ہونے لگا...... زندیق اسے کہتے ہیں جو اپنے کفر کو چھپائے اور اسلام کو ظاہر کرے

اسی طرح علامہ تفتازانی کی شرح مقاصد میں "زندیق" کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ:

وان كان مع اعترافه بنبوة النبی صلی الله علیه وسلم واظهاره شعائر الاسلام يبطن عقائدهی كفر بالاتفاق خصّ باسم الزنديق (۲)	"زندیق" وہ شخص ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا معترف اور اسلامی شعائر کا پیرو ہو، مگر باطن میں ایسے عقائد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں

(۱) "مجمع البحار" علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ ج ۲ ص ۴۳۸

(۲) "شرح مقاصد" علامہ سعد الدین تفتازانی ج ۲ ص ۲۶۸

زندقہ، الحاد اور ارتداد میں فرق

زندقہ، اسلامی نظریات و عقائد میں کتاب و سنت کے علی الرغم "کفر" داخل کرنے کو کہتے ہیں۔

الحاد، شریعت کی اصطلاح میں قرآن و سنت کی بتائی ہوئی سیدھی راہ (صراط مستقیم) کو چھوڑ کر دانستہ طور پر گمراہی کی ٹیڑھی راہوں پر چلنے کا نام ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَایَخْفَوْنَ عَلَیْنَا، اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ، اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (حم سجدہ: آیت ۴۰)	بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری آیات کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ چلتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آئے۔ تم جو چاہو کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں!

واضح رہے کہ لوگ عام طور پر "الحاد" کو "ارتداد" کے ہم معنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شریعت اسلامی میں "مُرتد" قطعی طور پر دین اسلام سے پھر جانے اور کسی دوسرے دین کو اپنانے والے کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ "ملحد" دین کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کے اصول و نظریات اور معتقدات میں جزوی یا کلی تبدیلیاں پیدا کرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ تبدیلیاں اگر دائرہ توحید میں کی گئی ہوں تو اس کا نام "شرک" ہے۔ اسی طرح قرآن و سنت کے بتائے ہوئے عقائد و اعمال اور احکام و عبادات میں ردوبدل یا حذف و اضافہ کو "بدعت" کہتے ہیں —— جبکہ یہ اضافہ یا تبدیلی ثواب یا عبادت سمجھ کر کی جائے۔ شرک و بدعت دراصل "الحاد" ہی کے دو مختلف پہلو ہیں۔

اسلام میں الحاد اور زندقہ کی ابتداء

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ "عقائد" میں الحاد کی روش دوسری صدی ہجری ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ خوارج وروافض، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، اور جہمیہ وغیرہ فرقہ ہائے باطلہ کا ظہور "الحاد فی العقائد" کی ایک فکری کڑی ہے۔ "الحاد فی الاعمال" کی وباء چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں جا کر اسلامی معاشرہ میں رونما ہوئی اور جاہل صوفیوں نے عوام الناس میں ان کی پشت پناہی کر کے اس غلط روش کو جواز اور استحکام عطا کیا۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا فرق باطلہ کے فروغ دینے والے ان کے پیشواء اور دُعاۃ نے مشائخ تصوف کا روپ دھار کر نہ صرف اسلامی "احسان" کے اس چشمہ صافی کو مکدر اور گدلا کیا بلکہ اس کی آڑ میں اپنے عقائد باطلہ کی ترویج واشاعت بھی، شیخ طریقت بن کر اسلامی معاشرہ میں کرتے رہے۔ خاص طور پر اہل تشیع نے اپنے عقیدہ "تقیہ" کا سہارا لے کر بحیثیت شیوخ تصوف، اسلامی صفوں میں بآسانی نفوذ اور اثر ورسوخ حاصل کر لیا۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں جہلاء کا طبقہ بآسانی ان کے دام تزویر کا شکار ہوتا چلا گیا! بقول مستشرق آربری (Arbery):

> "شیعوں نے اسلام کے مستحکم قلعہ میں ایک دروازہ کھول دیا۔ اس دروازے سے تمام لوگ آ جا سکتے تھے اور کوئی فکری ممانعت کسی کی راہ میں حائل نہ تھی"(۱)

شیعہ جب کھلے بندوں سامنے آئیں تو ان کا فکری الحاد "بدعت فی العقائد" کے راستے آنا لازمی ہے۔ مگر جب انہیں اہل سنت میں بدعات رائج کرنی ہوں تو "بدعت فی الاعمال" کی راہ ایک ایسی آسان تدبیر ہے جس کے

---

(۱) The Heritage Of Iran By Arbery- Page 157

ذریعہ لوگ آسانی سے شیعوں کے عقائد اور طور طریق پر عمل کرنے لگتے ہیں اس بات کی صداقت کا اندازہ تعزیہ اور محرم کے ماتم میں "سنیوں" کی شمولیت سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے——!

عہد جہانگیر میں، شیعوں نے اہل سنت کو بہکانے اور مغالطہ دینے کے لئے ایران سے ایک "شیعہ مجتہد" نور اللہ شوستری کو بلوایا اور ملکہ نور جہاں کی کوششوں کے نتیجہ میں اسے آگرہ کا "قاضی القضاۃ" یعنی چیف جسٹس بنادیا گیا۔ پھر جب کافی عرصہ کے بعد جہانگیر بادشاہ کو اس کی شر انگیزیوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کا پتہ چلا تو اس کو معزول کر کے جہانگیر کے حکم سے پھانسی دیدی گئی۔ شیعہ حضرات اسے " شہید ثالث " کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ہر سال اس کا عرس آگرہ میں مناتے ہیں۔ یہی قاضی نور اللہ شوستری لکھتا ہے:

> "وچوں علمائے شیعہ ایدہم بنصرہ بعلت تماری استیلائے اصحاب شقاء وشقاق واستعلائے اہل تغلب ونفاق ہموارہ در زاویہ تقیہ متواری ومختفی بودہ اند، خود را شافعی یا حنفی مے نمودہ اند"(۱)

ترجمہ: چونکہ علمائے شیعہ اصحاب شقاء وشقاق کے طویل غلبہ اور اہل تغلب ونفاق کے برسر اقتدار ہونے کے باعث ہمیشہ گوشۂ تقیہ میں چھپے اور مخفی رہے ہیں، اس لئے وہ اپنے آپ کو شافعی یا حنفی ظاہر کرتے رہے ہیں——!

واضح رہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب تک مسلمان خلافتِ اسلامیہ کے زیر سایہ رہے، ان پر اللہ کا ہاتھ رہا اور ان کا "سواد اعظم" بدعات اور شرک کے مظاہر سے مجتنب اور کافی حد تک ان سے محفوظ تھا۔ اہل بدعت والحاد اپنی فکری حیثیت سے منظر عام پر آتے ہی اہل سنت سے قطعی علیحدہ گروہ

(۱) "مجالس المؤمنین" قاضی نور اللہ شوستری ج۱ص ۳ (طبع طہران ۱۳۹۵ھ)

شمار ہونے لگتے تھے۔ خوارج و معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور جہمیہ کی صفیں علیحدہ تھیں اور اہل سنت والجماعت ہی اصل اسلام کے وارث و امین سمجھے جاتے تھے۔ حدیث نبوی "ما انا علیه و اصحابی" ان کا نشان امتیاز تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے انتساب اور ان کے نقوش قدم پر چلنے کی وجہ سے بدعت فی العقائد ان میں سرایت نہ کر سکی تھی۔ مگر جوں ہی خلافت اسلامیہ پر زوال آیا، مسلمان ایک جھنڈے کے زیر سایہ نہ رہ سکے۔ خاص طور پر چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کی "فاطمی حکومت" کے زیر سایہ رہتے ہوئے ان میں بدعت فی الاعمال نے بھی سر اٹھالیا۔ مثال کے طور پر اذان کے بعد "تثویب" (صلاۃ و سلام پکارنا) کی بدعت فاطمی حکمرانوں کے ذریعے مصر کی مساجد میں شروع ہوئی۔ اسی طرح "عید میلاد النبی" یا محفل میلاد کا جشن منانے کی ابتداء بھی موصل (عراق) کے قریب علاقہ اربل کے شیعہ حکمران ملک مظفر کے ذریعہ ہوئی تھی۔ سنی عوام نے اپنے شیعہ حکمرانوں کے جبر سے یا پھر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیال سے ان بدعات پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ شدہ شدہ اہل سنت عوام کو بدعت فی الاعمال میں مبتلا ہونے کی نحوست بڑی بے دردی سے انہیں شرک کی پرخار وادیوں میں گھسیٹ کر لے آئی اور پھر نسلاً بعد نسل، اس فکری الحاد، یعنی شرک و بدعت کا فروغ اور ان کے دائرہ عمل میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اکابر اہل سنت اور علمائے حق نے ایسے مواقع پر اپنا فرض تبلیغ و اصلاح ادا کرنے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر دور میں ایسے مجددین ملت اور قرآن و سنت کی حقیقی قدروں کے امین علماء پیدا ہوتے رہے، جنھوں نے ان بدعات اور خرافات کے خلاف بروقت آواز اٹھائی، فوری طور پر ان کا محاسبہ اور ان پر گرفت کی اور ان کو باطل قرار دینے اور ان سے اجتناب و گریز کرنے کی مہم و

اپنی حیات و کائنات کا محور بنالیا۔

"بدعت فی العقائد" کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام طور پر کفر کی حدوں کو چھوتی ہے اور بالآخر "زندقہ" پر منتج ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف "بدعت فی الاعمال" ایک ایسی "عملی بے راہ روی" کا نام ہے جو جہالت کے اندھیروں میں پلتی ہے۔ جاہل عوام دین سے ناواقفیت کے باعث اکثر رواجی طور پر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بدعت فی العقائد زیادہ سخت اور خطرناک ہے بہ نسبت بدعت فی الاعمال کے—! "بریلویت کا الحاد" بھی "بدعت فی العقائد" کے روپ میں ہی، بظاہر اسلامی اعمال و وظائف کے خوش رنگ لبادے میں ملبوس ہو کر، اور "عشق رسول" و عقیدت اولیاء کرام کا جھلملاتا ہوا دبیز نقاب اپنے مکروہ چہرہ پر ڈال کر اسلام کی صفوں پر ایک ایسے غنیم کی طرح حملہ آور ہوا تھا جس کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ صدیوں کے تسلسل سے ملت اسلامیہ کا جاہل طبقہ —— جو عموماً اسلام اور اس کے حقیقی تقاضوں سے بے بہرہ ہوتا ہے—— "بدعت فی الاعمال" کی مسموم فضا میں سانس لیتے رہنے کی وجہ سے شعوری طور پر مضمحل اور ناکارہ ہو چکا ہے ان غیر اسلامی رسوم و روایات کے شیوع نے ان کے قلوب سے قرآن و سنت کا نور اور اس کی حلاوت و شعور اور توہان سے سنت و بدعت کے درمیان امتیاز اور فرق کی تمیز کرنے کی حس چھین لی ہے۔ اس پر مستزاد اس دور میں "برطانوی حکومت" کا جبر واستبداد اور علمائے حق اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ، بربریت اور درندگی کا سلوک اور انتقامی کاروائی کے خوف نے خواہی نہ خواہی ان بے چاروں کو انگریزوں کی "چھتر چھایہ" میں دندناتے پھرنے والے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا "ہمنوا" بننے پر مجبور کر دیا اور پھر بدقسمتی سے یہی مجبوری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آئندہ نسلوں کے حق میں ان

تمام شرک و بدعات کے لئے شعوری آمادگی اور آنکھ بند کر کے خان صاحب بریلوی کے "خود ساختہ دین و مذہب" کو برحق تسلیم کرنے کا داعیہ بن گئی۔ اور اس طرح انجام کار وہ پورے خلوص اور شدت کے ساتھ ان تمام خرافات شرک و بدعت پر عمل پیرا ہو گئے!

کیا کیا لٹا ہے تیرہ نصیبی کے دور میں گھر میں کوئی چراغ جلے تو پتہ چلے!

علمائے اُمّت کا الحاد اور زندقہ کے خلاف جہاد مسلسل

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے عقیدۂ توحید کے تحفظ اور الحاد، زندقہ اور اس کے مظاہر شرک و بدعت کے تدارک اور ان کے بیخ کنی کے لئے علماء امت ہمیشہ سربکف رہے ہیں۔ علمائے حق نے ہر دور میں قبروں کی بے جا تعظیم کو شرک کا زینہ بتایا ہے ان کے نزدیک دنیا میں بت پرستی کا اولین مظہر اور اس کی داعی و محرک یہی قبر پرستی ہی رہی ہے —!

اسلام کی پانچویں اور چھٹی صدیاں الحاد، زندقہ اور شرک و بدعت کے شیوع و فروغ کی صدیاں رہی ہیں۔ امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) جو انہیں پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے ممتاز علمائے دین اور اساطین امت میں شمار ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب " احیاء علوم الدین " میں لکھتے ہیں:

ان المس والتقبیل للمشاهد عادة النصاری والیهود(۱) بیشک مزاروں کا چھونا اور بوسہ دینا یہود ونصاری کا طریقہ ہے!

پانچویں صدی ہجری میں شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھانے والوں میں مشہور صوفی بزرگ علی بن عثمان ہجویریؒ (المعروف بہ داتا گنج بخش) (م ۴۶۵ھ) کا نام نامی بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ اپنے وقت کے اہل

(۱) "احیاء علوم الدین" ابو حامد غزالی ج ۱ ص ۲۴۴ (مطبوعہ: مصر ۱۳۳۴ھ)

بدعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"از جملہ مخلوقات کسے را قدرت آں نیست کہ کس را بخدائے تعالی رساند، مستدل از ابو طالب عاقل تر نباشد و دلیل از محمد ﷺ بزرگ تر نہ وے را سود نداشت"(۱)

▪ ترجمہ: تمام مخلوق میں سے کسی کے بس میں نہیں کہ کسی شخص کو خدا کے حضور پہنچادے، رہنمائی لینے والے ابو طالب سے زیادہ سمجھ دار کون ہوگا اور رہنمائی کرنے والے محمد ﷺ سے بڑا کون ہوگا، لیکن آپؐ ابو طالب کے کام نہ آسکے (یعنی انہیں ہدایت نہ دے سکے)

▪ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ "کشف المحجوب" میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اما ہر کہ بخداوند تعالی راہ داند از خلق حاجت نخواہد کہ حاجت بخلق دلیل بے معرفتی بود کہ اگر بقاضی الحاجات از چوں خویشتنی حاجت نخواہد، استعانت المخلوق من المخلوق کاستعانت المسجون من المسجون"(۲)

▪ ترجمہ: جس کو خدا کی راہ معلوم ہے، وہ مخلوق کی راہ نہیں دیکھتا، مخلوق سے حاجتیں طلب کرنا خدا کی معرفت سے دوری کا نشان ہے، بندہ کو اگر علم ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات ہے تو اپنے جیسے مخلوق سے کیوں سوال کرے۔ کیونکہ مخلوق کا مخلوق سے مانگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قیدی کا کسی دوسرے قیدی سے رہائی مانگنا!

ساتویں صدی ہجری میں امام فخر الدین رازیؒ (م: ۶۰۶ھ) نے اپنے دور کے اہل بدعت کے خلاف یوں آواز اٹھائی ہے:

(۱) "کشف المحجوب" شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ ص ۲۳۷ مطبوعہ لاہور: ۱۳۹۸ھ

(۲) "کشف المحجوب" شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ ص ۹۸ مطبوعہ لاہور: ۱۳۹۸ھ

انهم وضعوا هذه الاصنام والاوثان على صور انبيائهم واكابرهم وزعموا انهم متى شغلوا بعبادة هذه التماثيل فان اولئك الاكابر يكونون شفعاء لهم عند الله ونظيره في هذا الزمان اشتغال كثير من الخلق بتعظيم قبور الاكابر على اعتقاد انهم اذا عظموا قبورهم فانهم يكونون شفعاء هم عند الله (۱)	کافر لوگ انبیاء اور اولیاء کے بت اس لئے بناتے ہیں کہ ان کی پرستش سے وہ بزرگ خوش ہوں گے۔ اس کی مثال اس زمانے میں بہت سے لوگوں کا قبروں کی تعظیم میں اس خیال سے مشغول ہونا ہے کہ اس قبر کی تعظیم سے وہ بزرگ خوش ہوں گے اور وہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا اور شفاعت کریں گے۔

آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ اور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ) شفاعت اولیاء کے عوام میں رائج غلط عقیدے پر نکیر کرتے ہوئے اس طرح لکھتے ہیں:

ليسوا عندهٗ كالامراء عند ملوكهم يشفعُون عندهم بغير اذنهم فيما احبه الملوك وابَوه فلا تضربوا لله الامثال (۲)	یہ مقربین اللہ تعالیٰ کے یہاں اس طرح نہیں ہیں جیسے بادشاہوں کے امراء ہوتے ہیں جو انکی اجازت کے بغیر ان سے انکی سفارش کر دیتے ہیں جسے وہ پسند کریں یا ان کا انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے دنیا کی مثالیں نہ لاؤ!

دسویں صدی ہجری کے بزرگوں میں علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ جو تصوف کے شیخ الشیوخ ہیں اور حلقہ تصوف میں "ہیکل صمدانی" کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ "درالغواص على فتاوى سيدى على الخواص" میں رقم طراز ہیں:

"اپنے درمیان اور اللہ کے درمیان عبادت میں واسطہ نہ بناؤ، نہ کسی نبی

(۱) "تفسیر کبیر" امام فخر الدین رازی ج ۳ ص ۳۰۵
(۲) "تفسیر ابن کثیر" حافظ ابن کثیر دمشقی ج ۴ ص ۴۵

کو نہ کسی دوسرے کو۔ رسول تو اللہ کی طرف بلانے میں واسطہ بنتے ہیں نہ کہ اپنی طرف بلانے میں جب ایمان حاصل ہو گیا تو دل میں اللہ کا قرب حاصل ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ مومن سے اس کی جان سے زیادہ قریب ہیں اور جتنا رسول اس شخص کے قریب ہے اس سے بھی زیادہ اللہ اس بندے کے قریب ہیں۔ رسول کی طرف سے اب صرف شریعت کی تبلیغ کا کام جاری رہنا چاہئے۔ نبی ﷺ کی روح اس پر غیرت کرتی ہے کہ امت کے لوگ اللہ کو چھوڑ کر رسول کے پاس ٹھہرے رہیں۔ کیونکہ آپؐ جانتے ہیں کہ دین کو پہونچا دینے سے آپ کا کام پورا ہو چکا ہے اور آپؐ کو اس کا اجر بھی مل چکا ہے۔ اب اللہ کی غیرت دیکھو! اپنے بندوں کے بارے میں فرمایا: "جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں اور ہر دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکاریں" اس آیت میں خدا نے بتلایا ہے کہ میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب ہوں اور میرا رسولؐ جتنا تمہارے قریب ہے اس سے بھی زیادہ میں تم سے قریب ہوں"(۱)

عالم اسلام پر تاتاریوں کی یورش اور سقوط بغداد کے المیہ کے بعد مسلم دنیا پر جو نکبت و ادبار کی گھٹائیں چھائیں اور عالمی سطح پر جس طرح ان کا شیرازہ منتشر ہوا، یہ ایک طویل اور المناک داستان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتنہ تاتار نے کوہ ھندوکش کے اس پار کی دنیا کو بالکل تاخت و تاراج کر دیا تھا مگر ہندوستان اس کی دست برد سے بچ گیا۔ اس ڈھیل نے یہاں کے "مترفین" کو عیش و عشرت اور خدا فراموشی کے راستہ پر ڈال دیا۔ مغلیہ دور حکومت میں اکبر بادشاہ کے عہد میں آکر یہ گمراہیاں اور شرک و الحاد کی آندھیاں ہندوستان کے افق کو پوری طرح گرد آلود اور تاریک و سیاہ کر چکی تھیں ——!

(۱) "درالغواص علی فتاوی سیدی علی الخواص" عبدالوہاب شعرانی" بحوالہ مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۷۰ و ۷۱

گیارہویں صدی ہجری ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر شدید آزمائش اور مصائب و آلام کی صدی تھی۔ اس صدی میں مغل تاجدار جلال الدین محمد اکبر نے "دین الٰہی" کے نام سے اپنے مشیروں کی مدد سے ایک نیا مذہب ترتیب دیا۔ جس کا مقصد کفر و شرک کو کسی برزخی تاویل سے اسلام کے اندر جذب کرنا تھا۔ ہندوازم کی نشأۃ ثانیہ کی طرف یہ پہلا قدم تھا جو اکبر کے عہد حکومت میں نہایت بے دردی سے اٹھایا گیا تھا——!

اس نئے دین کی بناء تو یہ کہہ کر رکھی گئی تھی کہ اس میں بلا کسی تعصب کے ہر مذہب کی اچھی باتیں لی جائیں گی مگر صورت حال یہ تھی کہ اس میں اسلام کے سوا ہر مذہب کی پذیرائی تھی اور نفرت و عداوت کے لئے صرف اسلام اور اس کے قوانین ہی کو مختص کر لیا گیا تھا۔ پارسیوں سے آتش پرستی لی گئی، اکبری محل میں دائمی آگ کا الاؤ روشن کیا گیا اور چراغ روشن کرتے وقت قیام تعظیمی کیا جانے لگا، عیسائیوں سے "ناقوس نوازی" اور "تماشائے صورت ثالث ثلاثہ" اور اس قسم کی چند چیزیں لی گئیں۔ سب سے زیادہ نظر عنایت ہندویت پر تھی کیونکہ یہ ملک کی اکثریت کا مذہب تھا اور بادشاہی کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے اس کی استمالت ضروری تھی۔ چنانچہ گائے کا گوشت حرام قرار دیا گیا، ہندو تہوار، ہولی، دیوالی، دسہرہ، راکھی، پونم، شیوراتری وغیرہ پوری ہندوانہ رسوم کے ساتھ منائے جانے لگے۔ شاہی محل میں ھَوَن کی رسم ادا کی جانے لگی۔ دن میں چار وقت "سُوریہ پوجا" یعنی آفتاب کی پوجا کی جاتی۔ سورج کے ایک ہزار ناموں کا جاپ کیا جاتا، آفتاب کا نام جب زبان پر آتا تو "جلت قدرتہ" کے الفاظ کہے جاتے۔ پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا۔ دوش و کمر پر جنیوُ ڈالا جاتا اور گائے کی تعظیم کی جاتی۔ معاد کے متعلق عقیدۂ تناسخ تسلیم کر لیا گیا اور برہمنوں سے ان کے دوسرے بہت سے اعتقادات سیکھے گئے۔ حکومت کی طرف سے مذاہب کی تحقیق کے لئے چالیس آدمیوں کی ایک کمیٹی

تشکیل دی گئی جس میں تمام مذاہب کا مطالعہ بڑی رواداری بلکہ عقیدت مندی کے ساتھ کیا جاتا مگر اسلام کا نام آتے ہی اس کا مذاق اڑایا جانے لگتا اور اگر اسلام کا کوئی حامی جواب دینا چاہتا تو اس کی زبان بند کر دی جاتی۔ علمائے اسلام اگر اسلام کی طرف سے کوئی بات کہتے یا کسی گمراہی کی مخالفت کرتے تو انہیں "فقیہ" کا طعنہ دیا جاتا تھا جس کے معنی ان کی اصطلاح خاص میں احمق اور ناقابل التفات آدمی کے تھے یہ برتاؤ اسی حد تک نہ رہا بلکہ عملاً اسلام کے احکام کی دل کھول کر بیخ کنی کی گئی۔ سُود، جوئے اور شراب کو حلال قرار دیا گیا۔ شاہی مجلس میں "نوروز" کے موقع پر شراب کا استعمال لازمی تھا۔ یہاں تک کہ قاضی اور مفتی بھی اس محفل میں بلا جھجک پی جاتے تھے۔ ڈاڑھی منڈوانے کا فیشن عام ہو گیا تھا اور اس کے جواز پر دلائل قائم کیے گئے چچازاد اور ماموں زاد بہن سے نکاح ممنوع قرار دیا گیا لڑکے کے لئے سولہ سال اور لڑکی کی عمر چودہ سال نکاح کے لئے مقرر کی گئی۔ ایک بیوی سے زیادہ بیویاں رکھنا قانوناً جرم قرار دیا گیا۔ ریشم اور سونے کو مردوں کے لئے حلال کیا گیا، شیر اور بھیڑیئے کو حلال جانور ٹھہر لیا گیا اور سُور کو اسلام کی ضد میں نہ صرف پاک بلکہ مقدس قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ صبح کو آنکھ کھولتے ہی اسے دیکھنا مبارک خیال کیا جاتا۔ مُردوں کو دفن کرنے کے بجائے جلانا یا پانی میں بہانا احسن ٹھہرایا گیا۔ اور اگر کوئی دفن ہی کرنا چاہے تو اس کے لئے سخت ہدایت کی گئی کہ پاؤں لازمی طور پر قبلہ کی طرف رکھے جائیں۔ اکبر خود بھی اسلام کی ضد میں قبلہ ہی کی طرف پاؤں کرکے سونے کا التزام کرتا تھا۔ حکومت کی تعلیمی پالیسی بھی سراسر اسلام کے مخالف تھی۔ عربی زبان کی تعلیم اور فقہ وحدیث کے درس کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا۔ اور جو لوگ ان علوم کو حاصل کرتے انہیں حقیر اور نادان خیال کیا جاتا۔ دینی علوم کے بجائے حکمت، فلسفہ، ریاضی و تاریخ اور اسی نوع کے دیگر علوم کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ زبان میں ہندویت پیدا کرنے کے لئے خاص طور پر کوشش

کی جاتی اور عربی حروف کو سرکاری زبان فارسی سے بے دخل کرنے کے لئے منصوبے بنائے جاتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے دینی مدرسے ویران ہونے لگے اور اکثر اہل علم ملک چھوڑ چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے ــــ!

اکبر کے دربار میں یہ رائے عام تھی کہ ملت اسلام جاہل بدوؤں میں پیدا ہوئی تھی کسی مہذب و شائستہ قوم کے لئے وہ موزوں نہیں، نبوت، وحی حشر ونشر، دوزخ جنت غرض ہر چیز کا مذاق اڑایا جانے لگا، قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا ان کے نزدیک مشتبہ تھا اور وحی کا نزول عقلاً مستبعد، مرنے کے بعد ثواب وعذاب غیر یقینی۔ البتہ تناسخ ہر آئینہ ممکن واقرب الی الصواب۔ معراج کو اعلانیہ محال قرار دیا جاتا۔ ذات نبوی ﷺ پر اعتراضات کئے جاتے خصوصاً آپ کی ازدواج کے تعداد اور آپ کے غزوات وسرایا پر کھلم کھلا حرف گیریاں کی جاتیں۔ یہاں تک کہ لفظ احمد و محمد سے بھی بے زاری ہو گئی تھی۔ اور جن کے ناموں میں یہ لفظ شامل تھے ان کے نام بدلے جانے لگے، شاہی محل میں کسی کی مجال نہ تھی کہ نماز ادا کر سکے۔ ابو الفضل نے نماز روزہ حج اور دیگر شعائر دینی پر سخت اعتراضات کئے اور ان کا مذاق اڑایا شعراء نے ان شعائر کی ہجو لکھیں جو عوام کی زبانوں پر رہتی تھیں۔ اس وقت یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ محمد ﷺ کی بعثت پر ایک ہزار سال گذر چکے ہیں اور اس دین کی مدت بس ایک ہزار سال ہی تھی، اس لئے اب وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ ایک نئے دین کی ضرورت ہے۔ اس نظریہ کو سکوں کے ذریعہ پھیلایا گیا اس زمانے میں نشرواشاعت کا سب سے قوی ذریعہ یہی تھا اس کے بعد ایک نئے دین اور نئی شریعت کی نبیاد ڈالی گئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہب کو ملا کر ایک مخلوط مذہب بنایا جائے تاکہ شاہی حکومت مستحکم ہو۔ دربار کے خوشامدی ہندوؤں نے اپنے بزرگوں کی طرف سے پیشین گوئیاں سنانی شروع کر دیں کہ فلاں زمانے میں ایک گئو رکھشک مہاتما بادشاہ پیدا ہوگا۔

اور اسی طرح بندۂ زر علمانے بھی اکبر کو مہدی اور صاحب زماں اور امام مجتہد وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک "تاج العارفین" صاحب یہاں تک بڑھے کہ اکبر کو انسان کامل، اور خلیفۃ الزماں ہونے کی حیثیت دیتے ہوئے اسے "خدا کا عکس" ٹھہرا دیا۔ عوام کو سمجھانے کے لئے کہا گیا کہ حق و صداقت (عالمگیر سچائیاں) تمام مذاہب میں موجود ہیں، کوئی ایک ہی دین حق کا اجارہ دار نہیں ہے۔ لہٰذا سب مذہبوں میں جو بھی حق باتیں ہیں انہیں لے کر ایک جامع طریقہ اپنانا چاہئے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت عام دینی چاہئے تاکہ ملتوں کے سارے اختلافات مٹ جائیں اس طریق جامع کا نام "دین الٰہی" رکھا گیا۔ اس نئے دین کا کلمہ لا الہ الا اللہ، اکبر خلیفۃ اللہ تجویز کیا گیا۔ جو لوگ اس دین میں داخل ہوتے ان کو "دین اسلام مجازی و تقلیدی کہ از پدراں دیدہ و شنیدہ ام" سے توبہ کرکے "دین الٰہی اکبر شاہی" میں داخل ہونا پڑتا تھا اور داخل ہونے کے بعد ان کو لفظ "چیلہ" سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ سلام کا طریقہ بدل کر یوں کر دیا گیا کہ سلام کرنے والا "اللہ اکبر" اور جواب دینے والا "جل جلالہ" کہتا۔ یاد رہے کہ بادشاہ کا نام اکبر اور لقب جلال الدین تھا، چیلوں کو بادشاہ کی تصویر دی جاتی اور وہ اسے پگڑی میں لگاتے۔ بادشاہ پرستی اس دین کے ارکان میں سے ایک رکن تھی۔ ہر صبح کو بادشاہ کا درشن کیا جاتا۔ اور بادشاہ کے سامنے جب حاضری کا شرف عطا ہوتا تو اس کے سامنے سجدہ بجالایا جاتا۔ علمائے کرام اور صوفیائے باصفا دونوں اپنے اس قبلہ حاجات اور کعبۂ مرادات کو بے تکلف سجدہ فرماتے تھے اور اس صریح شرک کو "سجدہ تحیہ" اور "زمین بوسی" جیسے الفاظ کے پردے میں چھپاتے تھے۔ یہ وہی ملعون حیلہ بازی تھی جس کی پیشین گوئی نبی ﷺ نے فرمائی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ حرام چیزوں کا نام بدل کر اس کو حلال کر لیا کریں گے۔

ایسے نازک دور اور روح فرسا حالات میں جبکہ ہندوستان کی سرزمین پر

اسلام کا نام لینا ایک جرم سمجھا جانے لگا تھا۔ شیخ احمد سرہندیؒ المعروف بہ "مجدد الف ثانی" نے آنکھ کھولی۔ آپ اکبری دور حکومت کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت ایسے لوگوں میں ہوئی جو اس دور کے صالح ترین افراد تھے۔ وہ اگرچہ اپنے گردوپیش کے فساد کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے مگر کم از کم اپنے ایمان و عقائد کو بچائے ہوئے تھے اور حتی الامکان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وہ پہلے شخص ہیں جو تن تنہا اکبری دور کے اس فتنہ "دین الٰہی اکبر شاہی" کے خلاف سینہ سپر ہو گئے تھے۔ اس بے سروسامان فقیر نے علی الاعلان اٹھ کر ان گمراہیوں اور الحاد و زندقہ کی پرزور مخالفت کی جنہیں حکومت وقت کی سرپرستی حاصل تھی۔ حکومت نے انہیں ہر طرح دبانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ قید خانہ میں بند اور پابند سلاسل بھی کر دیا مگر وہ وہاں سے بھی اپنے مکتوبات کے ذریعہ اپنے متوسلین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کے لئے ابھارتے رہے اور شرک و بدعت کا استیصال کرتے رہے۔ بالآخر وہی جہانگیر جس نے انہیں "سجدۂ تحیہ" نہ کرنے کے جرم میں گوالیار کے قید خانہ میں بھیجا تھا ان کا معتقد ہو گیا اور یہی نہیں بلکہ اپنے بیٹے شہزادہ خرم کو (جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے تخت نشین ہوا) ان کے حلقہ ارادت میں داخل کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صبر و استقلال اور مجاہدانہ کوششوں کا اثر یہ ہوا کہ بالآخر باطل نے دم توڑ دیا اور اسلام کے بارے میں حکومت کی معاندانہ روش تبدیل ہو گئی اور شاہجہاں کے دور میں آکر "دین الٰہی اکبر شاہی" کا اپنی تمام تر بدعتوں اور کفر و الحاد کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔ اسلامی احکام میں جو ترمیم و تنسیخ کی گئی تھی اسے منسوخ کر دیا گیا۔ مجدد الف ثانیؒ کی وفات کے تین چار سال بعد اورنگ زیب عالمگیر پیدا ہوا اور شیخ کے پھیلائے ہوئے اصلاحی اثرات کا ہی غالباً یہ نتیجہ تھا کہ جس کی بدولت تیموری خاندان کا یہ شہزادہ ایسی علمی اور دینی

تربیت حاصل کر سکا جس کی بدولت اس کے دور حکومت میں آگے چل کر "فتاویٰ عالمگیری" جیسی عظیم الشان فقہی کتاب مرتب ہوئی اور دینی حلقوں میں آج بھی اکبر جیسے دشمن اسلام اور ہادم شریعت کے پرپوتے کو "خادم شریعت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ــــ!

حضرت مجدد الف ثانیؒ (متوفی ۱۰۳۵ھ) اپنے دور میں پھیلی ہوئی شرک وبدعت کی رسموں پر اس طرح نکیر کرتے ہیں:

"استمداد از اصنام وطاغوت در دفع امراض واسقام کہ در جہلہ اہل اسلام شائع گشتہ است عین شرک وضلال است۔ وطلب حوائج از سنگ ہائے تراشیدہ وناتراشیدہ نفس کفر وانکار از واجب الوجود تعالیٰ قدس"(۱)

بیماریوں اور تکالیف میں بتوں اور شیطانی طاقتوں سے مدد مانگنا جو مسلمانوں میں آ چکا ہے، بالکل واضح شرک اور گمراہی ہے اور ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں (بتوں) اور ناتراشیدہ پتھروں (قبروں) سے حاجتیں مانگنا کفر ہے اور واجب الوجود رب برتر وپاک کا انکار ہے۔

مجدد الف ثانیؒ اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"وحیوانات را کہ نذر مشائخ مے کنند وبر سر قبر ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقہیہ این عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند"

اور جو بکرے وغیرہ یہ بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور ان کی قبروں پر لیجا کر انہیں (اللہ کے نام سے) ذبح کرتے ہیں فقہ حنفی میں اسے بھی شرک میں داخل کیا گیا ہے۔

بارھویں صدی ہجری کی نمایاں ہستیوں میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا نام نامی سر فہرست ہے۔ آپ مجدد الف ثانیؒ کی وفات کے بعد اور عالمگیر بادشاہ کی وفات سے چار سال پہلے دہلی کے نواح میں "پھلت" (ضلع مظفر نگر) میں ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یعنی سن عیسوی کے لحاظ سے

(۱) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۱ ص ۷۰

۱۷۰۲ء میں۔ آپ کی پیدائش کے ٹھیک سو سال پہلے ۱۶۰۱ء میں انگریزوں نے تجارت کے بہانے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ ہندوستان میں سب سے پہلے منظم طور پر جس نے "درس حدیث" دینا شروع کیا وہ ذات گرامی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ہے، آپ سے پہلے حدیث نبوی کا درس ہندوستان میں کسی نے نہیں دیا تھا، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مدینہ منورہ کے ایک بہت بڑے عالم اور محدث شیخ ابو طاہر مدنیؒ سے حدیث پڑھ کر ہندوستان آئے تھے اور اپنے استاذ کی اجازت و حکم کی تعمیل میں یہاں آکر حدیث کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ قرآن مجید کا "فارسی ترجمہ" بھی سب سے پہلے ہندوستان میں آپ ہی نے فرمایا۔ آپ سے پہلے پورے ہندوستان میں قرآن کریم کا کسی بھی زبان میں ترجمہ نہیں ہوا تھا اسی کے بعد آپ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں ہی —— جو اس دور میں سرکاری زبان تھی —— قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس کا نام "تفسیر عزیزی" ہے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے دوسرے بیٹوں، شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین صاحب نے قرآن مجید کے اردو زبان میں اولین ترجمے کئے جو آج بھی مستند ترین سمجھے جاتے ہیں اور برصغیر میں ہونے والے موجودہ تمام تراجم قرآن کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹوں کے ترجموں پر ہی ہے —— یعنی وہی ترجمہ مستند اور قابل اعتبار تسلیم کیا جاتا ہے جو شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں کے مطابق ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی تراجم ان کے ترجموں سے ہٹ کر ہوئے ہیں ان کو اسلامی دنیا میں غیر معیاری اور ناقابل اعتبار مانا جاتا ہے خواہ وہ احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" ہو یا سر سید احمد خاں کی تفسیر و ترجمانیٔ قرآن ——!

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے زمانہ میں مغلیہ سلطنت کے دروبست پر اہل تشیع کے غلبہ کی بناء پر عوام الناس میں فساد عقائد ایک وباء کی صورت میں

پھیل گیا تھا اور اہل بدعت صرف "بدعت فی الاعمال" تک ہی محدود نہیں رہے تھے بلکہ آگے بڑھ کر "بدعت فی العقائد" میں داخل ہو چکے تھے، اور عملی اعتبار سے ان میں اور عرب کے دور جاہلیت کے مشرکین میں عقائد واعمال کفریہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو روایتی طور پر "اہل سنت" میں ہی شمار کرتے تھے لیکن قبروں اور آستانوں پر ڈیرے لگائے وہی مشرکانہ تصورات قائم کیے بیٹھے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مشرکین عرب اپنے بتوں (لات وعزیٰ وھُبل وغیرہ) کو واسطہ عون الٰہی سمجھ کر قائم کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عرب کے ان کفار کو "مشرکین" اور دعویٰ اسلام کے ساتھ ان کفار کی راہوں اور طور و طریق پر چلنے والوں کو اپنی تحریروں میں "محترفان" کے نام سے ذکر کرتے ہیں —!

آپ لکھتے ہیں:

"اگر در تصویر حال مشرکین وعقائد واعمال ایشاں توقف داری احوال محترفان اہل زمانہ خصوصاً آنانکہ باطراف دارالاسلام سکونت دارند ملاحظہ کن کہ بر قبور وآستانہا مے روند وانواع شرک بعمل می آرند" (۱)

اگر تم موجودہ دور میں ان مشرکین کے اعمال کی جھلک دیکھنا چاہو تو ذرا ٹھہر کر اس زمانے کے محترفان (یعنی جاہل عوام) کو دیکھ لو خصوصاً ان کو جو اطراف دارالاسلام میں مقیم ہیں۔ یہ لوگ قبروں اور آستانوں پر جا کر طرح طرح کے اعمال شرکیہ عمل میں لاتے ہیں!

واضح رہے کہ "محترف" بہروپیے کو کہا جاتا ہے۔ روپ بدلنے کو اصطلاحاً جنس تبدیل کرنا بھی کہتے ہیں۔ مشرکانہ عقائد واعمال کے باوجود اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت مسلمانوں میں باور کرانا ایک طرح کا "بہروپیا پن" اور جھوٹ ومنافقت ہی ہو سکتا ہے —!

(۱) "الفوز الکبیر" (فارسی) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۶

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "التفہیمات الالہیہ" میں اپنے دور میں پھیلی ہوئی الحاد و بے دینی کی فضا اور شرک و بدعت کے مظاہر پر تنقید کرتے ہوئے عوام کے مختلف طبقات کو علیحدہ علیحدہ خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں ان اہل حرفہ اور عوام سے کہتا ہوں کہ تم میں سے امانت و دیانت رخصت ہو گئی ہے۔ اپنے رب کی عبادت سے تم غافل ہو گئے ہو اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگے ہو۔ تم غیر اللہ کے لئے قربانیاں کرتے ہو اور مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا "حج" کرتے ہو (یعنی حج کی طرح ہر سال مقررہ تاریخ پر ان کا "عرس" منعقد کرتے ہو) یہ تمہارے بدترین افعال ہیں تم میں سے جو شخص خوش حال ہوتا ہے وہ اپنے لباس اور کھانے پر اتنا خرچ کرتا ہے کہ اس کی آمدنی اس کے لئے کافی نہیں ہوتی اور اہل و عیال کی حق تلفی کرنی پڑتی ہے۔ یا پھر وہ شراب نوشی اور کرایہ کی عورتوں میں اپنی معاش اور معاد دونوں ضائع کرتا ہے۔

اے بنی آدم! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کرلی ہیں کہ جن سے دین متغیر ہو گیا ہے۔ مثلاً روز عاشورہ کو تم جمع ہو کر باطل حرکات کرتے ہو۔ ایک جماعت نے اس دن کو ماتم کا دن بنا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سب دن اللہ کے ہیں اور سارے حوادث اللہ کی مشیت سے ہوتے ہیں؟ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روز شہید ہوئے تو اور کونسا دن ہے جس میں کسی محبوب خدا کی موت واقع نہ ہوئی ہو؟ کچھ لوگوں نے اس دن کو کھیل تماشوں کا دن بنا رکھا ہے۔ پھر تم شب برأت میں جاہل قوموں کی طرح کھیل تماشے کرتے ہو اور تم میں سے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ اس روز مردوں کو کثرت سے

کھانے بھیجنا چاہئے اگر تم سچے ہو تو اپنے اس خیال اور ان حرکات کے لئے کوئی دلیل لاؤ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے دور کے عالموں اور شیوخ طریقت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

"میں ان متقشف واعظوں، عابدوں اور خانقاہ نشینوں سے کہتا ہوں کہ اے زُہد کے مدعیو! تم ہر وادی میں بھٹک رہے ہو، اور ہر رطب ویابس کو لے بیٹھے ہو، تم نے لوگوں کو موضوعات اور اباطیل کی طرف بلایا۔ تم نے خلق خدا پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا۔ حالانکہ تم فراخی کے لئے مامور تھے نہ کہ تنگی کے لئے۔ تم نے مغلوب الحال عُشاق کی باتوں کو مدار بنالیا ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں پھیلانے کی نہیں لپیٹ کر رکھ دینے کی ہیں"

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اہل بدعت پر نکیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر پر جاتے ہیں یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے۔ آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں فرق کیا ہے؟ جو لوگ لات و عزیٰ سے، حاجتیں طلب کرتے تھے ان کا فعل ان لوگوں کے فعل سے آخر کس طرح مختلف تھا؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم ان کے برعکس ان لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر کہنے سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ خاص ان کے معاملے میں شارع کی نص موجود نہیں ہے۔ مگر اصولاً ہر وہ شخص جو کسی مردہ کو زندہ ٹھہرا کر اس سے حاجتیں طلب کرتا ہے اس کا دل گناہ میں مبتلا ہے"(۱)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنے "وصیت نامہ" میں تحریر کرتے ہیں:

(۱) "التفہیمات الالٰہیہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ج ۲ ص ۴۵، ۴۶

"سیوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ وایں ہمہ در عرب اول وجود نہ بود و مصلحت آنست غیر تعزیت وارثانِ میت را تا سہ روز و اطعام ایشاں یک شبانہ روز رسمے نباشد"(۱)

تیجہ، چالیسواں، چھ ماہی اور سالانہ کی فاتحہ یہ سب باتیں عرب میں قرون اولیٰ میں نہ تھیں۔ سو میت کے وارثوں کو تین دن تعزیت کرنے اور انھیں ایک دن کھانا پہونچانے کے سوا کوئی اور رسم نہ ہونی چاہئے —!

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۰۵۲ھ) جو مجدد الف ثانیؒ کے ہمعصر ہیں اور احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے پیروکار اپنا انتساب ولی اللّٰہی خاندان کے بجائے انہیں کی طرف کرتے ہیں۔ آپ نے بھی قبر پرستی کو صریح لفظوں میں شرک بتایا ہے اور قبروں کے پاس اہل مقابر کی تعظیم کے لئے چراغ جلانے کی مذمت کی ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں:

"چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ در سایۂ آں کار می کنند"(۲)

قبروں پر چراغ جلانا منع ہے مگر ہاں (کسی زندہ کو) اس کی روشنی میں کام کرنا ہو تو دیگر بات ہے!

تیرھویں صدی ہجری کے بزرگوں میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (متوفی ۱۲۲۴ھ) اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۳۹ھ) ہندوستان کے دینی افق پر ماہتاب اور آفتاب کی طرح روشن اور مرجع خلائق رہے ہیں ان کی تحریروں کی روشنی میں اس دور کے ہندوستانی مسلمانوں کا پورا حال دیکھا جا سکتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

(۱) "مجموعہ وصایا اربعہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۵۳

(۲) "مدارج النبوۃ" شیخ عبد الحق محدث دہلوی ج ۱ ص ۲۲۳

لایجوز مایفعله الجهال بقبور	جاہل لوگ ولیوں اور شہیدوں کی
الأولیاء والشهداء من السجود	قبروں پر جو سجدے، ان کے گرد
والطواف حولها واتخاذ السرج	طواف اور ان پر چراغاں کرتے ہیں اور
والمساجد علیها ومن الاجتماع	عیدوں کی طرح وہاں میلے کرتے ہیں
بعد حول کالاعیاد ویسمونه	اور ان کا نام "عرس" رکھ چھوڑا ہے یہ
عُرسا(۱)	سب امور ناجائز ہیں ——!

عربی مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جانے والی کتاب "مالا بد منہ" جو کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی ہی تصنیف ہے۔ اس میں قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"آنچہ بر قبور اولیاء عمارت ہائے رفیع بنا می کنند و چراغاں روشن می کنند وازیں قبیل ہر چہ می کنند حرام است یا مکروہ"(۲)

اور یہ جو اولیاء اللہ کی قبروں پر اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور ان پر چراغ روشن کرتے ہیں اور اس طرح کے جو کام بھی کرتے ہیں وہ سب حرام ہیں یا مکروہ ——!

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند اور حضرت مجدد الف ثانی کے "سلسلۂ نقشبندیہ" کے بزرگوں میں سے ہیں۔ الحاد و زندقہ اور شرک و بدعت کے استیصال کرنے میں آپ کی کوششیں اور علمی جدو جہد تاریخ کا ایک روشن باب ہیں ۱۷۶۲ء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وفات کے بعد جب آپ نے اپنے والد محترم کی مسند وعظ وارشاد پر بیٹھ کر انہیں کی طرح درس حدیث دینا شروع کیا تو اس وقت برصغیر کے مسلمان ایک پر آشوب دور سے گزر رہے تھے۔ ایک طرف ملک کے بڑے

(۱)"تفسیر مظہری" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ج ۲ ص ۶۵ (آل عمران آیت ۶۴)

(۲)"مالا بد منہ" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ص ۷۲ (سب رنگ)

حصے پر انگریزوں کا تسلط ہو چکا تھا اور وہ اپنی عملداری میں مغربی تہذیب و تمدن کی درآمد اور اس کے فروغ میں مصروف تھے اور دوسری جانب سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹمار ہا تھا۔ سلطنت مغلیہ کے درو بست پر شیعہ برادران "سادات بارہہ" کا پوری طرح تسلط تھا۔ عبد اللہ اور علی حسین نامی دو بھائی جو "بادشاہ گر" کے نام سے مشہور تھے اس قدر با اثر اور طاقتور تھے کہ جس مغل شہزادے کو چاہتے اس کو دہلی کے تخت پر بیٹھا دیتے اور جس بادشاہ سے ناراض ہوتے اسے حکومت اور تخت و تاج سے بے دخل کر دیتے! ان کے دور عروج میں عوام الناس کے اندر اہل تشیع کے معتقدات اور اثر و نفوذ میں روز افزوں اضافے کے ساتھ ساتھ اہل ہنود کے ساتھ طویل عرصے کی معاشرت اور میل جول کے نتیجہ میں ان کی مشرکانہ تہذیب اور رسوم و روایات سے متاثر ہونے اور ان کی ریس اور مسابقت میں مشرکانہ رسوم پر عمل کرنے کا داعیہ اور پھر ان تمام خرافات کو باقاعدہ طور پر اسلام کے اعمال کی شکل میں ڈھالنے اور ان کا اسلامی نام رکھنے کا مہلک مرض پیدا ہو چکا تھا جس کے نتیجہ میں جاہل عوام بے خطر ان مشرکانہ رسوم پر عمل کر رہے تھے اور اس طرح ان میں باقاعدہ طور پر شرک و بدعت کا دور دورہ تھا۔ قبر پرستی اور اولیاء پرستی کی وہ تمام شکلیں جو آج بھی کثرت سے جاہل عوام میں رائج ہیں، اس دور میں عام ہو چکی تھیں۔ اسلام کا سرچشمۂ توحید شرک و بدعت اور اوہام و خرافات کی گندگی سے آلود ہو چکا تھا ناچ و رنگ، شراب و شباب اور عیش و عشرت کی فراوانی نے عوام الناس کے ذہنوں کو عاقبت فراموشی اور خوف خدا سے بے نیازی کے مہلک مرض میں مبتلا کر دیا تھا علماء سوء کی کثرت تھی جو اپنے تن و توش اور تجوریوں کو بھرنے کے لئے جاہل عوام کو دین کے نام پر لوٹ کھسوٹ کرنے اور ان کا استیصال کرنے میں مصروف تھے۔ شاہی قلعہ سے لے کر امراء کے محلات تک اور روساء کے بالاخانوں سے غریبوں کی جھونپڑیوں تک ان باطل رسوم اور شرک و بدعات

کی حکمرانی تھی۔ دین کے لبادے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے نام نہاد علمائے وقت کی طالع آزما ذہنیت اور پشت پناہی نے ان تمام ملحدانہ رسوم و خرافات اور شرک و بدعات کو مقام تقدیس اور ان سے والہانہ عقیدت کی شکل دیدی تھی ـــ!

ایسے پر آشوب دور میں، پہلے تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اس الحاد و زندقہ اور شرک و بدعت کے خلاف حق کا علم بلند کیا اور پوری قوت سے ان خرافات کی تردید و تغلیط کی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحب زادے شاہ عبد العزیز دہلویؒ میدان عمل میں آئے اور انھوں نے بھی حتی المقدور شرک و بدعت کے اس سیلاب پر بند باندھنے کی پر زور کوششیں کیں اور زندگی بھر آپ ان کے خلاف جہاد کرتے رہے ـــ!

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ قبر پرستوں کے خلاف ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

"و برخے از ایشاں ارواح مدبرہ و ملائکہ موکلہ را بر مخلوقات یا ارواح انبیاء و اولیاء و عباد و رہابین و احبار و علماء را بے ملاحظہ علاقہ بندگی خدا و محبوبیت او بالاستقلال در محبت برابر خدا می سازند و نذور و قرابین بنام آنہا میدہند، و احکام ایشاں را بے تامل در ماخذ آنہا برابر وحی ناطق الٰہی می شمارند، بلکہ بعضے از ایشاں باصور و ہیاکل و قبور و معابد و مساکن و مجالس آنہا افعالے کہ در مسجد و کعبہ برائے خدا باید کرد بعمل می آرند، مانند سر بر زمین نہادن، و گرد اگرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن حالانکہ دریں محبت ایشاں مقتضائے ایمان بخدا و برائے خدا نیست (۱)

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مخلوق کے مختلف کاموں پر مقرر فرشتوں کی ارواح مدبرہ گویا انبیاء اولیاء اور عبادت

(۱) "تفسیر فتح العزیز" شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ص ۴۹۹ (سورۂ بقرۃ آیت ۱۶۵)

گذاروں اور درویشوں اور علماء و فضلاء کی ارواح کو خدا کی عبادت اور اس کی محبت کا خیال و لحاظ کئے بغیر انہیں براہ راست خدا کی محبت کے برابر رکھتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں ان کے نام کی بجالاتے ہیں اور ان کے حکموں کو ان کے مآخذوں کا لحاظ کئے بغیر وحی الٰہی کے برابر شمار کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو ان میں سے (انبیاء اولیاء بزرگان دین کی تصویروں ہیکلوں، مزاروں ان کی عبادت کی جگہوں اور ان کے رہنے کے مکانات اور ان کی مجالس میں وہ کام کرتے ہیں جو مسجدوں میں اور کعبہ میں کئے جاتے ہیں جیسے زمین پر سر رکھنا (سجدہ کرنا) ان کے گرد گھومنا (طواف کرنا) اور جس طرح نماز میں قبلہ کی طرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے تصور میں ان کے لئے قیام (تعظیمی) کرنا۔ حالانکہ ان کی (ان بزرگوں سے) یہ محبت خدا پر یقین ہونے کے تقاضے سے نہیں ہے اور خدا کے لئے نہیں ہے"

اسی طرح وہ " فتاوی عزیزی " میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ہر کہ از مسلمانان جاہل بااہل قبور ایں چیزہا بعمل آرد، فی الفور کافرے گردد و از مسلمانی مے بر آید"(۱)

جاہل مسلمانوں میں سے جو بھی بزرگوں کے مزاروں پر اس قسم کے اعمال بجالاتا ہے فوراً کافر ہو جاتا ہے، اور اسلام سے نکل جاتا ہے۔

پھر ایک اور جگہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"منت بزرگاں و نذر غیر اللہ مانند گل گلہائے شیخ سدو و سہ منی بو علی قلندر و غیرہ قریب حرام است"(۲)

بزرگوں کی منت ماننا اور اللہ کے سوا کسی اور کی نذر ماننا جیسے شیخ سدو کے

(۲) فتاوی عزیزی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۳۳

(۲) فتاوی عزیزی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۹۲

کلگلے (ختم میں) دیں گے یا حضرت بو علی قلندر کی سہ منی دیں گے۔ اس قسم کی سب نذریں حرام کے قریب ہیں ـــــ!

شاہ صاحب ایک اور مقام پر یوں لکھتے ہیں:

"انسان کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب بزرگوں کو پہونچائے لیکن اس کام کے لئے کوئی دن، وقت اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے۔۔۔۔۔ جس چیز کے بارے میں صاحب شرع کی جانب سے ترغیب و تعین وقت کا ثابت نہیں وہ عبث ہے اور خلاف سنت ہے" (۱)

قبر پرست اہل بدعت کو شاہ عبد العزیز صاحب ایک جگہ اپنے "فتاوی" میں شیعوں کا ساتھی ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہمیں است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمیں مثل تعزیہ سازاں و مجاوران قبور و جلالیان و مداریاں" (۲)

یعنی اور یہی حال مسلمانوں کے بہت سے فرقوں کا ہے مثل تعزیہ ساز، قبروں کے مجاور اور جلالی اور مداری فرقے کے لوگ۔

الختصر یہ کہ تیرھویں صدی ہجری ہندوستان میں امت مسلمہ کے لئے جہاں سیاسی گردش اور آزمائش و آلام و مصائب کی صدی تھی وہاں دینی انحطاط اور مغلیہ دور حکومت کے آخری ایام میں عوام و خواص میں پھیلی ہوئی اخلاقی بے راہ روی، فحاشی اور عیاشی کے نتیجے میں بطور مکافات عمل سلطنت مغلیہ کا خاتمہ اور "غدر سن ستاون" کی خونچکاں داستان بھی اس صدی کا ناقابل فراموش سانحہ تھی۔ جنگ آزادی کا المیہ ـــــ جسے انگریزوں نے "غدر" کا نام دیا تھا اور ـــــ پر آشوب دور کے بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے علمائے حق کی شعوری جدوجہد بھی جو "دار العلوم دیوبند" کے نام سے منصۂ شہود پر

---

(۱) فتاوی عزیزی شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۱۷۶، ۱۷۷

(۲) فتاوی عزیزی شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۱۲۴

آئی وہ بھی اسی صدی کا ایک درخشاں باب اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے اپنے گوں ناگوں اثرات ونتائج کی بناء پر اس کو ہندوستان میں کفر واسلام کی کشمکش کی صدی کہا جاسکتا ہے۔۔۔۔!

برصغیر میں مسلم معاشرے کے اندر پھیلے ہوئے شرک والحاد اور بدعت وضلالت کے استیصال وسرکوبی کی جدوجہد اور اس ملک میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا جو نصب العین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے واضح کیا تھا ان کی وفات کے بعد پوری ایک صدی بھی نہیں گذری تھی کہ انہیں کے خانوادے سے شاہ اسماعیل شہیدؒ اصلاح وتجدید کا علم لے کر اٹھے اور اپنی فکر وعمل اور تحریر وتقریر کے ذریعہ انہوں نے اسلامی معاشرے کے دامن میں پڑی ہوئی ان سلوٹوں کو درست کرنے اور الحاد وبے دینی وشرک وبدعت کے ان داغ دھبوں کو مٹانے اور دور کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردیں۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتابیں "تقویۃ الایمان" "منصب امامت" اور "عبقات" کے صفحات ہوں یا ان کی دیگر تحریریں۔ ان میں ہر جگہ آپ کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وہی زبان بولتی نظر آئے گی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے چار بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام شاہ عبدالعزیز دوسرے بیٹے شاہ عبدالقادر، تیسرے بیٹے شاہ رفیع الدین اور چوتھے بیٹے کا نام شاہ عبدالغنی تھا۔ یہ چاروں بیٹے بلند پایہ محدث بھی تھے اور مایہ ناز مفسر قرآن بھی۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے اردو ترجمہ قرآن آج بھی ہندوپاک میں مستند ترین مانے جاتے ہیں اور برصغیر میں ہر جگہ بآسانی دستیاب ہیں۔۔۔۔!

شاہ اسماعیل شہید اسی علمی خانوادے کے ایک فرد ہیں۔ آپ شاہ عبدالغنیؒ کے بیٹے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حقیقی پوتے تھے۔ آپ کے استاذ اور مرشد سید احمد شہید بریلوی تھے جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد رشید اور مرید خاص تھے۔ شاہ عبدالعزیز

نے شرک وبدعت کے جس سیلاب پر بند باندھنے کی پرزور کوششیں کیں اور زندگی بھر آپ جس کے خلاف زبان وقلم سے جہاد کرتے رہے تھے آپ کی وفات کے بعد شرک وبدعت کے خلاف جہاد کے اس عظیم اور مقدس مشن کو آپ کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے پوری قوت کے ساتھ اپنایا اور انہوں نے "تقویۃ الایمان" جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھ کر شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے کی کامیاب کوشش کی "تقویۃ الایمان" کی افادیت اور مقبولیت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اس کو پڑھ کر ساڑھے تین لاکھ افراد نے شرک سے توبہ کی تھی۔ ان کی اصلاحی تحریک کے اثرات سے ہزاروں بے ختنہ مسلمانوں نے ختنہ کرایا اور مسلمانوں میں عقد بیوگان کا رواج بڑھا۔ کتنی ہی جاہلی رسوم نیست نابود ہوئیں، شرک وبدعت کے مظاہر مٹائے گئے اور قرآن وسنت کی طرف لوگوں کا رجحان ہوا ——!

علامہ سید سلیمان ندویؒ جناب سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کی اسلامی معاشرے کی اصلاحی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ اور ہر ولایت میں پہونچ چکے تھے اور اپنے دائرے میں تجدید واصلاح اور تنظیم کے کام انجام دے رہے تھے مشرکانہ رسوم مٹائی جارہی تھیں۔ بدعتیں چھوڑی جارہی تھیں، نام کے مسلمان، کام کے مسلمان بن رہے تھے اور جو مسلمان نہ تھے وہ اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے۔ شراب کی بوتلیں توڑی جارہی تھیں۔ تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جارہے تھے حق وصداقت کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچار مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے ہوئے تھے اور مجاہد تبلیغ ودعوت میں لگے ہوئے تھے"(۱)

---

(۱) "مقدمہ "سیرت احمد شہید از علامہ سید سلیمان ندویؒ ص ۱۵

الغرض شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے لئے جس انقلاب آفریں خیالات کی بنیاد ڈالی تھی، شاہ اسماعیل شہید ان نظریات کا مکمل عملی نمونہ تھے شاہ صاحب کے دینی سرمایہ کے امین شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے لئے تصنیف وتالیف اور ارشاد وہدایت کی جو کوششیں کی ہیں انہیں کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی مشہور زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" اس قسم کی کوششوں کا بین ثبوت ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تجدید واصلاح کے لئے پہلے بدعتوں کے استیصال کی کوششیں کیں اور مساجد اور مدرسوں میں، مجالس ومحافل میں جاکر وعظ کہنے اور توحید خالص کی طرف لوگوں کو بلانے کی پرزور سعی کی جہاں کہیں بھی مسلمان جمع ہوتے تھے یہ اس اجتماع میں عقیدہ توحید کی تصحیح اور تبلیغ کے لئے پہونچ جاتے تھے ـــــ!

شاہ اسماعیل شہیدؒ نے باطل کے خلاف صرف زبان وقلم سے ہی جہاد نہیں کیا بلکہ عملی طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے انعقاد کے لئے اپنے مرشد سید احمد بریلوی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ایک مخلص جماعت تشکیل دی جو اللہ اور اس کے رسول کی سچی وفادار تھی اور حق کے نشے میں سرشار ہوکر جہاد کے لئے آمادہ ہوگئی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے "اپنوں کی غداری" کے باعث سید احمد بریلوی کی مظلومانہ شہادت کے بعد ہوئی معرکہ آرائی میں عین لڑائی کے دوران منافقوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ چنانچہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو یہ دونوں مردان حق شناس "بالاکوٹ" کے میدان جہاد میں شہید ہوگئے ـــــ!

حقیقت یہ ہے کہ آج برصغیر ہندوپاک میں جہاں بھی کہیں حق وصداقت اور اصلاح وجہاد کی آواز سنائی دیتی ہے وہ انہیں دونوں بزرگوں: شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی شہیدؒ کی صدائے بازگشت ہے۔ امت مسلمہ کی اصلاح وتربیت اور شرک وبدعات کے خلاف جہاد کے ضمن میں ان کی مخلصانہ اور بے مثال کوششیں اور ان کے احسانات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ـــــ!

خدا رحمت کند ایں پاکباز وپاک طینت را!!

باب نمبر ۵
بریلوی
فکر کے اجزائے ترکیبی

زما بر صوفی و مُلّا سلامے
کہ پیغام خُدا دادند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰؐ را

گذشتہ صفحات میں ہم یہ بات دلائل کے ساتھ واضح کرچکے ہیں کہ "بریلوی فکر" اپنی ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے کوئی مخصوص دینی مسلک، باقاعدہ مکتب فکریا ٹھوس نظریاتی گروہ نہیں ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت کے نصوص پریا علمی دلائل پر رکھی گئی ہو۔ یہ اصلیت میں محض ایک "پیٹ کا فلسفہ" ہے اور ایک ایسا مفسدہ یا فکری الحاد اور زندقہ ہے جسکی بے ہنگم عمارت کے درو بام کی تعمیر اگرچہ شیعی نقشے کے مطابق کی گئی ہے مگر اس کی تزئین و نقش و نگار میں سنی عقائد کو بھی شامل کیا گیا ہے خوارج اور عیسائیت کے معتقدات کا رنگ وروغن اور اصول "ثالث ثلاثہ" کی میناکاری بھی اس میں ملتی ہے۔ اور ہندو مذہب کے مختلف رسوم واعتقادات بھی اس کی آرائش تعمیر میں شامل ہیں۔

مجموعی طور پر بریلویت ایک ایسی "معجون مرکب" ہے جس کے اجزاء ترکیبی متضاد خاصیتوں کے حامل ہیں اور اس میں مفید عنصر کی بہ نسبت مُضر اجزاء کا تناسب اس قدر غالب ہے کہ اس کے ضرر رساں اور مسموم اثرات، ملت اسلامیہ کے جسد خاکی کے لئے کسی بھی صورت میں نفع بخش اور اسے صحت مند بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ سراسر "زہر قاتل" ہیں ــــــ!

بریلویت کے افکار و نظریات، اس کا نصب العین اور بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب اور ان کے خلفاء و منتسبین کے اقوال واعمال اور فتاوی و تحریریں ان باتوں کی تائید کرتی ہیں۔

سطور ذیل میں ہم ان شاء اللہ العزیز اپنی بساط کے مطابق مختصر طور پر "بریلوی لٹریچر" کے مندرجات کی روشنی میں ان تمام باتوں کا بے لاگ جائزہ

لیں گے اور بریلوی فکر کے ان عناصر کی نشاندہی کرنے کی کوشش کریں گے جن کے اجزاء ترکیبی سے "بریلویت" کا ظہور ہوا و اللّٰہ المستعان!

بریلویت اور شیعی افکار

بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے افکار و نظریات کی شیعی افکار و معتقدات کی جھلک اور بریلوی لٹریچر میں اہل تشیع کے عقائد کا حال بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور تمہید اسلام کے شدید دشمنوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں اور ملت اسلامیہ کے خلاف ان کی دیرینہ سازشوں کا مختصر سا حال بھی قلم بند کر دیا جائے تاکہ قارئین شیعیت کے پس منظر کے ساتھ ساتھ اس کی "نقاب جدید" بریلویت کی حقیقت سے بھی کما حقہ واقف ہو سکیں۔

اسلام کے شدید دشمن کون ہیں؟

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک کے بعد سے آج تک ہر دور میں مسلسل اسلام کے خلاف سازشیں کی جاتی رہی ہیں۔ ہر زمانے میں اس کو مٹانے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے مختلف جتن کیے گئے۔ اسلام کے خلاف محاذ آرائی بیرونی طور پر جنگ و جدال اور صلیبی معرکوں کے ذریعہ جس شدّ و مدّ سے کی گئی اس سے کہیں زیادہ زور اور قوت کے ساتھ اندرونی طور پر اسلام کی دیواریں کھوکھلی کرنے اور اسے منہدم کرنے کی سعی نامشکور ہر دور میں ہوتی رہی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ میدان حرب و ضرب میں اسلام کے خلاف دشمنوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی جس کی انہیں توقع تھی البتہ اندرونی محاذ پر اُن کی تخریبی سرگرمیاں اور سازشیں پوری طرح کامیاب رہی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ آج پارہ پارہ نظر آتی ہے۔ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کون لوگ ہیں اور انھوں نے کن ہتھیاروں سے اسلام کے قلعہ میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب کافی

تفصیل طلب ہے۔ اسلام کے حقیقی دشمنوں کے بارے میں رب العالمین سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، آیئے قرآن مجید میں دیکھیں کہ خالق کائنات کن لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔ دشمن کے صحیح تعین کے بعد ہی ہم اس کے تخریبی ہتھکنڈوں پر غور و فکر کر سکیں گے۔

سورۂ مائدہ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (المائدہ آیت ۸۲)	تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور پھر ان لوگوں کو جو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے دل میں نرم گوشہ ان لوگوں کے اندر ہے جو اپنے آپ کو نصرانی (یا نصاری) کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور عبادت گذار لوگ پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہمارے سب سے بڑے اور شدید دشمن "یہود" قرار پاتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی جو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں — اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو ہمارا کسی قدر ہمدرد بتایا ہے۔ رب العالمین سے زیادہ سچی کس کی بات ہو سکتی ہے؟ لیکن جب ہم ان آیات کی روشنی میں تاریخ کے صفحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ نصاری جن کے دلوں میں ہمارے لئے نرم گوشہ بتایا گیا ہے، ان سے گذشتہ چودہ سو سالوں میں مسلمانوں کے بے شمار معرکے اور محاذ آرائیاں ہوئی ہیں۔ خاص طور پر صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ تو تاریخ میں مشہور ہی ہے۔ اسی طرح مشرکین اور کافروں سے بھی بہت سی جنگیں مسلمانوں نے لڑی ہیں۔ مگر ہمارے دشمن نمبر ایک یعنی "یہود" جو ہم

سے شدید عداوت رکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "خیبر" میں یہود کی جو گوشمالی فرمائی تھی اور پھر آخر میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں خیبر اور عرب کے گردونواح سے نکال باہر کیا تھا۔ اس کے بعد سے یہود کے ساتھ مسلمانوں کی کوئی قابل ذکر محاذ آرائی یا معرکہ موجودہ صدی تک ہمیں نظر نہیں آتا۔ البتہ اس صدی میں "اسرائیل" کے ناجائز قیام کے بعد سے یہود کی عربوں سے متعدد جنگیں ہو چکی ہیں اور اب بھی ان سے جنگ و جدال کا ماحول جاری ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور قرآن مجید کا بیان برحق ہے۔ اور اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین کامل ہے کہ کوئی "شدید دشمن" چودہ سو سال کے طویل عرصہ تک خاموش اور چپ چاپ نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ تو اپنی فطرت کے مطابق لازمی طور پر اپنے حریف کو زک پہونچانے اور اس کو خاک میں ملانے کی کوششیں ہمہ وقت کرتا رہے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ افرادی قوت کے لحاظ سے یہود کسی بھی دور میں اتنے کثیر اور طاقتور نہیں تھے کہ وہ مسلمانوں سے براہ راست ٹکر لے سکیں۔ اور آج بھی "اسرائیل" محض امریکہ کے بل بوتے پر عربوں کو آنکھ دکھا رہا ہے ورنہ یہ "مغضوب" قوم ایک دن بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی! یہود مسلمانوں کے ساتھ شدید عداوت اور بغض و عناد کے باوجود براہ راست میدان جنگ میں مقابلہ کرنے کی سکت تو نہیں رکھتے مگر ان عیار دشمنوں نے سازش اور فریب کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں پھوٹ ڈلوا کر اور انہیں باہم لڑا کر ملت اسلامیہ کو کمزور بنانے میں بلاشبہ کامیابی حاصل کی ہے۔ قوم یہود کی مکاریوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کی داستان بہت طویل ہے اور گذشتہ چودہ صدیوں کے دامن پر پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کا مختصر سا حال ہم نفس مدعا کو سمجھانے کے لئے سطور ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس کے اندر ہم اپنے گرد و پیش کے حالات اور اسلام دشمن سازشوں کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

یہود کی ریشہ دوانیاں

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قوم یہود کو اسلام اور ملت اسلامیہ کی طرف بری نگاہ ڈالنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مختلف عوامل و اسباب کی بناء پر یہود کو اپنے پر پرزے نکالنے کا موقع مل ہی گیا۔ سب سے پہلے "عبد اللہ بن سبا" نامی یہودی عالم نے جو یمن کا رہنے والا تھا، ایک سازش کے تحت بظاہر اسلام قبول کرنے کا ڈھونگ رچایا اور پھر وہ مسلمانوں کے درمیان دو مکر و فریب کے جال پھیلانے میں مصروف ہو گیا قسمت نے اس کا ساتھ دیا اور نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے اس وقت کے عجمی مسلمان، خصوصاً مصر اور عراق کے علاقہ کے لوگ اس کے دام فریب میں آ گئے اور ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا پہلا ہدف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ ہوئی۔ آپ کی شہادت کے خونچکاں واقعات اور پھر اس کے نتیجے میں جنگ جمل و صفین میں مسلمانوں اور خاص کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیمتی خون کی ارزانی نے ملت اسلامیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا ——— ! عبد اللہ بن سبا کا پورا گروہ جس کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی تھی، ان دونوں جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ تھا۔ اس باہمی خلفشار کے زمانے اور مخصوص فضا میں اس کو پورا موقع ملا کہ لشکر کے بے علم اور کم فہم عوام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے غلو کی گمراہی میں مبتلا کر دے۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق کے علاقہ "کوفہ" کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا تو یہ علاقہ اس گروہ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ اور چونکہ مختلف اسباب و وجوہات کی بناء پر اس علاقہ کے لوگوں میں غالیانہ اور گمراہانہ افکار و نظریات قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ تھی اس لئے کوفہ میں

عبداللہ بن سبا یہودی کے گروہ کو اپنے مشن میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی!

ابن جریر طبریؒ اور دیگر مؤرخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی نے سادہ لوح مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لئے سب سے آسان طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ ان کی محبوب اور مقدس ترین ہستی کے بارے میں غلو اور افراط کا نظریہ عام کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اس یہودی نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ "مجھے مسلمانوں پر تعجب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا میں دوبارہ آمد کا عقیدہ تو رکھتے ہیں مگر سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی اس دنیا میں دوبارہ آمد کے قائل نہیں۔ حالانکہ آپ حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ بھی یقیناً دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے"۔

عبداللہ بن سبا نے یہ بات ایسے جاہل اور ناتربیت یافتہ مسلمانوں کے سامنے رکھی جن میں اس طرح کی خرافات قبول کرنے کی صلاحیت دیکھی۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ اس کی یہ غیر اسلامی بات مان لی گئی جو کہ قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف ہے تو پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصی قرابت کی بنیاد پر آپ کے ساتھ غیر معمولی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی شان میں غلو آمیز باتیں کہنا شروع کر دیں، ان کی طرف عجیب و غریب "معجزے" منسوب کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مافوق البشر ہستی باور کرانے کی کوششیں کیں، اور جاہلوں اور سادہ لوحوں کا جو طبقہ اس کے فریب کا شکار ہو چکا تھا وہ ان ساری خرافات کو قبول کرتا رہا۔ اس طرح اس نے اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق تدریجی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے خیالات رکھنے والے "معتقدین" کا ایک حلقہ بنالیا۔ اس یہودی نے انہیں یہ باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے دراصل حضرت علی بن ابی طالب کو منتخب کیا تھا۔ وہی اس کے مستحق اور اہل تھے اور حامل وحی فرشتہ جبرئیل امین کو ان کے پاس نبوت لے کر بھیجا تھا مگر

انھیں اشتباہ ہو گیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ کے پاس پہونچ گئے ——! (استغفر الله ونعوذ بالله من ذلك) اس سے بھی آگے بڑھ کر کچھ احمق اور سادہ لوحوں کو یہ سبق پڑھایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دنیا میں خدا کا روپ ہیں اور ان کے قالب میں روح خداوندی ہے۔ اور اس طرح گویا وہی خدا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ حضرت علیؓ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ ان کے لشکر کے کچھ لوگ ان کے بارے میں ایسی خرافات پھیلا رہے ہیں تو آپ نے ان شیاطین کو قتل کر دینے اور لوگوں کی عبرت کے لئے آگ میں ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے یہ شیاطین ان ہی کے حکم سے قتل کر دیے گئے اور آگ میں ڈالے گئے (۱)

عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام کی صفوں میں "شیعیت" کی صرف بنیاد ڈالی تھی یا تخم ریزی کی تھی۔ اس کے بعد یہ تحریک خفیہ طور پر اور سرگوشیوں کے ذریعہ جاری رہی، اور رفتہ رفتہ اسلام میں مستقل طور پر ایک "یہودی لابی" وجود میں آگئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ لے کر اسلام اور مسلمانوں میں مختلف ڈھنگ سے باہم نفرت وعداوت اور بغض وکینہ پیدا کرنے میں مصروف ہو گئی! اس یہودی تحریک یعنی "شیعیت" کے مختلف داعی تھے جو مختلف لوگوں سے موقع ومحل کے لحاظ سے الگ الگ ڈھنگ سے بات کرتے اور ان کی ذہنی استعداد وصلاحیت کے مطابق ان کے عقائد واعمال کو متغیر کرتے تھے۔ اس طرح "شیعیت" کے نام پر مسلمانوں کے اندر مختلف گروہ پیدا ہو گئے جن کی الگ الگ، اپنی اپنی ڈفلی تھی اور اپنا اپنا راگ! کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت یا ان کے اندر روح خداوندی کے حلول کے قائل تھے اور کچھ ایسے تھے جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل واعلیٰ، نبوت ورسالت کا اصل مستحق سمجھتے تھے اور جبرئیل امین کی غلطی کے قائل تھے۔ کچھ لوگ ان میں سے

---

(۱) "منہاج السنۃ" شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۱ ص ۷

ایسے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد امام، امیر اور وصیٔ رسول مانتے تھے اور اس بناء پر خلفاء ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان غنی اور ان تمام صحابہ کرام ؓ کو جنھوں نے ان حضرات کو خلیفہ اور جانشین رسول تسلیم کیا تھا اور دل سے ان کا ساتھ دیا تھا۔ یہ بد باطن لوگ انہیں کافر، مرتد اور منافق یا کم از کم غاصب، ظالم اور غدار کہتے تھے! ان کے علاوہ بہت سے فرقوں کا اب دنیا میں غالباً وجود بھی کہیں نہیں پایا جاتا، تاریخ کی کتابوں کے اوراق میں ہی ان کا نام و نشان باقی رہ گیا ہے البتہ: چند فرقے اس دور میں بھی مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں شیعوں کے "اثنا عشری" فرقے کو امتیاز و اہمیت حاصل ہے۔

ہم اس بات کے ثبوت میں کہ عبداللہ بن سبا یہودی ہی اسلام میں شیعیت کا موجد و بانی ہے، نیز یہ کہ شیعیت دراصل "یہودی تحریک" ہے جو اسلام کے نام پر امت مسلمہ کو باہم ٹکرانے، انہیں متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا وجود ختم کرنے کے لئے ایک سازش کے تحت "برپا" کی گئی تھی اور آج بھی یہ شیعیت یا دوسرے لفظوں میں "یہودیت" اپنے اصل روپ میں تو کم، مگر مسلمانوں میں موجود مختلف "بدعتی فرقوں" خاص طور پر بریلویت کے پس پردہ اپنا مشن پورا کرنے میں مصروف ہے!

عبداللہ بن سبا کی شخصیت کے بارے میں ہم شیعہ حضرات کی "اسماء الرجال" کی مستند ترین کتاب "رجال کشی" سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں حالانکہ ابن جریر طبریؒ کی "تاریخ الامم والملوک" شہرستانی کی "الملل والنحل" ابن حزم اندلسی کی "الفصل فی الملل والنحل" اور حافظ ابن کثیر دمشقی کی "البدایہ والنہایہ" میں بھی اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے، مگر چونکہ بہت سے شیعہ علماء اور مصنفین عبداللہ بن سبا سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ماضی قریب کے بعض شیعہ

مصنفین نے تو عبداللہ بن سبا کو ایک فرضی کردار قرار دیا ہے۔ گویا وہ سرے سے اس کے وجود کے منکر ہیں۔ اس لئے شیعوں کی اسماء الرجال کی مستند ترین کتاب "رجال کشی" کا حوالہ ہی مناسب ہے تا کہ جانب داری اور الزام تراشی کے جرم سے ہمارا دامن داغدار نہ ہو —— ! ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

ذكر بعض اهل العلم ان عبدالله بن سبا كان يهوديًا فاسلم ووالى عليًا عليه السلام وكان يقول وهو على اليهودية في يوشع بن نون: وصي موسى بالغلو فقال في الاسلام بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في علي عليه السلام مثل ذلك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علي واظهر البراءة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم(۱)	بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا، پھر اسلام قبول کیا اور حضرت علی علیہ السلام سے خاص تعلق کا اظہار کیا اور اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا، پھر اسلام میں آنے کے بعد وہ اسی طرح کا غلو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کرنے لگا۔ اور وہ پہلا آدمی ہے جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدے کی فرضیت کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت ظاہر کی اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا —— !

دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ شیعوں کی اسماء الرجال کی اسی مستند ترین کتاب "رجال کشی" میں امام جعفر صادق سے متعدد روایتیں نقل کی گئی ہیں جن میں اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ شیعیت کا یہ بانی عبداللہ بن سبا اور اس کے تمام ساتھی۔ حضرت علی ﷛ کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے اور اس کی دعوت دینے کے جرم میں خود حضرت علی مرتضیٰ ﷛ کے حکم سے آگ میں ڈالوا کر

(۱) "رجال کشی" ص ۷۱ (طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ) (مؤلفہ ابو عمر محمد بن عمر الکشی)

ہلاک کر دیئے گئے(۱)

یہودیت اور شیعیت کی مشترکہ قدریں

یہودیوں اور شیعوں کے اعتقادات و عمل میں جو یکسانیت اور ہم آہنگی ہے، دونوں کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ صدیوں پہلے اندلس کے مشہور عالم دین "ابن عبد ربہ" اپنی کتاب العقد الفرید میں اس حقیقت کی تصدیق کر چکے ہیں۔ انھوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ یہودیوں اور شیعوں کے درمیان عقائد کی مماثلت اور مشابہت کی نشاندہی کی تھی، موجودہ دور میں بھی ایک محقق اور عالم دین ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی نے بھی اپنی عربی کتاب الشیعة فی المیزان میں یہود و روافض کے درمیان فکری مماثلت کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ سطور ذیل میں ہم یہودیوں اور اہل تشیع کے اشتراک عقائد اور بریلوی فکر میں ان کا عکس و انجذاب کا مختصر سا جائزہ قارئین کی معلومات کے لئے پیش کر رہے ہیں

(۱) دین میں غلو یا مبالغہ آرائی

اپنے مذہبی پیشواؤں اور دینی رہنماؤں کے مرتبہ میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی اہل کتاب، خصوصاً قوم یہود کی نمایاں صفت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کے اس "عیب" کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً:

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لاَتَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلاَ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلاَّ الْحَقَّ (النساء: آیت ۱۷۱)	اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) تم اپنے دین میں غلو اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے منسوب کر کے غلط باتیں نہ کہو
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ: آیت ۳۰)	یہود نے عزیر کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں

(۱) رجال کشی ص ۷۰

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (البقرہ آیت:۱۱۱)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا جنت میں داخل نہ ہو پائے گا۔ یہ ان لوگوں کی خوش فہمی ہے، آپ ان سے پوچھیے کہ اپنے اس دعوی کی دلیل کوئی ہو تو لاؤ اگر تم سچے ہو!

۲ دینی رہنماؤں کو خدائی اختیارات سے متصف کرنا

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ: آیت ۳۱)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے دینی پیشواؤں اور علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا ہے

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آل عمران: آیت ۶۴)

(اے نبیؐ) آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ آؤ اس بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے علاوہ ہم میں سے کوئی کسی اور کو اپنا رب قرار نہ دے

۳ التباس و کتمان حق

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ: آیت ۱۵۹)

جو لوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور فرمان ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے اپنی کتاب (تورات و انجیل) میں لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر دیا تھا ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنتیں بھی ان پر پڑتی ہیں!

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ؟ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آل عمران: آیت ۷۰،۷۱)	اے اہل کتاب! (یہودی و نصاری) تم جان بوجھ کر کس لئے اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو؟ اور اے اہل کتاب! تم کس کے لئے حق پر باطل کا غلاف چڑھا کر اسے پوشیدہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم دیدہ دانستہ حق کو نگاہوں سے او جھل کر رہے ہو!

۴ مسلمانوں سے شدید عداوت و کینہ

وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (المائدہ: آیت ۸۲)	تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اہل ایمان کے ساتھ عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور پھر ان لوگوں کو جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں!

۵ اللہ کی کتاب میں تحریف کی عادت

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (المائدہ: آیت ۱۳)	تو جس طرح انھوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا اس کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دلوں میں قساوت (سخت دلی) پیدا کر دی کیونکہ یہ لوگ (اللہ کے) کلام کو اس کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور اس میں موجود اپنے لئے پند و نصائح کے بڑے حصے کو فراموش کر بیٹھے ہیں!

یہ ہے قرآن کی گواہی اہل کتاب خصوصا یہود کے بارے میں! اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟ آیئے اب ہم قوم یہود کی ان

خصوصیات کو شیعی لٹریچر میں تلاش کرتے ہیں:

سب سے پہلے دین میں غلو یا مبالغہ آرائی کو لیجئے:

امت مسلمہ کے نزدیک جس طرح تمام انبیاء اور رسول، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتے ہیں امت یا قوم اسے منتخب نہیں کرتی ٹھیک اسی طرح شیعہ حضرات کے یہاں نبی کے بعد ان کے جانشین و خلیفہ اور امام بھی اللہ تعالیٰ ہی طرف سے مقرر و نامزد کئے جاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے یہ تمام "امام" اللہ کے نبی کی طرح معصوم ہوتے ہیں اور انبیاء و رسل ہی کی طرح ان کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ مرتبہ کے لحاظ سے یہ "ائمہ" تمام انبیاء و رسل سے افضل اور رسول اللہ ﷺ کے برابر ہوتے ہیں ان کے خیال میں خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد سے اس دنیا کے خاتمہ تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ امام نامزد ہیں جو امام اول، حضرت علی بن ابی طالب سے شروع ہو کر علی الترتیب حسن عسکری تک دنیا میں آکر کاروبار امامت انجام دینے کے بعد وفات پاگئے مگر بارھویں امام جو کہ آخری امام ہیں، بغداد کے پاس "سر من رای" کے غار میں روپوش ہیں اور وہی قرب قیامت میں مہدی بن کر نمودار ہوں گے اور پھر دنیا پر بلا شرکت غیر حکومت کریں گے وغیرہ وغیرہ(۱)

ایران کے مقتدر شیعی رہنما اور ایرانی انقلاب کے بانی آنجہانی آیت اللہ

---

(۱) شیعہ عقیدہ کے مطابق ان کے بارہ امام اس طرح درجہ بدرجہ ہوئے ہیں:

(۱) حضرت علیؓ (م ۴۰ھ) (۲) امام حسنؓ (م ۴۹ھ) (۳) امام حسینؓ (م ۶۱ھ) (۴) امام زین العابدین (م ۹۰ھ) (۵) امام باقر (م ۱۱۴ھ) (۶) امام جعفر صادق (م ۱۴۸ھ) (۷) امام موسیٰ کاظم (م ۱۸۳ھ) (۸) امام رضا (م ۲۰۳ھ) (۹) امام تقی جواد (م ۲۲۰ھ) (۱۰) امام نقی (م ۲۵۴ھ) (۱۱) امام حسن عسکری (م ۲۶۰ھ) (۱۲) امام غائب؟ (تاریخ المذاہب الاسلامیہ ص ۵۴)

خمینی اپنی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ میں الولایۃ التکوینیہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

وان من ضروریات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لایبلغه ملك مقرب ولانبی مرسل[1]	اور ہمارے مذہب (اثنا عشری) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے آئمہ کو وہ مقام حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہونچ سکتا!

جمہور امت کے نزدیک کائنات کے ذرہ ذرہ پر حکومت اور فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور ساری مخلوق اس کے تکوینی حکم کے سامنے سرنگوں اور تابع فرمان ہے یہ شان کسی نبی اور رسول کی بھی نہیں قرآن مجید کی بے شمار آیتیں اس بات کا واضح طور پر اعلان کرتی ہیں مگر اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ:

فان للامام مقاما محمودا ودرجة سامية وخلافة تكوينية تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات الكون[2]	امام کو وہ مقام محمود اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم واقتدار کے سامنے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے!

اثنا عشری مذہب کی رو سے شیعہ حضرات کے ائمہ کو انبیاء علیہ السلام کے تمام خصائص اور کمالات و معجزات تک حاصل تھے اور ان کا درجہ انبیاء سابقین یہاں تک کہ اولو العزم انبیاء حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و غیر ہم سے بھی بلند و برتر ہے۔ شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب "الجامع الکافی" ہے جو ابو جعفر یعقوب کلینی رازی (المتوفی ۳۲۸ھ) کی تصنیف ہے۔ صحت واستناد کے لحاظ سے اہل تشیع کے نزدیک اس کا وہی درجہ ہے جو امت مسلمہ

---

(۱) "الحکومۃ الاسلامیہ" آیت اللہ خمینی ص ۵۲

(۲) "الحکومۃ الاسلامیہ" آیت اللہ خمینی ص ۵۲

کے نزدیک صحیح بخاری کا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق "الجامع الکافی" بارھویں امام غائب کی تصدیق شدہ ہے شیعہ مذہب کا دارومدار اسی کتاب پر ہے۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کا نام "اصول کافی" ہے جس میں عقائد و اخلاق کا بیان ہے۔ اس کے بعد کی تین جلدیں "فروع کافی" کہلاتی ہیں ان میں احکام و مسائل کا تذکرہ ہے آخری جلد کا نام "روضۃ الکافی" ہے گویا یہ پوری کتاب کا تتمہ ہے۔ یہ پانچوں جلدیں مجموعی طور پر ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔

"اصول کافی" میں "کتاب الحجۃ" کے تحت باب "ان الارض کلھا للامام" کے اندر راوی ابو بصیر سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ ان کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق نے فرمایا:

اما علمت ان الدنیا والآخرۃ للامام یضعھا حیث یشاء ویرفعھا الی من یشاء(۱)	کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت سب امام کی ملکیت ہیں۔ وہ جس کو چاہیں دیدیں اور جو چاہیں کریں۔

شیعوں کے کثیر التصانیف بزرگ اور مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی تصنیف "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں:

"امامت بالاتر از رتبہ پیغمبری است(۲)	امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ازل سے ابد تک، ساری باتوں کا علم (ماکان ومایکون کا علم) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ ہی قدیم، غیر حادث اور ساری کائنات پر محیط ہے ﴿وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق: ۱۲)

یہودی ذہن و فکر نے اپنی افتادِ طبع کے مطابق "غلو عقیدت" کے نظریہ

(۱) "اصول کافی" ابو یعقوب کلینی ص ۲۵۹ مطبوعہ: لکھنؤ ۱۳۰۲ھ

(۲) حیات القلوب ملا باقر مجلسی اصفہانی ج ۳ ص ۱۰

کو فروغ دینے کے لئے پہلے رسول اللہ ﷺ کے لئے "ماکان ومایکون" کے علم کا پروپیگنڈا کیا اور پھر آپ کے بعد شیعہ حضرات کے خود ساختہ "ائمہ معصومین" اس علم کے وارث ٹھہرائے گئے شدہ شدہ یہ "مشرکانہ نظریہ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ذریعہ امت مسلمہ میں "در آمد" ہونے کے بعد جاہل عوام "اہل بدعت" کا اوڑھنا بچھونا بن گیا —!

ملاحظہ ہو شیعی روایت۔ امام جعفر صادق نے اپنے خاص رازداروں کی ایک محفل میں فرمایا:

لو کنت بین موسیٰ والخضر لاخبرتهما انی اعلم منهما ولأنبأتهما مالیس فی ایدیهما لان موسیٰ والخضر علیهما السلام اعطیا علم ماکان ولم یعطیا علم مایکون وما هو کائن حتی تقوم الساعة وقد ورثناه من رسول الله صلی الله علیه وسلم وآله وراثةً(۱)

اگر میں موسیٰ علیہ السلام وخضرؑ کے درمیان ہوتا تو ان کو بتاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان کو اس سے باخبر کرتا جو ان کے علم میں نہیں تھا۔ کیونکہ موسیٰ وخضر علیہما السلام کو صرف "ماکان" کا علم عطا ہوا تھا اور "مایکون" اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم انہیں نہیں دیا گیا تھا۔ اور ہم کو وہ علم رسول اللہ ﷺ سے وراثت میں حاصل ہوا ہے

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ دنیا کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔ ابو جعفر یعقوب کلینی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر امام کو ایک گھڑی کے لئے بھی زمین سے اٹھالیا جائے تو وہ اپنی آبادی کے ساتھ ایسے ڈولے گی جیسے سمندر میں موجیں آتی ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور روایت "اصول کافی" میں ابو حمزہ کے توسط سے بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے چھٹے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ کیا یہ زمین بغیر امام کے باقی اور قائم رہ سکتی

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۶۰

ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا:

"اگر زمین پر امام کا وجود باقی نہ رہے تو وہ دھنس جائے گی باقی نہیں رہ سکے گی" (۱)

اہل کتاب (یہود و نصاری) کی دوسری صفت جو قرآن میں بیان کی گئی ہے وہ ان کا اپنے دینی پیشواؤں اور راہب و درویشوں کو خدائی صفات سے متصف کرنا ہے۔ یہ مذموم اور مشرکانہ نظریہ بھی "شیعی مذہب" میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ان کی کتابوں کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد النبی ﷺ میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو جعفر ثانی (محمد بن علی نقی) سے جو نویں امام ہیں حرام وحلال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

یامحمّد! ان الله تبارك وتعالى لم يزل منفردا بوحدانيته ثم خلق محمدا وعليا وفاطمة فمكثوا الف دهر ثم خلق جميع الاشياء فاشهدهم خلقها واجرى طاعتهم عليها وفوض امورها اليهم فهم يُحلّون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن ولن يشاؤوا الّا يشاء الله تبارك وتعالى "(۲)	اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت کے ساتھ منفرد رہا پھر اس نے محمدؐ، علیؓ اور فاطمہؓ کو پیدا کیا پھر یہ لوگ ہزاروں قرن ٹھہرے رہے اس کے بعد اللہ نے دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر ان مخلوقات کی تخلیق پر ان کو شاہد بنایا اور ان کی اطاعت وفرماں برداری ان تمام مخلوقات پر فرض کی اور انکے تمام معاملات انکے سپرد کیے۔ تو یہ حضرات جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کردیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے مگر جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر کلینی ص ۱۰۴

(۲) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۲۷۸

علامہ قزوینی نے اس روایت کی شرح میں یہ تصریح کر دی ہے کہ یہاں محمد، علی اور فاطمہ سے مراد یہ تینوں ہستیاں اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں[1]

اصول کافی میں ہی امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ:

قال: ولایتنا ولایة اللّٰہ التی لم یبعث نبی قط الابھا (۲) — آپ نے فرمایا: ہماری ولایت (یعنی بندوں اور مخلوقات پر ہماری حکومت) بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور حاکمیت جیسی ہے جو نبی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ اس کے ساتھ بھیجا گیا!

شیعی لٹریچر کے مطابق ان کے تمام ائمہ الوہی صفات کے حامل ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ وہ سب "عالم ماکان ومایکون" ہیں۔ کوئی چیز ان سے مخفی اور غیب نہیں۔ انسانوں کے نامہ اعمال روزانہ ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں غفلت، سہو اور نسیان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے۔ وہ دنیا و آخرت کے مالک ہیں جس کو چاہے دیں اور جسے چاہیں محرم کر دیں وغیرہ وغیرہ۔

اہل تشیع کے معتقدات اور باطل نظریات کا مزید جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سر دست اس مقام پر ٹھہر کر مذکورہ بالا شیعی عقیدوں کا عکس و رُجحان اور ان کی بھرپور ترجمانی جس طرح "بریلویت" کے لٹریچر میں موجود ہے اس پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلیں تاکہ بریلویت کے سحر میں گرفتار سادہ لوح مگر اسلام کے مخلص اور وفادار عوام اور حقیقت کے متلاشی منصف مزاج قارئین کی نگاہوں کے سامنے سے "خوش فہمیوں" کے پردے سرکنے کا آغاز

---

(۱) "الصافی" شرح اصول کافی جزو ۳ ج ۲ ص ۱۴۹

(۲) "اصول کافی" ابو جعفر کلینی ص ۲۷۶

ہو جائے اور وہ آفتاب حقیقت کی حیات بخش شعاعوں کا ادراک کرنے لگیں۔
گذشتہ صفحات میں ہم عبداللہ بن سبا یہودی کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے نقطۂ آغاز کے سلسلے میں ایک بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ اس نے ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کرنے اور مسلمانوں میں فکری گمراہی اور شرک والحاد کا بیج بونے کے لئے جب اپنی "صیہونی سازش" کو بروئے کار لانے کا ارادہ کیا تو اس مقصد کے لئے اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سب سے پہلے مسلمانوں کے جذبات عقیدت سے کھلواڑ کرنے اور انھیں "اپنا ہم نوا" بنانے کی خاطر "محبت رسول" کا ڈھونگ رچایا اور بالآخر جاہل اور کم علم مسلمانوں کو ـــــ جو سب کے سب عجمی اور نو مسلم تھے ـــــ یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رسول اللہ ﷺ بھی دوبارہ دنیا میں ضرور تشریف لائیں گے۔ اس کے بعد اس نے "وصی رسول" جانشین اور "خلیفہ بلا فصل" کے منفی نظریات کا پروپیگنڈہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں عوامی جذبات کا اچھی طرح استیصال کیا اور پھر بتدریج انہیں عقیدت کی پر پیچ پگڈنڈیوں پر چلاتا ہوا "شیعیت" کے عمیق غار میں ڈھکیل لے گیا ـــــ!!

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے "خاندانی مذہب" کے اس "اولین پیشوا" کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تقیہ کے زیر نقاب جب شیعی افکار و نظریات کے احیاء اور اسلامی اتحاد و جذبۂ اخوت کو پارہ پارہ کرنے کا پروگرام بنایا تو اس کی ابتداء کے لئے بھی "عقیدت رسول" کی اسی پرانی ٹیکنک کا سہارا لیا اور مستقل طور پر "عشق رسول" کا ڈھونگ رچا کر اپنے "نعتیہ اشعار" اور تحریروں کے ذریعہ جاہل عوام کے جذبات عقیدت کو برانگیختہ کر کے انہیں رسول اللہ ﷺ کی بشریت سے انکار کے فاسد عقیدے کی ترویج اور آپ ﷺ کو "الوہی صفات" سے ہمکنار کرنے میں اپنی زبان و قلم کی ساری

صلاحیتیں صرف کردیں تاکہ حضور ﷺ کے لئے غلوئے عقیدت کا ذہن بننے کے بعد عوام کے ذہنوں میں شیعوں کے "ائمہ معصومین" کے تقدس اور ان کی مافوق البشر صفات پر ایمان و عقیدہ آسانی سے اتارا جاسکے۔ پھر جب عبداللہ بن سبا ہی کی طرح انھیں بھی اس مقصد میں جاہل عوام کی تائید حاصل ہوگئی تو پھر اگلے مرحلے کے لئے انہیں شیعہ معتقدات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر کوئی دوسرا "مرجع عقیدت، بھی "بطور تقیہ" تلاش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ وہ اسے شیعہ عقائد و صفات کے مطابق الوہی صفات سے متصف کرکے کسی بھی نام سے سنی مسلمانوں کے درمیان "مخصوص مقام" دلا سکیں ــــــ! حسن اتفاق سے انہیں ایک اہم شخصیت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے روپ میں مسلمانوں کی صفوں میں مل گئی جو نہ صرف یہ کہ اپنے تقوی و طہارتِ قلب اور تعلق باللہ میں منفرد اور ممتاز ہونے کی وجہ سے سلوک معرفت کے انتہائی زینہ پر ایستادہ تھے بلکہ نظریہ تصوف کو عملی شکل دینے اور اسے باقاعدہ طور پر ایک فلسفۂ حیات بنانے میں وہ اولین اور مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں انہیں "غوث الاعظم" کا درجہ حاصل تھا جس کا سادہ سا مفہوم شروع دور میں محض اصلاح باطن اور صفائی قلب کے سب سے بڑے معالج کا تھا۔ یہ ٹھیک وہی تصور تھا جیسا کہ جسمانی امراض کا علاج کرنے والے اطباء کرام اگرچہ سب "ماہر فن" ہوتے ہیں مگر تجربہ اور مہارت کے مختلف مدارج کی بناء پر کوئی "حکیم حاذق" کہلاتا ہے، کسی کو "شفاء الملک" کا لقب دیتے ہیں اور کوئی "مسیح الملک" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے فن طب کے مختلف شعبوں کے مطابق کوئی "عطار" کہلاتا ہے اور کوئی "جراح" اور کسی کو "ماہر فن جراحت" یعنی "سول سرجن" کہتے ہیں! علی ہذا القیاس روحانی علاج اور "اصلاح نفس" کے ان "طبیبوں" کے لئے بھی ان کے فن طب یعنی "تصوف" کے ماہرین نے بھی الگ الگ کچھ مخصوص

خطابات وضع کر رکھے تھے جیسے غوث، قطب، نقیب، ابدال، اوتاد وغیرہ۔
روحانی علاج کے سب سے بڑے ماہرین کا گروہ "غوث" یعنی امراض نفس کی دادرسی کرنے والے خصوصی ماہرین (Specialists) کہلائے اور ان کی ٹیم کا سربراہ "غوث اعظم" یعنی سب سے بڑا روحانی رہنما کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ــــ! لیکن جب تصوف کے دروبست پر دشمنان اسلام یہود کے پروردہ اہل تشیع کا غلبہ ہوا تو ان سادہ اور بے ضرر اصطلاحات کو ان لوگوں نے شرک والحاد اور گمراہی کا نشانِ امتیاز (Symbol) بنادیا۔ مثلاً تصوف کی مستند کتابوں میں اہل تشیع کی تدسیس اور فتنہ انگیزی کے بعد "غوث" کا جو تصور پایا جاتا ہے وہ ملاحظہ ہو۔

"سید احمد کبیر رفاعی نے شیخ عبداللہ مطری سے استفسار کیا کہ فرمایئے! افراد، ابدال، قطب اور غوث وغیرہ کے مدارج میں کیا فرق ہے؟ اور ان کی تعداد کس قدر ہوتی ہے؟ شیخ نے فرمایا۔ بھائی جان! ہر ایک زمانے میں دنیا بھر کا ایک "غوث" ہوتا ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک تمام مخلوق پر خداوند کریم اسے تصرف عطا کرتا ہے اور تمام اولیاء، قطب، اخیار، نقیب، ابدال، اوتاد وغیرہ کو اس غوث کی خدمت واطاعت کا ارشاد ہوتا ہے۔ ان کا عزل ونصب، ترقی وتنزل محض اس کے تصرف سے ہوتا ہے۔ غوث زماں ان کی تعلیم وارشاد میں کوتاہی نہیں کرتا اور یہ سب مؤخر الذکر بزرگوار اسی سے شریعت، طریقت اور حقیقت کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اسی غوث کی وجہ سے تمام برکات اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ نظام کائنات اسی "غوث" کے دم قدم سے ہے"(۱)

تصوف کی کتابوں میں کہیں کہیں "غوث" کے بجائے "صدیق" کی

(۱) تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ص۱۹ و ۲۰

اصطلاح بھی ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۲ھ) کے مکتوبات میں مرقوم ہے:

"اب ان ایمان والے صدیقوں کا حال سنو، اور اپنی عقل ناقص سے ان کے متعلق رائے زنی نہ کرو، کیونکہ یہ وہ بزرگان دین ہیں کہ دنیا کا نظم و نسق انہیں کے قدموں کے نیچے ہے اور دین کا استحکام ان کے قبضہ اختیار میں ہے۔ مغربی اور مشرقی دنیا ان کے حکم کے تابع ہے"۔(۱)

شیخ علی بن عثمان ہجویری جو "داتا گنج بخش" کے لقب سے مشہور ہیں ان کی کتاب کشف المحجوب میں ان اولیائے کبار کے بارے میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"اولیاء حق تعالیٰ مدبران ملک اند و مشرفان عالم، و خداوند تعالیٰ مر ایشاں را اولیان عالم گردانیدہ است، و حل و عقد آں بدیشاں باز بستہ و احکام عالم را موصول ہمت ایشاں گردانیدہ است"(۲)

خداوند تعالیٰ کے اولیاء ملک کے مدبر ہیں اور عالم کے نگراں اور خدا تعالیٰ نے خاص طور پر ان کو عالم کا والی (حاکم) گردانتا ہے اور عالم کا حل و عقد ان کے ساتھ وابستہ کردیا ہے۔ اور احکام عالم کو ان ہی کی ہمت کے ساتھ جوڑ دیا ہے!

"غوث" کی نسبت سے اس قسم کے خیالات شرک، تصوف کی کتابوں میں داخل کرنے والے یہی شیعہ مفسدین تھے تاکہ ان باتوں کو اپنے "ائمہ معصومین" کی قدرت و تصرف فی الکائنات کے لئے بطور دلیل و ثبوت پیش کرنے میں انہیں آسانی ہو۔ تاہم ان کتابوں کے لکھنے والے شیوخ تصوف کی بزرگی،

(۱) "مکتوبات صدی" شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ص ۵۲۶ مکتوب نمبر ۸۷ (مطبوعہ: لکھنو ۱۲۸۷ھ)

(۲) "کشف المحجوب" شیخ علی بن عثمان ہجویری ص ۱۶۹

تقدس اور علوئے مرتبت کی بناء پر ان کتابوں میں موجود اس قسم کی غیر اسلامی اور " توحید سوز " باتوں کو " عقیدہ " کی حیثیت نہ سہی مگر لوگوں کے ذہنوں میں بڑی حد تک " نظریاتی عقیدت " کا درجہ ضرور حاصل ہو گیا تھا !

غوث کے بارے میں غلوئے عقیدت کے ان مظاہر کو تصوف کی کتابوں میں دیکھنے کے بعد " بانی بریلویت " جناب احمد رضا خاں صاحب کی دلی مراد بر آئی۔ شیعہ مذہب کے ائمہ معصومین کے بارے میں جو معتقدات و تصورات تھے، اس سے ملتے جلتے بلکہ تقریباً ویسے ہی عقائد غوث کے لئے جب انھیں اہل سنت کی کتابوں میں مل گئے تو انہوں نے ایک جامع منصوبہ بنانے کے بعد اس شگاف کے ذریعہ دین کے مسلمات کے مستحکم قلعہ میں نقب زنی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ظاہری بات ہے کہ امت مسلمہ " ائمہ معصومین " کے شیعہ نظریہ کو من و عن انہیں ناموں کے ساتھ براہ راست تو قبول نہیں کر سکتی تھی کیونکہ قرآن و سنت کے نصوص اس باطل نظریہ کی نفی کرتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے نہایت ہوشیاری سے ان " شیعہ ائمہ " کو بطور تقیہ " غوث " کے نام سے معنون کر کے سلسلہ اغواث کو ائمہ تشیع کے اندر محدود کر دیا ——!

پیش خدمت ہے بطور ثبوت احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے " ملفوظ " کا ایک اقتباس: وہ فرماتے ہیں:

> " پھر مولا علیؓ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوئی اور امامین محترمین رضی اللہ تعالی عنہما وزیر ہوئے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ حضرات مستقل غوث ہوئے "(۱)

(یعنی: حضرت علیؓ امام حسنؓ، امام حسینؓ امام زین العابدین امام باقر امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام رضا، امام تقی جواد، امام نقی اور امام حسن عسکری)

(۱) " الملفوظ " جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۲۱ (مجموعہ ص ۱۳۷)

رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں غلوئے عقیدت کا مظاہرہ!

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنے پیش رو عبداللہ بن سبا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے لئے جس طرح غلوئے عقیدت کا بے پناہ مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سطور ذیل میں ہم ان کی کتابوں سے کچھ اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) "جو چاہیں دیں حضور علیہ السلام مختار کل ہیں۔ تمام کارخانہ خدا کے مالک ہیں اللہ کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ کے قبضہ میں ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یعنی آرام، تکلیف، رنج و راحت، پیدا کرنا، مارنا رزق دینا، مرض و صحت، غنا و افلاس، خشکی و بارش، جنت و دوزخ، کفر و اسلام، ایجاد و عدم، غرض فرش سے لے کر عرش تک سب آپ ہی کے اختیار میں ہے"(۱)

(۲) "رسول اللہ ﷺ کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے۔ جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں"(۲)

(۳) "خدا بھی حضور علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے"(۳)

(۴) "آپ ﷺ کے علوم بے حد و بے شمار ہیں۔ آپ کو روز اول سے روز آخر تک جمیع ماکان و مایکون کا علم ہے"(۴)

(۵) "حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ دلوں کے خطروں سے آگاہ ہیں ہر

(۱) حاشیہ الاستمداد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۶

(۲) شرح الاستمداد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۱

(۳) شرح الاستمداد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۲

(۴) حسام الحرمین جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۲

جگہ حاضر و ناظر ہیں"(۱)

(۶) "حضور علیہ السلام گناہوں کو بخشتے ہیں"(۲)

(۷) "کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے"(۳)

(۸) "بارگاہ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں۔ ہاں، ہاں واللہ ثم باللہ ایک دفع بلاء و حصول عطا کیا، تمام جہاں اور اس کا قیام سب انہیں کے دم قدم سے ہے"(۴)

(۹) "اللہ عزوجل نے بیشک سید عالم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ملکوت السمٰوات والارض کا انہیں شاہد بنایا، دریاؤں کا کوئی قطرہ ریگستان کا کوئی ذرہ، پہاڑوں کا کوئی ریزہ، سبزہ زاروں کا کوئی پتہ ایسا نہیں جو حضور عالم ماکان وما یکون کے علم میں نہ آیا ہو"(۵)

(۱۰) "نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا ہے کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، روز ازل سے اب تک اور اب سے قیامت تک اور قیامت سے آخرت تک اور آخرت سے ابد تک، مومن، کافر، مطیع یا فاجر، ملک وانسان، جن یا حیوان بلکہ ماسوائے اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ اس کی کلی انہیں (حضور ﷺ) کے دربار سے کھلی

(۱) شرح الاستمداد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۰

(۲) شرح الاستمداد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۶

(۳) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۱ ص ۱۰۵

(۴) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۳۲ ۳۹

(۵) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۶،۵

اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں بٹی، بٹتی ہے اور بٹے گی(۱)

(۱۱) "ہم سب رسول کے بندے ہیں۔ خود خدا حکم دیتا ہے کہ اے محمد! تم سب کو اپنا بندہ کہو۔ یعنی بزرگوں کا بندہ کہنا، کہنا اور نام رکھنا جائز ہے"(۲)

(۱۲) "اپنے آپ کو نبی ﷺ کا بندہ کہنا شرک نہیں"(۳)

(۱۳) "نبی بخش، عطاء رسول وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں"(۴)

(۱۴) "جو چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لئے بعطائے الٰہی ماننا کبھی شرک نہیں ہو سکتا۔ نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہے تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں"(۵)

واضح رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں موجود مکہ کے مشرکین بھی مشرک نہ ٹھہریں گے۔ کیونکہ ان کا کہنا تھا لاشريك لك الأ شريكا انت تملكه یعنی اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک جن کا تو مالک ہے!

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ لگے ہاتھوں اسے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذات الٰہی کے مظہر اتم ہیں کہ حضور ﷺ بھی ایسے ہی یکتائے روزگار ہیں کہ ان کے ہر وصف و عمل و قدرت کو

---

(۱) جزاء اللہ عدوہ جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۳۲

(۲) "کشف الضلال دیوبندی یعنی شرح الاستمداد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۷۵

(۳) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۳۶ - 38

(۴) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۳ - ۴۵

(۵) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۹ - ۹۲

دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یکتائی یاد آتی ہے"(۱)

احمد رضا خاں بریلوی کے دست راست جناب امجد علی گھوسوی مصنف "بہار شریعت" کا عقیدہ بھی حضور اقدس ﷺ کے بارے میں مطالعہ کے لائق ہے۔ وہ یوں گل افشانی کرتے ہیں:

"حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہاں حضور ﷺ کے تحت تصرف کر دیا گیا۔ جسے چاہیں دیں۔ جس سے جو چاہیں لے لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں تمام جہاں ان کا محکوم ہے۔ وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے، حلاوت سنت سے محروم ہے۔ تمام زمین ان کی ملک ہے، تمام جنت ان کی جاگیر ہے ملکوت السموات والارض حضور کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دیدی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں، حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے"(۲)

(۱۵) "حضور ﷺ کو تمام ماکان وما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے"(۳)

(۱۶) "سو آپ ﷺ اولین و آخرین کے سب علوم پر محیط ہیں اور آپ کے علوم کسی ایک حد پر منحصر نہیں اور ان کے ورلہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور انہیں دنیا والوں میں سے کوئی نہیں جانتا، سو انسانوں کے علوم اور لوح و قلم کے علوم آنحضرت ﷺ کے سمندروں

(۱) "مواعظ نعیمیہ" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ج ۱ ص ۶۷

(۲) "بہار شریعت" امجد علی گھوسوی ج ۱ ص ۲۲

(۳) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵

کا محض ایک قطرہ ہیں"(۱)

بریلوی لٹریچر میں رسول اللہ ﷺ کے لئے غلوئے عقیدت کی یہ فراوانی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے یہ غیر متوازن اور قرآن و سنت سے متصادم عقیدے اور پھر ان کے "نعتیہ کلام" میں "عشق رسول" کے مبینہ جذبات اور والہانہ الفاظ کے ظاہری غلبہ سے یہ گمان کرلینا کہ احمد رضا خاں صاحب سچے "عاشق رسول" تھے اور ان کے پیروکار ہی ـــــ اپنی تمام تر بے عملی اور بداعمالیوں کے باوجود ـــــ حضور ﷺ کے اصلی شیدائی اور فدائی ہیں۔ محض خوش فہمی اور خود فریبی کی بات ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں، کیونکہ جس قسم کی شرک آمیز مبالغہ آرائی "حسن عقیدت" کے نام پر احمد رضا خاں صاحب اور ان کے متبعین نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں روا رکھی ہے اس کا شائبہ بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اقوال و فرمودات اور ان کی پاکیزہ زندگی میں نہیں ملتا۔ کیا اس کا یہ مطلب قرار دیا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ وغیرہم کا "دعویٔ عشق رسول" کمزور اور جھوٹا تھا؟ یا انہیں رسول اللہ ﷺ فداہ امی وابی سے محبت اتنی شدت سے نہیں تھی جتنی کہ ان کے "فاضل بریلوی" احمد رضا خاں صاحب کو تھی ـــــ؟ ظاہر بات ہے کہ ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ تو پھر آیئے اس پر غور کرتے چلیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور دیگر تمام اسلاف امت محدثین، فقہاء وغیرہم کو رسول اللہ ﷺ سے "بے پناہ عشق" اور جاں نثاری کے جذبات کی فراوانی کے باوجود ان کی زندگانی میں "عشق رسول" کے ایسے غلو آمیز اور پرجوش مظاہر آخر کیوں نہیں ملتے جو احمد رضا خاں صاحب اور ان کے حوارییّن کا اوڑھنا اور بچھونا ہیں، اور جن کے

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۳۶

ذریعہ وہ کم علم اور بھولے بھالے عوام کو بے وقوف بنا کر اپنے دام فریب کا شکار کرتے ہیں ——؟؟

قرآن مجید نے یہ بات واضح کردی ہے کہ غلوئے عقیدے کا مرض قوم یہود کی خصوصیت اور اس کی مخصوص صفت ہے۔ اور ان سے یہ بیماری اہل تشیع میں منتقل ہوئی۔ شیعہ حضرات کا اپنے "ائمہ معصومین" کے بارے میں جو انتہائی غلو آمیز نظریہ اور مشرکانہ عقائد ہیں ان میں سے کچھ آپ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ شیعہ مذہب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ سب سے اہم اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے، شیعیت کا سارا فلسفہ انہیں کے گرد گھومتا ہے اور ان کی غلوئے عقیدت کا نقطۂ عروج صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں کبھی مظہر ذات محمدیؐ اور کبھی بلا کم وکاست "معبود حقیقی" تصور کیا جاتا ہے——!

عصر حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر زکی مبارک جن کا تعلق مصر سے ہے اپنی کتاب "التصوف الاسلامی" میں لکھتے ہیں:

"الواقع ان الصلة بين	حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع اور اہل تصوف کے
التشيع والتصوف فعلیّ	درمیان قدر مشترک علیؓ ہیں جو شیعہ حضرات
هومعبود الشيعة وامام	کے لئے معبود کا درجہ رکھتے ہیں اور صوفیوں
الصوفياء "[1]	کے لئے امام کا!

سید سلامت علی شاہ قادری جو مشہور صوفی بزرگ ہیں اپنی کتاب "حقائق ومعارف القدر" میں لکھتے ہیں:

"معدن الجواہر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ مقتدائے زماں امین خاں سے منقول ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ حضرت قطبی ابو الفتح شاہ شمس الدین، شیخ محمد شریف قادری ملتانی کو دیکھا کہ

(۱) "التصوف الاسلامی" ڈاکٹر زکی مبارک ج ۲ ص ۲۳ (مطبوعہ مصر)

دایاں ہاتھ بند کئے میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری ہتھیلی کو دیکھو۔ جب میں نے حکم کی تعمیل میں ادھر دیکھا تو پوچھا کیا نظر آیا؟ میں نے کہا کہ محمد ﷺ، فرمایا اب پھر دیکھو۔ میں نے پھر ہتھیلی کی طرف دیکھا۔ فرمایا چہ دیدی؟ یعنی کیا دیکھا؟ میں نے کہا علیؓ۔ فرمایا پھر دیکھو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی، پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا۔ عبدالقادر جیلانی کو دیکھا۔ فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ کبھی ان تینوں میں فرق نہ کرنا۔ محمدؐ، علی اور عبدالقادر جیلانی بظاہر تین وجود نظر آتے ہیں مگر باطناً (یعنی باعتبار باطن) ایک ہی وجود ہیں اور معیت تام رکھتے ہیں مبارک ہے جو یہ اعتقاد رکھے اور ناقص ہے وہ جو اس کے خلاف سمجھے" (یعنی ان تینوں کو علحدہ علحدہ ہستی سمجھتا ہو)(۱)

شاہ نعمت اللہ کرمانی جو ایک صوفی شاعر ہے اس نے اپنے اس شعر میں اسی معنی کو اجاگر کیا ہے۔

مصطفیٰ را مرتضیٰ داں، مرتضیٰ را مصطفیٰ

خاک در چشم دوبینا، دغا باید زدن!

شاہ نیاز احمد بریلوی اردو زبان میں مسلم الثبوت شاعر تھے۔ مصحفی کے استاذ تھے، نہایت بے تکلفی سے سنگلاخ زمین میں شعر کہتے تھے۔ انھوں نے اپنے دیوان میں جو مناجات لکھی ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیعوں کی طرح "وصی نبی" تسلیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بحق دوازدہ ائمہ معصومین شیعہ التجا کی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کو بھی واسطہ بنایا ہے۔ مگر افضل الصحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کہیں تذکرہ نہیں۔ اس مناجات کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

بحق امام علی مرتضیٰ وصیٔ نبی وولیٔ خدا

اپنی ایک غزل میں وہ اسی عقیدے کا یوں اظہار کرتے ہیں:

---

(۱) "حقائق و معارف القدر" سید سلامت علی شاہ قادری ج ۲ ص ۱۳۷

ولیٔ حق ، وصیٔ مصطفیٰ دریائے فیضانے
امام دوجہانے، قبلۂ دینے وایمانے (۱)

شاہ نیاز احمد بریلوی کے اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ اصلیت میں ولی کامل ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور جانشین مصطفیٰ ہونے کا استحقاق بھی انہیں کو حاصل تھا۔ کیونکہ وہ فیض رسانی کا ایک دریا ہیں۔ دونوں جہاں (دنیا وآخرت) کے لئے امام بنائے گئے ہیں اور دین وایمان کا قبلہ یعنی مرکز عقیدت آپ ہی کی ذات مبارکہ ہے ——!

مذکورہ بالا شواہد اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں کہ قرآن وسنت کی حدود سے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کرنا اور غلوئے عقیدت میں بڑھ کر آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں ہمسر ٹھہرانا ہرگز اہل سنت والجماعت کا طریقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو صرف اہل تشیع کا شعار اور ایک مخصوص پیرایہ بیان ہے جو وہ حضرت علی کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی اگرچہ بظاہر تین علیحدہ علیحدہ وجود نظر آتے ہیں مگر باعتبار باطن یعنی اصلیت میں ایک ہی وجود ہیں جو معیت ہم رکھتے ہیں۔ لہٰذا مدح سرائی اور نعت ومنقبت چاہے حضور کے نام سے کی جائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے، اصلیت میں وہ حضرت علیؓ کی ہی تعریف وتوصیف ہوگی ——!

بقول شاہ نعمت اللہ کرمانی

مصطفیٰ را مرتضیٰ داں ، مرتضیٰ را مصطفیٰ
خاک در چشم دوبیناں ، دعا باید زدن

---

(۱) "اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش" (مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۰۹ء) از یوسف سلیم چشتی ص ۱۱۸، ۱۱۹ (مطبوعہ لاہور)

یعنی: محمد مصطفیٰ کو اصلیت میں علی مرتضیٰ ہی سمجھنا چاہئے۔ اور اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ بھی حقیقت میں محمد مصطفیٰ کا ہی ایک روپ ہیں۔ جس کسی کو وہ الگ الگ دو وجود نظر آتے ہیں، اس کی آنکھوں میں خاک پڑ جائے۔ بلاشبہ وہ دھوکے کا شکار ہے! اہل تشیع کی اس مخصوص ذہنیت کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم جناب احمد رضا خاں صاحب کی حضور ﷺ سے متعلق مبالغہ آرائی کے "ریکارڈ توڑ" مظاہرے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کی مبینہ طور پر "عشق رسول" کے بلند بانگ دعوؤں اور والہانہ عقیدت کے غیر معمولی جذبات کے پس پشت صاف طور پر حضرت علی کے معبود اور خدا ہونے کے باطل دعوے اور ایمان سوز عقیدے کی بالواسطہ اشاعت اور ان کے مُطاع اور شارع ہونے کے تصور کی تبلیغ و ترویج کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ اگر ہمارا یہ خیال درست نہیں تو پھر بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے حواریین اور منتسبین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دلائل سے ثابت کریں کہ جو غالیانہ تصورات اور عقیدے انہوں نے رسول اللہ ﷺ یا شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے وضع کر رکھے ہیں ان کا ثبوت قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں کہاں ہے ——؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

البتہ: ہم اپنے اس دعویٰ کا ثبوت، بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کی خود اپنی تحریروں سے ہاتھوں ہاتھ دے رہے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کے غلوئے عقیدت کے پس منظر میں "حب رسول" کے بجائے صرف اور صرف حضرت علی کی منقبت اور ان کے "آلہ" ہونے کا عقیدہ کار فرما ہے۔ خاں صاحب پوری احتیاط اور ان کے تقیہ کی چادر میں مستور ہونے کے باوجود کہیں نہ کہیں ان کی سبائی ذہنیت غیر اختیاری طور پر آشکارا ہو کر ان کی اصلیت ظاہر کرنے کا سبب بن جاتی ہے ——!

مسلمانوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ درود کے الفاظ "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھتے اور بولتے ہیں۔ اور آپ کے علاوہ دیگر انبیاء و رسل و ملائکہ کے لئے "علیہ السلام" کے الفاظ، استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ اہل تشیع چونکہ اپنے بارہ اماموں کو بھی رتبہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر یا ان کے برابر سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ اپنے تمام ائمہ پر دیگر انبیاء کی طرح وحی اترنے کے بھی قائل ہیں، اس لئے وہ اپنے تمام "اماموں" کے ناموں کے ساتھ لازمی طور پر "علیہ السلام" کا فقرہ لکھتے اور بولتے آئے ہیں۔ خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ وہ "علیہ السلام" کا دعائیہ فقرہ استعمال کرنا لازمی اور اشد ضروری سمجھتے ہیں البتہ، حضور ﷺ کے لئے شیعہ حضرات بھی ہماری طرح صیغۂ درود "صلی اللہ علیہ وسلم" کے استعمال کے قائل اور اس پر متفق ہیں اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر آپ گذشتہ صفحات میں احمد رضا خاں صاحب کے رسول اللہ ﷺ کے لئے "غلوئے عقیدت" پر مبنی اقتباسات پر نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ مذکورہ اقتباسات میں سے ۱، ۳ اور ۶ میں جناب احمد رضا خاں صاحب نے تاثر تو دیا ہے عقیدت رسول کا۔ اور اقتباسات کو پڑھ کر ہر شخص اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے گا کہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ کے لئے کہی گئی ہیں مگر ان تینوں اقتباسات میں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ دورد کا صیغہ یعنی "ﷺ" کے بجائے "علیہ السلام" صاف صاف لکھا ہوا ہے۔ اس کا یقینی مطلب یہی ہے کہ مذکورہ خصوصیات سے ان کی اصل مراد حضرت علیؓ ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ! یہ گویا ہماری اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کی غلوئے عقیدت کے تمام مظاہر حضور کے لئے ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس کا مرکز اور مقصد صرف حضرت علیؓ کی منقبت ہے۔ خواہ وہ ماکان و مایکون کے شیعی عقیدے کا انتساب ہو یا رزق، خیر

اور عطاؤں کی تقسیم کا معاملہ ـــــــ!!(۱)

(۱) اہل تشیع کی مخصوص "ٹیکنک" کہ حضور ﷺ کے نام سے اور آپ کی ذات اقدس سے وابستہ کر کے وہ تمام "الوہی صفات" علم "ماکان ومایکون" تدبیر کائنات، تقسیم رزق، اختیار ترسیل در دوزخ و عطائے جنت وغیرہ جو کہ دراصل "شیعہ ائمہ" سے متعلق ان کی "خانہ ساز" خصوصیات ہیں، "عقیدت رسول" کی آڑ میں جاہل عوام کے ذہنوں میں پیوست کر دی جائیں اور وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی صفات و خصوصیات سمجھ کر بآسانی شرک کی دلدل میں اتر جائیں۔ یہ "ٹیکنک" شیعہ عقائد و نظریات کے معنوی "ڈسٹری بیوٹر" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس "گمراہ کن ٹیکنک" کی نظر فریب افادیت اور جاہل عوام کی اس سے غیر معمولی دلچسپی اور اس کے ذریعہ مبینہ طور پر فریب خوردگی کے نتیجہ میں مشرکانہ عقائد اور بدعت و خرافات کے جال میں گرفتار ہونے والوں کا غیر معمولی تناسب دیکھتے ہوئے دوسرے گمراہ کن فرقوں نے بھی فریب دہی کے اس "نفع بخش" حربے کو بھرپور طریقے پر اپنایا ہے۔ مثال کے طور پر قادیانی ـــــــ جو کھلے ہوئے مرتد ہیں ـــــــ وہ بھی جاہل مسلمانوں کو بہکانے اور انہیں خود سے قریب کرنے کے لئے بظاہر یہی فریب دیتے ہیں کہ ہم بھی کلمہ گو اور مسلمان ہیں اور لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور اس کلمہ طیبہ پر ایمان لائے ہیں، وغیرہ وغیرہ لیکن اصلیت کیا ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند مرزا بشیر احمد ایم۔اے کا بیان پڑھئے۔ لکھتے ہیں:

> "اگر ہم بالفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ کیونکہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے "صار وجودی وجودہ" (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ کا ہی وجود بن گیا ہے) نیز "من فرّق بینی وبین المصطفی فما عرفنی وما رانی" (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا اس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نوٹ: ہم نے یہ تمام حوالے نہایت احتیاط سے احمد رضا خاں صاحب کی اصل

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا)　　　نے مجھے نہ پہچانا اور نہ دیکھا

پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اور اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی" (کلمۃ الفصل" ص ۱۵۸ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ۱۴ نمبر ۳ و ۴ بابتہ ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

دوسری جگہ مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

"اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو "مسیح موعود" (مرزا غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ وہی ہے" (کلمۃ الفصل: ص ۱۴۷)

چنانچہ اس نظریہ کے مطابق قادیانی حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کو "عین محمد" سمجھتے ہیں اور کلمہ طیبہ کے اندر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ سے ان کی مراد صرف غلام احمد قادیانی کی ذات ہوتی ہے۔ جبکہ دیگر لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ لوگ حقیقت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا اقرار کر رہے ہیں۔ اسی طرح جب وہ اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا نام لیکر آپ کی صفات و خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں اور آپ کی نسبت سے اپنی عقیدت و شیفتگی کا اظہار کرتے ہیں تو ناواقف لوگ اسے "حب رسول" کے پرخلوص جذبات سے تعبیر کر کے ان کے قریب چلے آتے ہیں اور اس طرح وہ جلد یا بدیر ان کے دام تزویر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اصلیت میں ان کی کتابوں میں درج تمام صفات محمدی، رحمۃ للعالمین، امام المرسلین، خاتم الانبیاء، شفیع المذنبین صاحب کوثر و معراج، صاحب مقام محمود وغیرہ کے ذکر سے ان کی اصل مراد مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا نام وہ صرف عوام کو دھوکا دینے کے لئے ہی بطور آڑ استعمال کرتے ہیں!

ٹھیک یہی طرز عمل معمولی فرق کے ساتھ بریلویت کے روح رواں اور بانی جناب احمد رضا خاں صاحب کا بھی ہے اور وہ فرق صرف یہ ہے کہ قادیانی کھل　　(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کتابوں سے ہی نقل کئے ہیں جس کسی کو ان پر شبہ ہو وہ ان کو اصل کتابوں سے موازنہ کر کے اپنا اطمینان کر سکتا ہے ـــــ!

غوث اعظم اور بریلوی عقائد کی نیر نگیاں

بریلوی لٹریچر میں رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ غلوئے عقیدت کے نمونے تو آپ نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما ہی لئے۔ اب ذرا بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب اور ان کے جانشین و خلفاء کی زبانی "غوث اعظم" اور ان سے نسبتاً کم درجے کے اولیاء تصوف کی مدح سرائی بھی ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن اس سے قبل مناسب ہوگا کہ بطور تمہید اس نکتہ پر بھی غور و خوض کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے عقیدے کے مطابق جب سارے ہی "غوث" حقیقت میں نامزد "شیعہ ائمہ معصومین" ہیں اور ان میں بھی حضرت علی کو ان کے خیال کے مطابق "غوثیت کبری" کا سب سے بلند منصب حاصل ہے، تو پھر ان کے علاوہ دوسرا کون "غوث الا عظم" ہو سکتا ہے ـــــ؟ "غوث اعظم" بہر صورت وہی ہوں گے خواہ ان کو براہ راست حضرت علیؓ کے نام سے متعارف کرایا جائے یا پھر سنی عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے بطور تقیہ حضرت علی کے نام کو پوشیدہ رکھ کر ظاہری طور پر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو اس منصب "غوث اعظم" پر متعین دکھایا جائے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ کا) کر اور واضح الفاظ میں تمام صفات محمدی، اپنے ممدوح "نبی کذاب" مرزا غلام احمد قادیانی سے منسوب کرتے ہوئے کسی طرح کی جھجک محسوس نہیں کرتے مگر بانیٔ بریلویت، احمد رضا خاں صاحب ان تمام صفات نبوی سے بھی کہیں آگے بڑھ کر حضور کے نام کے ساتھ نہایت ڈھٹائی سے کل صفات الٰہی منسوب کرنے کے باوجود تقیہ کے پردے میں مستور کھل کر اس بات کا اظہار اور اعتراف نہیں کرتے کہ رسول اللہ کا نام لیکر ان کی بیان کردہ تمام غیر معمولی صفات سے ان کی اصل مراد "شیعہ ائمہ" ہیں (اع س)

حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا خاں صاحب کی "غوث" کے نام پر کی جانے والی ساری مدح سرائی اور غلوئے عقیدت کا تمام تر "کریڈٹ" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام ہی جاتا ہے اگر بریلویت کے سحر میں گرفتاران کے شیدائی اپنی قوت فہم سے دست بردار ہو کر خاں صاحب بریلوی کی "منقبت غوث" کا ہدف یا مرکز عقیدت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات بابرکات کو سمجھنے پر ہی مصر ہیں تو یہ "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب کی "تقیہ بازی" کا کمال تو ہوسکتا ہے۔ حقیقت نفس الامری نہیں ــــــ!

غوث کی اصطلاح ہی کی طرح انھوں نے شیعوں کے "تصور ائمہ" کو بھی اپنی کتابوں میں "اولیاء اللہ" کا پرکشش نام دے کر اہل سنت کو بے وقوف بنایا ہے اور ان سے وہ ساری خصوصیات وابستہ کر دیں ہیں جو ان "ائمہ معصومین" کے لئے اہل تشیع کے یہاں تصور کی جاتی ہیں! ملاحظہ ہوں غوث اور اولیاء اللہ کی نسبت سے احمد رضا خاں صاحب کی تحریروں کے چند اور نمونے اپنی کتاب "الامن والعلی" میں انھوں نے سیدنا "غوث اعظم" شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں لکھا ہے:

> (۱) "ہمارے شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند ہو کر مستی فرماتے اور ارشاد فرماتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے"(۱)

اپنی ایک اور کتاب "ازمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ" میں جناب احمد رضا خاں صاحب، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف یہ جھوٹ منسوب کرتے

---

(۱) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۹

ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

(۲) "اللہ نے مجھے قطبوں کا سردار بنایا ہے۔ میرا حکم ہر حال میں جاری وساری ہے۔ اے میرے مرید! دشمن سے مت گھبرا۔ میں مخالف کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ آسمانوں اور زمین میں میرا ڈنکا بجتا ہے میں بہت بلند مرتبے پر فائز ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مملکت میرے زیر تصرف ہے۔ میرے اوقات ہر قسم کے عیب سے پاک وصاف ہیں، پورا عالم ہر دم میری نگاہ میں ہے۔ میں جیلانی ہوں محی الدین میرا نام ہے میرے نشان پہاڑ کی چوٹیوں پر ہیں"۔(۱)

اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہ دعوی پیش کرتے ہیں:

(۳) "تمام اہل زمانہ کی باگیں میرے سپرد ہیں۔ جسے چاہوں عطا کروں یا منع کروں"(۲)

"الملفوظ" کے حوالہ سے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا بیان خلیل احمد برکاتی اپنی کتاب "حکایات رضویہ" میں اس طرح نقل کرتے ہیں کہ بقول "فاضل بریلوی" شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

(۴) "لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کرلوں اور چاہوں تو پھیر دوں"(۳)

اسی "الملفوظ" میں ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ جناب احمد رضا خاں صاحب:

(۵) "بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے"(۴)

---

(۱) "ازمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۳۵

(۲) "خالص الاعتقاد" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۳۹

(۳) "حکایات رضویہ" جناب خلیل احمد برکاتی ص ۱۲۰

(۴) "الملفوظ" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۲۹

ان کی کتاب "حدائق بخشش" میں وہ "غوث" کی مدح سرائی اس طرح کرتے ہیں:

(٦) "عبد القادر نے اپنا بستر عرش پر بچھا رکھا ہے اور عرش کو فرش پر لے آتے ہیں"(١)

اسی طرح وہ ایک مقام پر شیخ عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں یوں دست بہ دعا ہیں:

(٧) "اے عبد القادر! اے فضل کرنے والے بغیر مانگے سخاوت کرنے والے۔ اے انعام واکرام کے مالک! تو بلند و عظیم ہے۔ ہم پر احسان فرما اور سائل کی پکار سن لے۔ اے عبد القادر! ہماری آرزوؤں کو پورا کر"(٢)

(٨) "حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ حضور اقدس وانور سید عالم ﷺ کے وارث کامل، نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفات جمال و کمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں"(٣)

شعر و شاعری چونکہ عوامی رابطہ کا موثر ترین ذریعہ ہے اور اس کے توسط سے اپنے خیالات بآسانی براہ راست عوام الناس تک پہونچائے جاسکتے ہیں اور اس طرح انہیں بہت جلد عوامی مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے، جبکہ نثری عبارتوں کے نمونے صرف کتابوں تک ہی محدود ہوتے ہیں اور پڑھے لکھے افراد و علماء ہی کی اس تک رسائی ہو پاتی ہے۔ اس لئے دشمنان اسلام اہل تشیع نے جو تقیہ کرکے شیوخ تصوف کے بھیس میں اسلام کی صفوں میں آگھسے تھے۔ شعر و ادب پر خصوصی توجہ دی، فارسی اور اردو زبان کے بہترین اور

(١) "حدائق بخشش" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ٣ ص ٢٨

(٢) "حدائق بخشش" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ٣ ص ١٧٩

(٣) "فتاوی افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ١١٦ (مطبوعہ کراچی)

مسلم الثبوت شاعر و ادیب زیادہ تر شیعہ ہی نظر آئیں گے ـــــ غالب سے لے کر پروفیسر احتشام حسین تک ـــــ! انھوں نے مختلف اصناف سخن میں نعت، منقبت، قصائد، مرثیے اور غزل وغیرہ پر خود بھی طبع آزمائی کی اور نہایت چابکدستی سے اپنے مخصوص شیعہ عقائد ان میں سمو دیئے۔ اس کے علاوہ مشہور و معروف شعراء کرام کے کلام میں تدسیس و تحریف کے ذریعہ بھی یہ اہل تشیع عوام الناس کو گمراہ کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے۔ چونکہ شخصیت پرستی اور اندھی تقلید کے جذبے نے مسلمانوں کے جاہل عوام کو ہی نہیں بلکہ اچھے خاصے "پڑھے لکھے" اور ذی شعور افراد کو بھی اس بری طرح سحر زدہ اور ذہنی طور پر ملفوج و ناکارہ بنا رکھا ہے کہ وہ کسی شیخ طریقت سے منسوب کسی بھی غلط بات پر نگاہ تنقید ڈالنا گوارہ نہیں کرتے خواہ وہ بات کیسی ہی کفر آموز، باطل اور قرآن و سنت کے نصوص قطعیہ کے بالکل خلاف کیوں نہ ہو! چنانچہ ہزاروں کفریہ اشعار اور شرکیہ عقائد شعر و شاعری کے ذریعہ مسلمانوں میں عام ہو گئے اور نعت و منقبت کے نام پر آج ہر جگہ زبان زد عوام و خواص دکھائی دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے یہ شرکیہ اشعار جو انہوں نے ایک قصیدے میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو کرتے ہوئے کہے ہیں:

"قادر کل کے نائب اکبر "کن" کا رنگ دکھاتے یہ ہیں!
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں!
ڈوبی ناویں ترلتے یہ ہیں ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں! (۱)
ان کا حکم جہاں پہ نافذ قبضہ کل پہ رکھاتے یہ ہیں

اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی کی شان میں غلوئے عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں:

---

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۵۲

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر(۱)

یا خان صاحب بریلوی کے یہ اشعار:

اے ظل الٰہ عبد القادر ! اے بندہ پناہ عبد القادر !
محتاج و گدائم تو ذوالتاج و کریم شیئا للہ شیخ عبد القادر !!(۲)

"غوث" کے بارے میں خان صاحب بریلوی کیا عقیدہ لوگوں کے دماغ میں بٹھانا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث
تصوف والے سب مظہر ہیں تیرے تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث
ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں وہ تیری وعظ کی مجلس ہے یا غوث(۳)

گویا ان کے نزدیک غوث کا ــــ ایک امتی ہونے کے باوجود ــــ یہ مقام و مرتبہ ہے کہ خود رسول مقبول ﷺ اس کی نصیحتیں سننے اس کی محفل میں تشریف لاتے ہیں اور ساتھ ہی دیگر انبیاء و رسل بھی اس کے پندو نصائح کے محتاج ہیں!(نعوذ باللہ من ذلک الخرافات) "غوث" کے مقام و مرتبہ کی نشاندہی کرنے کے لئے ان کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

انجام وے آغاز رسالت باشد ایک گوہم تابع عبد القادر (۴)

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہو گا یہ کہ وہ (آنے والا نبی) شیخ عبد القادر کا تابع ہو گا!

اس عقیدہ میں دو کفر لپٹے ہوئے ہیں۔ ایک ختم نبوت کے عقیدے کا انکار

---

(۱)۔ حدائق بخشش ۔ احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۲۸
(۲)۔ حدائق بخشش ۔ احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۱۸۲
(۳)۔ حدائق بخشش ۔ احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۹
(۴)۔ حدائق بخشش ۔ احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۷۲

—— ٹھیک اسی طرح جس طرح قادیانی مرتدین ختم نبوت کے منکر ہیں ——
اور دوسرا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یہاں تک کہ نبی تابع ہو اور ولی ہمیشہ کے لئے متبوع ہو کر رہے! نعوذ باللہ یہ عقیدہ واضح طور پر شیعوں کے نظریۂ امامت کا آئینہ دار ہے۔

اس سلسلے میں خاں صاحب بریلوی کا ایک اور شعر بھی قابل غور ہے:

فتح باب نبوت پہ لاکھوں دُرود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام (۱)

یعنی: جس نے نبوت کا دروازہ کھولا اس پر لاتعداد درود اور جس نے رسالت کا دور ختم کیا اس پر لاکھوں سلام، اس شعر میں "فتح باب نبوت" کا تقابل چونکہ ختم دور رسالت سے ہے اس لئے یہ لازماً عالم ظاہری کی بات ہے عالم ارواح کی نہیں جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ آپ سے جب یہ پوچھا گیا کہ متی وجبت لك النبوةُ یعنی آپ کو نبوت کب ملی آپ نے ارشاد فرمایا تھا وآدم بین الرّوح والجسد (۲) یعنی اس وقت بھی میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ ختم دور رسالت کا تعلق قطعی طور پر عالم ظاہر سے ہے تو اس کے بالمقابل "فتح باب نبوت" سے بھی عالم ظاہر کی بات مراد لی جائے گی، عالم ارواح کی نہیں! ایسی صورت میں فتح باب نبوت کے الفاظ سے جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی مراد لازمی طور پر یہی ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کی وفات کے بعد سے پھر دور رسالت کا آغاز ہو گا اور نیا آنے والا نبی قادری سلسلے ہی سے ہو گا!

علامہ ڈاکٹر خالد محمود اپنی کتاب "مطالعہ بریلویت" میں احمد رضا خاں صاحب کے اس فارسی شعر "انجام وے آغاز رسالت باشد" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۲۸

(۲) جامع ترمذی امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱

"مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ نے ایک اعتبار سے رسالت کا دروازہ بند کیا تو ایک اعتبار سے اسے کھول بھی دیا۔ ۵۶۱ھ کے بعد اس امت میں قادری سلسلے کے کسی بزرگ کے لئے آغاز رسالت کی خبر دی"(۱)

جناب احمد رضا خاں صاحب اپنے "ملفوظات" میں "غوث اعظم" کے بارے میں اپنے تاثرات لکھتے ہیں:

"میں نے جب بھی مدد طلب کی "یا غوث" ہی کہا ــــ ایک مرتبہ میں نے ایک دوسرے ولی سے مدد مانگنی چاہی تو میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا ــــ زبان سے "یا غوث اہ" ہی نکلا"(۲)

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے کچھ اشعار اب شان رسالت میں بھی ملاحظہ فرمالیں اور پھر غور فرمائیں کہ ان کے "غلوئے عقیدت" نے کیا کیا گل کھلائے ہیں! فرماتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھادو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے(۳)

اس شعر کا صاف مطلب یہی ہے کہ بشریت کے پردے میں آپ اللہ کا نور ہیں، اور اگر پردہ اٹھادیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آپ خود ہی "خدا" ہیں! (نعوذ باللہ)

وہی نور حق، وہی ظل رب، ہے انھیں سے سب، ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں، کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں!

(۱) "مطالعہ بریلویت" علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی ج ۲ ص ۳۰۲

(۲) "الملفوظ" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۸۳

(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۸۰

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے، سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہی نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں!(۱)

کیا سمجھے آپ ــــ؟ عرش پر تو حضور ﷺ متمکن ہیں اور عالم لامکاں آپ کے زیر تصرف و تمکین، رہ گیا خدا تو وہ "بے گھر اور بے در" مارا مارا پھر رہا ہے ــــ! (استغفر اللہ) اس کو پڑھ کر بھی اگر آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

مظہر حق ہو تمہیں، مظہر حق ہو تمہیں
تم میں ہے ظاہر خدا، تم پہ کروڑوں درود(۲)

احمد رضا خاں کے صاحب زادے حامد رضا خاں کہتے ہیں:

نہ ہوسکتے ہیں دو اول، نہ ہوسکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر، ابتدا تم، انتہا تم ہو!
خدا کہتے نہیں بنتی، جُدا کہتے نہیں بنتی
اسی پر اس کو چھوڑا ہے، وہی جانے کہ کیا تم ہو؟(۳)

احمد رضا خان حضور ﷺ کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ محو و اثبات یعنی کاتب تقدیر کے دفتر پر آخری افسر یا افسر اعلی حضور ﷺ ہی کا مقرر کردہ ہے!

سنئے! فرماتے ہیں:

میری تقدیر بُری ہے، تو بھلی کردے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کروڑا تیرا

خاں صاحب بریلوی کی انہیں ایمان سوز تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ ان کے

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۴۸

(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۶

(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۰۴

شیدائی اور فدائی شعراء کے بھی اس قسم کے کھلے شرکیہ اور ہندوں کے نظریہ اوتار کی ترجمانی کرنے والے اشعار کہتے ہوئے انہیں کسی قسم کی جھجک اور خوف خدا محسوس نہ ہو سکا کہ:

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اسی طرح یہ شعر:

یہ مانتا ہوں اے عقل والو کہ میرا محمد خدا نہیں ہے
مگر یہ بھی سچ ہے عقل والو! کہ وہ خدا سے جدا نہیں ہے

محمد یار خاں، گڈھی بختیار خاں اپنے پیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

کیا خدا کی شان ہے، یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی (۱)

مولوی غلام جہانیاں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

نقش فرید نقش ہے رب مجید کا اظہار ذات حق ہے سراپا فرید کا
طالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نور حق پردہ نشیں نے پردہ کیا ہے فرید کا (۲)

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی شب معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کا ذکر کن الفاظ میں اور کس طرح کرتے ہیں؟ اسے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے، ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے (۳)

عام طور پر ایسے دو بچے جو جڑواں پیدا ہونے کے بعد آپس میں بچھڑ گئے ہوں ان کو "جنم کے بچھڑے" کہا جاتا ہے۔ اس شعر کے مطابق خاں صاحب

---

(۱) "دیوان محمدی" محمد یار خاں گڈھی بختیار خاں ص ۷۵

(۲) "ہفت اقطاب" مولوی غلام جہانیاں ص ۱۰۱

(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۱۳

بریلوی نے اللہ رب العزت کے لئے جو لم یلد ولم یولد کی صفت سے متصف ہے جنم لینے یا پیدا ہونے کا تصور اجاگر کیا ہے اور حضور کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہوئے بچھڑے ہوئے دونوں جوڑوں کے "ملاپ" کی ایک تقریب "معراج" کو ٹھہر لیا ہے!

جناب احمد رضا خاں کے نعت خواں حافظ خلیل حسن اللہ تعالیٰ کی صفت علیؒ (بلند و برتر) کو جس طرح اسے حضرت علی ﷺ سے ملایا ہے اسے بھی دیکھئے کہتے ہیں:

بیشک ہے علیؓ کا نام، نام اللہ   باتیں ہیں آپ کی کلام اللہ!
قامت ہے الف، دہن کو ہے "ہ" سے تشبیہ   دونوں گیسوں ہیں دونوں لام اللہ (۱)

دوسری جگہ وہ حضرت علی ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

سمیٔ حضرتِ ربّ عُلا، علی ہے علی!
ہے اس کا نام نہ شرکِ خفی نہ شرکِ جلی (۲)

آخر میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ایک اور "فکر انگیز" شعر آپ کی ضیافت طبع کے لئے پیش ہے:

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ وہی تھے ارے وہی تھے (۳)

اس قسم کے تمام اشعار جو قرآن وحدیث کی نصوص کے مطابق سراسر شرکیہ ہیں۔ اور شرک ایک ایسا گناہ کبیرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی صورت میں بھی معاف نہیں کریگا۔ اس کے باوجود چونکہ یہ اشعار "بریلویت" کے نامزد امام "جناب احمد رضا خاں صاحب اور ان کے حاشیہ نشینوں سے منسوب ہیں

---

(۱) "نعت مقبول خدا" حافظ خلیل حسن ص ۸۲

(۲) نغمۂ روح حافظ خلیل حسن ص ۹۰

(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۱۴

اس لئے خانصاحب بریلوی کے معتقدین اور مریدوں کے نزدیک ان پر "تنقید حرام" اور "بداعتقادی" کی علامت ہے۔ ظاہر ہے کہ نام نہاد امام اہل سنت نے جو بھی فرمادیا وہ ان کے مریدوں اور معتقدین کے لئے "وحی الٰہی" سے کسی طرح کم نہیں ہے جس پر ایمان لانا ان کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور صرف ایمان لانا ہی نہیں بلکہ اس کی تبلیغ واشاعت "سب فرائض سے اہم فریضہ" ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے شرکیہ عقائد جو انہیں اپنے "امام" اور پیشوا سے ورثہ میں ملے تھے، بریلویت کے جاں نثاروں نے حرز جان بنالئے اور ان کی قباحت سے قطع نظر ان مشرکانہ عقائد کو پھیلانے اور ان کی تعلیم وتشہیر میں مصروف ہو گئے احمد رضا خاں صاحب نے غوث وقطب کی اصطلاحات کی آڑ میں بطور تقیہ اپنے شیعہ "اماموں" کی جو خصوصیات اپنے پیروکاروں کے ذہن نشین کرائی تھیں۔ ان کے معتقدین اور مریدوں نے وہ ساری صفات وخصوصیات جذبہ عقیدت سے مغلوب ہو کر نہایت خلوص سے خود احمد رضا خاں صاحب میں گنانی شروع کردیں۔

بریلوی فکر کے ایک شاعر نور محمد اعظمی اس طرح "نغمہ سرا" ہیں

غوث وقطب الاولیاء احمد رضا ہے مرا مشکل کشا احمد رضا!
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا ہاں مدد فرما شہا احمد رضا
تو ہے داتا اور میں منگتا ترا میں ترا ہوں تو مرا احمد رضا[1]

بریلویت کے ایک اور شاعر اپنے مرشد اور "امام" کی بارگاہ میں یوں دست بہ دعا ہیں:

میری کشتی پڑگئی منجدھار میں دے سہارا اک ذرا احمد رضا
چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں اے مرے مشکل کشا احمد رضا
لاج رکھ لے میرے پھیلے ہاتھ کی اے مرے حاجت روا احمد رضا

(۱) "نغمۃ الروح" اشعار نور محمد اعظمی ص ۱۰ و ۱۲

جھولیاں بھر دے مرے داتا میری　　ہوں ترے در کا گدا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاں سے　　جام کوثر کا پلا، احمد رضا[1]

یہ عقائد باطلہ جو اسلامی شریعت سے استہزاء کے مترادف ہیں کیا ان میں اور قرآن وسنت میں کوئی مطابقت ہے؟ اس کے باوجود شعر وشاعری کے توسط سے نہ صرف یہ کہ زبان زد عوام ہوگئے بلکہ رفتہ رفتہ ان کے عقیدہ وعمل کا جزو بن چکے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج بھی بریلوی فکر سے متعلق مساجد میں تقریباً ہر جگہ عموماً "فجر" میں نماز باجماعت کے بعد ان کے پیشوا اور "امام" احمد رضا خاں بریلوی کی لکھی ہوئی جو نعت پابندی سے کورس کی شکل میں باآواز بلند پڑھی جاتی ہے اس میں صریح طور پر یہ مشرکانہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے:

دو جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق تو "مالک دو جہاں" صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نہیں۔ مگر شعر وشاعری کے توسط سے یہ خلاف شرع عقیدہ مسلمانوں کے ذہنوں میں اس بری طرح پیوست ہوگیا ہے کہ اسے کھرچ کر پھینکنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ الا یہ کہ وہ رب العالمین خود ہی ان نادانوں کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور انہیں شرک وبدعات کی دلدل سے نجات دے۔ بلاشبہ وہ ہر شے پر قادر ہے!

اولیاء اللہ بریلوی عقیدہ کے آئینہ میں

تصوف کا وسیع میدان شروع ہی سے یہود اور اہل تشیع کی سازشوں کی جولان گاہ رہا ہے۔ دشمنان اسلام یہود نے اسلامی تعلیمات کو مٹانے اور قرآن وسنت کے اثرات مسلمانوں کے ذہنوں سے کھرچنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

(۱) "نغمۃ الروح" اشعار اسماعیل رضوی　ص ۶، ۷ (مطبوعہ بریلی)

نہیں کیا۔ ان کی دست برد سے نہ تو عقیدہ توحید سلامت رہ سکا نہ تصور رسالت۔ رسول اللہ ﷺ سے ان دشمنان اسلام یہود کو شروع ہی سے بغض رہا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور جاں نثاری کے جذبات کو دیکھ کر یہ کینہ پرور قوم ہمیشہ انگاروں پر لوٹتی رہی ہے۔ انھوں نے منصب رسالت کے استخفاف اور رسالت مآب ﷺ کی اہمیت گھٹانے اور مسلمانوں کے دلوں سے آپ کی وقعت اور قدر و منزلت کم کرنے کے لئے شیعیت کے روپ میں اماموں کی تقدیس کا لغو و بے بنیاد عقیدہ تراش کر عوام الناس میں مقبول بنانے کی سعی و جدو جہد کی۔ جھوٹی روایات اور خود ساختہ حدیثوں کے ذریعہ ان اماموں کو مرتبہ میں تمام انبیاء کرام سے افضل اور رسول اللہ ﷺ کے ہم رتبہ ٹھہرلیا۔ انہیں ماکان و مایکون کے علم کا حامل بتایا اور انہیں وہ مقام دیا جس تک نہ کوئی فرشتہ پہونچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل (۱)۔ اسی طرح انہوں نے شیعہ ائمہ کو نہ صرف ہر قسم کے عیوب اور گناہوں سے پاک بتایا ہے بلکہ بقول ابو جعفر کلینی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور دیگر انبیاء و رسل سے زیادہ علم رکھتے تھے اور امور غیب کے جاننے والے تھے (۲) باقر مجلسی کے بیان کے مطابق امامت کا مرتبہ پیغمبری اور نبوت سے برتر ہے (۳)

یہی دشمنان اسلام یہود جب شیعیت اور باطنیت کے راستے سے تصوف کے دروبست پر قابض ہوئے تو ناممکن تھا کہ وہ وہاں بھی عقائد میں فساد نہ پھیلاتے۔ چنانچہ انھوں نے یہاں "تصور ائمہ" کو "اولیاءاللہ" کا پرکشش نام اور لیبل دے کر اہل سنت کو بے وقوف بنایا اور اپنی پرانی ٹیکنک کے مطابق، پہلے رسول اللہ ﷺ اور "غوث اعظم" کے ناموں سے اپنے "شیعہ ائمہ" کی

---

(۱) "الحکومۃ الاسلامیہ" آیت اللہ خمینی ص ۵۲

(۲) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۵۶، ۱۶۰

(۳) "حیات القلوب" ملا باقر مجلسی ج ۳ ص ۱۰

خصوصیات وابستہ کیں اور اس طرح جب لوگوں کے ذہن پوری طرح آلودہ ہوگئے تو پھر انھوں نے نہایت اطمینان اور بے فکری کے ساتھ ان تمام اُلوہی صفات کو اہل اسلام کے مشہور و معروف " اولیاء اللہ " کے ناموں کے ساتھ ان کا رشتہ جوڑ کر عقیدت مند ذہنوں کو مبتلائے فریب بنانے کا کاروبار شروع کر دیا!

بریلویت کے لٹریچر میں " اولیاء اللہ " کا نام لیکر جس طرح اسلام کے نظریہ توحید کا خون کیا گیا ہے اس کی مثال اس سے قبل تاریخ کے صفحات پر بھی نہیں ملتی۔ " اولیاء اللہ " کے ناموں سے وابستہ خرافات اور مشرکانہ عقائد کے چند نمونے ان کی کتابوں کے حوالے سے پیش خدمت ہیں۔

(۱) " کن اولیاء کی شان ہے۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار سے اور اپنے ارادہ و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں "(۱)

(۲) " اولیاء کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے ہیں اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں "(۲)

(۳) " مزاراتِ اولیاء سے استمداد (مدد چاہنے) کے منکرین ملحدین بے دین ہیں "(۳)

(۴) " اولیاء اللہ مشکلوں کے وقت تشریف لاکر دستگیری فرماتے ہیں "(۴)

(۵) " اولیاء کرام کو اللہ عزوجل نے بڑی طاقت دی ہے ان میں جو

---

(۱) " حاشیہ شرح الاستمداد " جناب مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ص ۶

(۲) " الامن والعلی " احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴

(۳) " الامن والعلی " احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴

(۴) " حاشیہ الاستمداد " احمد رضا خاں بریلوی ص ۶، ۷

اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔سیاہ و سفید کے مختار بنادیئے جاتے ہیں"(۱)

(۶)"اولیاء کی موت مثل خواب کے ہے"(۲)

(۷)"اولیاء کرام اپنی قبروں میں پہلے سے زیادہ سمع وبصر رکھتے ہیں"(۳)

(۸)"اولیاء کرام اپنی قبروں میں مع ابدان واکفان زندہ ہیں"(۴)

(۹)"اولیاء بعد وصال زندہ، ان کے تصرفات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری، اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واستعانت ساری"(۵)

(۱۰) "اولیاء کرام مردے زندہ کر سکتے ہیں۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں اور ساری زمین کو ایک قدم میں طے کرنے پر قادر ہیں"(۶)

(۱۱) "اولیاء اللہ کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے کہ چھوٹا ہوا تیر واپس لے لیں"(۷)

(۱۲) "اولیاء کو قبر کی مکھی تو کیا عالم پلٹ دینے کی طاقت ہے مگر توجہ نہیں دیتے"(۸)

---

(۱)"بہار شریعت" امجد علی گھوسوی ج ا ص ۸۷

(۲)"فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۲۳

(۳)"حکایات رضویہ" خلیل احمد برکاتی ص ۴

(۴)"احکام قبور المومنین" رسالہ رضویہ ص ۲۳۹ مطبوعہ پاکستان

(۵)"فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۲۳

(۶)"حکایات رضویہ" خلیل احمد برکاتی ص ۴۴

(۷)"جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۱۹۷

(۸)"جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۲۱۳

(۱۳) "اولیاء کرام کی روحیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اپنے متوسلین کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں"(۱)

(۱۴) "انہیں پاس سے یا دور سے پکارنا، ان سے حاجتیں مانگنا جائز اور روا ہے۔ اور وہ اپنے پکارنے والے کی پکار سنتے، مشکلیں آسان، سختیاں دور کرتے اور حاجتیں روا فرماتے ہیں"(۲)

(۱۵) "اولیاء کرام فرماتے ہیں: کوئی پتہ سبز نہیں ہوتا مگر عارف کی نگاہ میں"(۳)

(۱۶) "بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز، ان کی پرستش کرنا جائز کہ در اصل اللہ ہی کی پرستش ہے۔ ظل ذی ظل سے جدا نہیں اور ان کے نام کا ورد و وظیفہ کرنا اور ان کا نام جپنا جائز ہے۔ بزرگوں کے نام کی نذر و منت چڑھاوا چڑھانا جائز"(۴)

احمد رضا خاں صاحب کے فرزند مصطفیٰ رضا خاں صاحب اپنے والد کی کتاب "الاستمداد" کی شرح میں لکھتے ہیں:

(۱۷) "اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے۔ جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ جسے کن کہا وہی ہو گیا"(۵)

حالانکہ تکوین اللہ تعالیٰ واجب الوجود کی صفات حقیقہ میں سے ہے۔ اللہ کی یہ صفت تکوین، اس کی صفت قدرت و صفت ارادہ سے علیحدہ ایک حقیقی صفت ہے(۶)۔ قرآن مجید کے ارشادات کے مطابق کن کہہ کر فیکون کی شان دکھانا

---

(۱) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص۹

(۲) "شمع ہدایت" حشمت علی قادری رضوی ج۴ ص۷۶

(۳) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج۴ ص۶۵

(۴) "شرح الاستمداد" مصطفیٰ رضا خاں صاحب ص۳۷ و ۳۸

(۵) "شرح الاستمداد" مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

(۶) "مبداؤ معاد" شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ص۴۱

اور اس چیز کو عدم سے وجود میں لانا صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے۔
اولیاءاللہ میں سے کسی کا یہ مقام نہیں کہ کن کہہ کر جہان بناڈالے اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے تکوینی کام "اولیاء اللہ" کے سپرد کردیتا اور وہ اپنی چاہت اور مرضی سے جس کی چاہتے مصیبتیں دور کردیتے اور جس پر چاہیں غم و ماتم لانے پر قادر ہوتے تو ایسی صورت میں مختلف اولیاء کی چاہت اور مرضی میں کہیں نہ کہیں ٹکراؤ ہونا لازمی تھا۔ مثال کے طور پر ایک ولی کسی کو لڑکا دینا چاہتا ہے اور دوسرا اسے لڑکی دینے کا فیصلہ کرتا یا ایک بارش برسانے کے موڈ میں ہوتا اور دوسرا اس کے برخلاف دھوپ نکلنے اور موسم خشک رہنے کے فیصلے پر اٹل ہوتا تو ایسی صورت میں کائنات کے اندر اسی قسم کا فساد برپا ہوتا جیسا کہ قرآن مجید میں دو خداؤں کی صورت میں اندیشہ بیان کیا گیا ہے۔ سورہ انبیاء میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلاَّ اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو فساد برپا ہو جاتا۔ پاک ہے اللہ جو عرش کا مالک ہے ان باتوں سے جو یہ (مشرکین) کہتے ہیں

(الانبیاء: آیت ۲۲)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے تکوینی نظام پر کسی اور کا قبضہ نہیں ہے۔ ورنہ دو فیصلے آپس میں ٹکرا جانے سے کائنات کی گاڑی پھر کہیں نہ چل سکتی!

شیعوں کے مختلف فرقے اور گروہ ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں اہل تشیع کے بارے میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ان کے اندر چار فرقے پیدا ہوئے تھے (۱) شیعہ مخلصین (۲) شیعہ تفضیلیہ (۳) شیعہ سبیہ (۴) اور شیعہ غلاۃ۔ بعد میں مختلف وجوہات واسباب کی بنا پر ـــــ جن کی تفصیل "تحفہ اثنا عشریہ" میں موجود ہے ان غلاۃ شیعہ کے اندر بھی بہت سے ذیلی فرقے بن گئے۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے ان غلاۃ شیعوں کے چوبیس فرقوں کا حال بیان کیا

ہے۔ ان کی ترتیب بیان کے مطابق بارھواں فرقہ "تفویضیہ" کہلاتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تدبیر کائنات اور "کن فیکون" کی باگ ڈور رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد "شیعہ ائمہ" اور ان کے اولیاء کے سپرد کر رکھی ہے"(۱)

محقق اہل السنۃ والجماعت علامہ سید شریف جرجانیؒ (م ۸۱۶ھ) اپنی کتاب "شرح مواقف" میں لکھتے ہیں:

" المفوضة قالوا ان الله فوض خلق الدنيا الى محمد صلى الله عليه وسلم "(۲)	مفوضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق کا کام حضرت محمد ﷺ کے سپرد کر رکھا ہے!

شیعہ مذہب کی کتابوں سے بھی ان کے اس عقیدے کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ ان کی مستند ترین کتاب "الجامع الکافی" میں ابو جعفر یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ:

ان الائمة عليهم السلام يعلمون علم ما كان ومايكون وانه لايخفى عليهم الشيء صلوات الله عليهم (۳)	بیشک ائمہ اہل بیت ماکان ومایکون کا علم رکھتے ہیں اور کوئی چیز ان سے چھپی ہوئی نہیں ہے ان پر (یعنی ائمہ پر) درود و سلام ہو

شیخ عبدالقادر جیلانی جنہیں "غوث اعظم" کا خطاب دے کر احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ماکان ومایکون کے اختیارات تفویض کرنے کا "ڈرامہ" رچایا ہے وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "غنیۃ الطالبین" میں جہاں دیگر

(۱) "تحفہ اثنا عشریہ" شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ص ۲۱ تا ۲۵

(۲) "شرح مواقف" علامہ سید شریف جرجانی ص ۷۵۴

(۳) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ج ۱ ص ۲۶۲ اور میراث ایران (انگریزی) ص ۱۵۳ مولفہ: اے جے آربری (A.J. Arbury)

باطل فرقوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں ان لوگوں کو بھی اسی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھیں کہ دنیا اور اس کی موجودات کو پیدا کرنے اور تدبیر کائنات (تمام عالم کے انتظامی امور) کے اختیارات حضور ﷺ کو "بعطائے الٰہی" حاصل تھے!

حضرت شیخ جیلانیؒ لکھتے ہیں:

المفوّضة فهم القائلون ان اللّٰه فوض تدبير الخلق الى الأئمة و ان اللّٰه اقدر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم علىٰ خلق العالم وتدبيره (۱)	مفوضہ فرقے کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کائنات، ائمہ کے سپرد کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی جہان کے پیدا کرنے اور ان کی تدبیر (انتظامات) پر قدرت عطا کی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی ایک اور جگہ شیعوں کے عقائد باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ذلك ان الامام يعلم كل شيئ ما كان ومايكون من امر الدُّنيا والدّين حتى عدد الحصى وقطر الامطار وورق الاشجار "(۲)	اور ان (شیعوں) کے عقائد باطلہ میں سے یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کو جمیع ماکان ومایکون کا علم ہوتا ہے خواہ وہ دنیا سے متعلق ہو یا دین سے۔ ان کو ہر بات کا علم ہوتا ہے یہاں تک کہ زمین کی کنکریوں، بارش کی بوندوں اور درخت کے پتوں کی تعداد بھی وہ جانتے ہیں

کائنات کے انتظامی امور (مثلاً: بارش برسانا، تقسیم رزق، اعانت مخلوق، احیاء موتی، شفاء امراض، اور قضائے حاجت وغیرہ) بندوں کے سپرد ہونے کے قائل تو خود "ائمہ اہل بیت" بھی نہ تھے اور وہ اس گمراہ کن عقیدے کی

(۱) "غنیۃ الطالبین" "شیخ عبد القادر جیلانیؒ" ص ۲۲۱

(۲) "غنیۃ الطالبین" "شیخ عبد القادر جیلانی ص ۱۹۵ (مطبوعہ مصر: ۱۳۳۱ھ)

کھل کر تردید اور مذمت کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جو امام جعفر صادق کے ہمعصر تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ هَلْ فَوَّضَ اللّٰهُ الْاَمْرَ اِلٰى عِبَادِهٖ یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کے سپرد کر دئے ہیں؟ اس پر حضرت جعفر صادق نے فرمایا:

اللّٰه تعالی اجل من ان یفوّض الربوبیة الی العباد"[1]　　اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اپنی ربوبیت کے کام اپنے بندوں کے سپرد فرمادے

ایسی صورت میں بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کی شیعوں کے "فرقہ مفوضہ" کے نقش قدم پر چلنے اور حضور ﷺ اور شیخ عبد القادر جیلانی اور تمام ہی "اولیاء اللہ" کو تدبیر کائنات اور "کن فیکون" کے اختیارات سپرد کرنے کی اس "حرکت" کو ان کی "شیعی کارروائی" اور خود ان کو شیعہ مذہب کا تقیہ بردار داعی نہ کہا جائے تو پھر اور کیا کہیں؟! کاش بریلویت کے سحر میں بُری طرح گرفتار لوگ گروہی عصبیت اور احمد رضا خاں صاحب سے "اندھی عقیدت" کے جذبات سے دامن چھڑاتے ہوئے قرآن مجید، فرقان حمید کا مطالعہ آنکھیں کھول کر کرتے تو انہیں اس میں یہ واضح آیتیں ضرور نظر آجاتیں!

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَامِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ، فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (یونس: آیت ۳)　　وہی کام کی تدبیر (انتظامات) فرماتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (الم السجدہ: آیت ۵)　　وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے

(۱) "مکتوبات خواجہ معصوم سرہندیؒ" ج ۳ ص ۸۳

هُوَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ فَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (المومن: آیت ۶۸)

وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کی نسبت (اتنا) فرمادیتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ ہو جاتا ہے۔

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (الشوریٰ: آیت ۱۲)

اسی کے اختیار میں ہے کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ وہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی روزی کم دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ (سبا: ۲۲)

آپ فرمادیجئے: تم ان ہستیوں کو پکار کر دیکھو جنکو تم اللہ کے علاوہ اس کی خدائی میں دخیل سمجھ رہے ہو، وہ ذرہ برابر بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے نہ تو آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ انکی ان دونوں (کے معاملات) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ، وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ (فاطر: ۱۴)

تم اس کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہاری پکار (اول تو) وہ سنیں گے نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہاری دادرسی نہ کریں گے اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک سے بیزار ہوں گے اور تجھے (اے نبیؐ) اس خبر رکھنے والے کے برابر کوئی خبر نہیں دے سکے گا

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (المومنون: آیت۸۹)

(اے نبی) آپ ان (کفار مشرکین) سے پوچھئے کہ ایسی ہستی کونسی ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف واختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تمہیں کچھ علم ہے (تب بھی جواب میں) وہ کہیں گے کہ یہ سب صفات صرف اللہ ہی کی ہیں تو آپ (اس وقت) ان سے کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے؟

قرآن مجید اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مشرکین مکہ جن سے جناب رسول اللہ ﷺ نے متعدد جنگیں لڑیں وہ بھی اپنے کفر و شرک کے باوجود بہر حال اللہ تعالیٰ کو ہی کائنات کی تدبیر وانتظام کا مالک مانتے تھے اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں! لیکن بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کی ''سبائی تعلیمات'' کے مطابق نہ صرف رسول اللہ ﷺ بلکہ غوث اور سارے اولیاء اللہ سلطنت الٰہی کے مدبر ہیں اور عالم کا حل وعقد اللہ تعالیٰ نے ان کے حوالہ کر دیا ہے یہ عقیدہ دلوں میں پیوست ہو جانے کے بعد اگر لوگ سوتے جاگتے ''اولیاء اللہ'' کی دُہائی دے رہے ہیں اور ان کی قبروں کو سجدے کر رہے ہیں تو ان کے اس مبینہ ''شرک'' کا الزام آخر کس کے سر جائے گا؟ کیا اس صریح گمراہی اور ''شرک اکبر'' کا محرک احمد رضا خاں صاحب کی شیعی تعلیمات نہیں ہیں؟ جب اولیاء کی شان اتنی بلند ہے تو ان کی معصومیت کا خیال تو کمتر درجے کی چیز ہے۔ کیونکہ ''تدبیر کائنات'' کا بلند منصب اور مقام تو قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق انبیاء کرام کو بھی حاصل نہ تھا۔

''تدبیر کائنات'' کے منصب کا لازمی تقاضہ تھا کہ اس کے حاملین اولیاء عام انسانوں کی طرح موت سے ہم آغوش نہ ہوں بلکہ ہمیشہ زندہ تصور کئے جائیں تاکہ کائنات کا انتظام کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہو۔ مگر یہ ''اولیاء''

بہر نوع انسان تھے اور اس حیثیت سے ان کا موت کی دہلیز پر قدم رکھنا ناگزیر تھا۔ چنانچہ اہل تشیع نے ان کے لئے مرنے کے بجائے "پردہ کرنا" اور "وصال" کے الفاظ ایجاد کئے اور یہ عقیدہ لوگوں کے دلوں میں شیوخ تصوف کے ذریعہ بٹھا دیا گیا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں صرف دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں یا یہ کہ وقتی طور پر انہیں موت آجاتی ہے مگر پھر وہ جلد ہی دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں مگر وہ دنیا والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ یہ باطل عقیدہ ابتداء میں صرف غوث قطب ابدال جیسے کبار اولیائے تصوف کے لئے مخصوص تھا مگر تشیع کے زیر اثر رفتہ رفتہ تمام اولیاء کے لئے یہ اعتقاد عام ہو گیا اور عامۃ الناس سب ہی "اولیاء اللہ" کو زندہ جاوید تصور کرنے لگے!

کائنات میں تصرف اور تدبیر امور کے لئے ضروری تھا کہ مدبر کائنات ہستی سمیع، بصیر، علیم، خبیر اور عالم الغیب کی خدائی صفات کی بھی حامل ہو، تاکہ مخلوق کے استغاثہ کو ہر وقت اور ہر جگہ سے سن سکے، ان کے احوال پر نظر رکھ سکے اور ان کی پریشانیوں اور مصائب کو جان کر فریاد رسی کر سکے۔ جب یہ الوہی صفات اہل تشیع کی کوششوں سے اولیاء اللہ میں تسلیم کر لی گئیں تو لازمی طور پر تمام خدائی اختیارات اور قدرت کاملہ ان ہستیوں کے لئے فرض کرنا پڑی۔ اس طرح یہ فانی ہستیاں ——— یا دوسرے الفاظ میں ان کے پردے میں اہل تشیع کے اماموں کو ——— لافانی حیثیت اور خدائی اختیارات حاصل ہونے کی بناء پر مقام عبودیت حاصل ہو گیا!

اولیاء اللہ کے بارے میں تصرف کائنات اور تدبیر امور کا عقیدہ فرض کر لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان بزرگوں کے لئے تمام الوہی صفات اور خدائی اختیارات متصور کئے جانے لگے جو قرآن وحدیث کی تصریح کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص تھے۔ البتہ: اپنے ان معتقدات کو قرآن اور احادیث صحیحہ سے براہ راست متصادم ہونے سے بچانے

کے لئے بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے خدائی اختیارات اور صفات و کمالات کو نہایت ہوشیاری سے "ذاتی" اور "عطائی" کی خودساختہ اصطلاحات میں مقید کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اختیارات اس کے ذاتی ہیں اور اولیاء کرام کو ان صفات و اختیارات کا جو حصہ ملا ہے وہ عطاء خداوندی کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے کب اور کس کے سامنے ان بزرگان دین یا اولیاء اللہ کو اپنی صفات و اختیارات تفویض کئے تھے؟ اس کا ثبوت دینے سے خاں صاحب بریلوی اور ان کے معتقدین و ہوا خواہ ہمیشہ عاجز رہیں گے کیونکہ قرآن و حدیث اس ضمن میں کوئی رہنمائی نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن مجید تو ان امور کو واضح طور پر "شرک" سے تعبیر کرتا ہے۔ اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا	بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ (اس کی ذات یا صفات میں) کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے سوا جو بھی گناہ ہوں گے ان میں سے جو چاہے گا معاف کر دے گا، جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ دور تک گمراہی میں بھٹک گیا
(النساء: آیت ۱۱۶)	

تقیہ اور عقیدہ کتمان پر ایک نظر

قرآن مجید کے مطالعہ سے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی ایک اور کمینہ صفت اور ذلیل حرکت جو ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ ان کی حق کو چھپانے اور دین کی اصلیت پر نفاق اور جھوٹ کا پردہ ڈالنے کی مجرمانہ عادت اور ذلیل فطرت ہے۔ جب ہم شیعہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں التباس اور کتمان حق کی یہ دونوں قبیح عادتیں "تقیہ" اور "کتمان" کے عنوان کے تحت اس

میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اس قدر کہ یہود دنیوی مفاد کے لئے حق بیانی سے گریز کرتے تھے اور خدائی تعلیمات کو پوشیدہ رکھنے کے مجرم تھے مگر ان کے یہ معنوی سپوت شیعہ حضرات خلق خدا کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے باطل نظریات وافکار کو حق کے لبادے میں چھپا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔

تقیہ اور کتمان شیعہ مذہب کی اصولی تعلیمات میں سے ہیں۔ کتمان کا مطلب ہے اپنے اصل عقیدہ اور مذہب ومسلک کو چھپانا اور دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دینا۔ اسی طرح تقیہ کہتے ہیں اپنے قول یا عمل سے نفس واقعہ یا حقیقت کے خلاف، یا اپنے عقیدہ وضمیر یا مذہب ومسلک کے برعکس خود کو ظاہر کرنا اور اس طریقے سے دوسروں کو دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنا!

شیعہ مذہب کی معتبر ترین کتاب " اصول کافی "میں امام جعفر صادق کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

انکم علی دین من کتمہٗ اعزّہُ اللّٰہ ومن اذاعہٗ اذلہ اللّٰہ(۱)	تم ایسے دین پر ہو، جو اسکو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا اور جو اس کو شائع وظاہر کرے گا اللہ اسکو ذلیل ورسوا کرے گا

تقیہ کے ایک مستقل باب کے تحت" اصول کافی" میں روایت ہے کہ

عن ابی عُمیر الاعجمی قال: قال ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام یا ابا عُمیر تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولادین لمن لاتقیۃ لہ(۲)	ابو عمیر راوی ہیں کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے

امام جعفر صادق کے علاوہ امام باقر سے بھی ایک روایت اسی اصول کافی

(۱)"اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی رازی ص ۴۸۵
(۲)"اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی رازی ص ۴۸۲

میں درج ہے

قال ابو جعفر علیہ السلام	امام باقر نے فرمایا: تقیہ میرا دین ہے اور
التقیۃ من دینی ودین آبائی	میرے آباء واجداد کا دین ہے۔ جو شخص
ولا ایمان لمن لاتقیۃ لہٗ(۱)	تقیہ نہیں کرتا اس میں ایمان ہی نہیں

شیخ صدوق، جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر اہل تشیع کے عقائد کے مطابق کی ہے، وہ اپنی مشہور تفسیر "التبیان" میں لکھتے ہیں:

"تقیہ واجب ہے۔ امام غائب یعنی بارھویں امام مہدی کے ظہور سے پہلے اس کا ترک جائز نہیں جس نے ظہور امام سے قبل تقیہ ترک کردیا وہ امامیہ کے دین سے نکل گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ کی اور رسول اللہ ﷺ اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت کی۔ امام جعفر صادق سے جب قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا" اَتْقَاکُمْ" سے مراد "علیکم بالتقیۃ" یعنی تقیہ پر عمل کرتا ہے"(۲)

اسی طرح اہل تشیع کی "تفسیر عسکری" میں حضرت علی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"التقیۃ من افضل اعمال	تقیہ مومن کے افضل ترین اعمال میں سے
المؤمنین یصون بھا نفسہ	ہے جس کے ذریعہ اپنی اور اپنے بھائیوں کی
واخوانہ من الفاجرین"(۳)	فجار سے حفاظت ہوتی ہے

اہل تشیع کے نزدیک "حدیث" کی معتبر ترین کتاب " من لایحضرہ الفقیہ" ہے جو محمد بن علی بابویہ قمی المعروف بہ صدوق کی لکھی ہوئی ہے اور

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی رازی ص ۴۸۴

(۲) "اعتقادات صدوق" (کتاب التوحید والاعتقادات) علی بن بابویہ قمی ص ۲۰۳

(۳) "تفسیر امام حسن عسکری" ص ۱۷۶

شیعہ حضرات کی اصح الکتب اور "اصول اربعہ" کہلانے والی کتابوں میں شامل ہے۔ اس میں تقیہ کے بارے میں ایک روایت درج کی گئی ہے۔

لو قلتُ ان تارك التقية كتارك الصلوة لكنت صادقًا وقال عليه السلام لادين لمن لاتقية له (۱)

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی (گنہ گار) ہے جیسا کہ نماز ترک کرنے والا۔ تو میری بات صحیح اور سچ ہوگی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے

حقیقت یہ ہے کہ تقیہ اور کتمان کے اس خطرناک عقیدے کے ذریعہ اسلام دشمن عناصر کو امت مسلمہ میں نفوذ کرنے اور ان میں باہم تفرقہ اور نفاق پیدا کرنے میں جس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھی۔ اس طرح یہ لوگ عامۃ المسلمین میں گھل مل گئے اور اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے عقائد میں فساد اور انہیں دین اسلام کی حقیقی قدوں سے برگشتہ کرنے میں مصروف ہو گئے ظاہر ہے کہ شیعیت براہ راست اور کھل کر تو مسلمانوں کے قلوب اور اذہان پر خاطر خواہ اثر انداز ہو نہیں سکتی تھی اور انتہائی تگ و دو کے بعد بھی صدیاں گذر جانے کے باوجود ہندوستان میں شیعیت ایک محدود طبقہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس لئے عام مسلمانوں میں اثر و نفوذ کے لئے کتمان اور تقیہ سے بہتر کوئی تدبیر ممکن نہ تھی۔ اس طرح یہ غیر محسوس طریقے پر مسلمانوں میں رل مل گئے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد فلسفہ اور علم کلام کی مدد سے انہوں نے مسلمانوں کے مختلف عقائد اور دین کے مسلمات میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر دئے، رفتہ رفتہ سادہ لوح اور جاہل مسلمان ان شاطر اور گھاگ دشمنان اسلام اہل تشیع کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے۔ کچھ عرصے کے بعد چشم فلک نے یہ عبرت ناک منظر بھی

(۱) "من لا یحضرہ الفقیہ" محمد بن علی بابویہ قمی ص ۲۱۶

دیکھ لیا کہ ہمارے یہ عیار دشمن برصغیر ہند و پاک میں اسی تقیہ اور کتمان کے پر فریب ہتھکنڈوں کے سہارے شیوخ تصوف کے بھیس میں مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور مقتدی بن بیٹھے اور "اہل سنت" کا سائن بورڈ اور بینر لگا کر کھلے عام اپنے معتقدین کو شیعیت یا دوسرے لفظوں میں "یہودیت" کی تعلیم و تبلیغ کرنے میں مصروف ہوگئے۔ حالانکہ ان کی شیعیت اور ضلالت و گمراہی ان کے خیالات و افکار اور ان کی کتابوں سے عیاں اور صاف ظاہر تھی مگر بھولے بھالے کم علم اور جاہل قسم کے مسلمان عقیدت کے نشہ میں چور ہو کر انہیں اپنا روحانی پیشوا ہی نہیں، بلکہ مطاع اور "حاجت روا" تک سمجھ بیٹھے ہیں!!

جناب احمد رضا خاں بریلوی .و برصغیر میں "بریلویت" کے بانی اور یہاں کے لاکھوں بدعت پسند مسلمانوں کے پیشوا اور "امام" و مقتدی مانے جاتے ہیں ان کے معتقدین انہیں "فاضل بریلوی" "امام اہل سنت" اور "مجدد مأة حاضرہ" جیسے خطابات کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی در پردہ شیعیت اور باطنیت کے نقیب تھے اور زندگی بھر وہ اہل تشیع کے خیالات و عقائد کی ترجمانی اور در پردہ ان کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کرتے رہے۔

مثال کے طور پر یہ بات ہم گذشتہ صفحات میں ان کے "ملفوظات" کے حوالہ سے سپرد قلم کر چکے ہیں کہ انھوں نے شیعوں کے اماموں کو تقدیس کا درجہ دینے کے لئے یہ عقیدہ وضع کیا کہ "اغواث" (جمع غوث) یعنی مخلوق کی فریاد رسی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتے ہیں اور پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہونچتے ہیں اس سلسلے میں انھوں نے غوث کی وہی ترتیب ملحوظ رکھی ہے جو شیعہ اماموں کی ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی کتابوں میں ایسی روایات کثرت

سے ملتی ہیں جن کا عقیدۂ اہل سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ خالص شیعی روایات ہیں۔ مثلاً ان کی کتاب "الامن والعلی" میں ہمیں یہ شیعی روایت نظر آتی ہے:

اِنَّ علیًا قسیم النار (۱)		یعنی حضرت علی قیامت کے روز (اپنے دشمنوں کو) جہنم کی ٹکٹیں تقسیم کریں گے

ان کی اسی کتاب "الامن والعلی" میں شیعوں کی مشہور "دُعائے سیفی" یعنی نادِ علی پڑھنے کی بھی تاکید ملتی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اس دعا کو پڑھنے سے مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ دعائے سیفی شیعہ گھروں میں موجود مجموعہ ہائے وظائف میں صفحہ ۲۵۴ پر موجود ملے گی۔ اور وہ لوگ اسے روزانہ پابندی سے پڑھنے کے عادی ہیں۔

احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

"جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جوہر دار سیف خونخوار جسے دیکھ کر وہابیت بے چاری اپنا جوہر کرنے کو تیار ــــــ وہ کیا یعنی "نادعلیاً" کہ ایمان طائفہ پر شرکِ جلی، جواہر خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا نادعلیاً ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں ایں است

نادِ علیًا مظهر العجائب		تجدهُ عونًا لك فی النوائب

کل همّ وغمّ سینجلی		بولایتك یا علی یا علی یاعلی (۲)

یعنی حضرت علیؓ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ تم انہیں ہر مصیبت اور پریشانی میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ اے علی! آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہوتی ہیں!

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے "فتاوی رضویہ" کے مطالعہ سے پتہ چلتا

(۱) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۸
(۲) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲، ۱۳

ہے کہ انہوں نے شیعوں کی اصطلاح "پنج تن پاک" کو عام کیا اور اپنے معتقدین میں اس شعر کو رواج دیا۔

لی خمسة اطفی بها حرالوباء الحاطمة
المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمة

یعنی پانچ ایسی پاک ہستیاں ہیں جو میرے امراض اور وباؤں کو دور کرتی ہیں اور وہ ہیں:

محمدؐ، علیؓ حسنؓ حسینؓ اور فاطمہ!(۱)

ابو جعفر یعقوب کلینی نے "اصول کافی" کتاب الحجہ میں ایک باب باندھا ہے جو اس طرح ہے:

باب فیه ذکر الصّحیفة والجفر والجامعة ومصحف فاطمة علیها السلام یہ وہ باب ہے جس میں ذکر ہے صحیفہ کا اور جفر و الجامعہ و مصحف فاطمہ علیہا السلام کا (۲)

اس باب میں اس نے امام جعفر صادق کی زبان سے شیعوں کے لئے ایک ستر گز لمبے "الجامعہ" کا ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں ہر قسم کے حلال و حرام کا بیان ہے اور ہر وہ چیز جس کی لوگوں کو ضرورت پڑے۔ اس کے آگے وہ جفر کا ذکر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ جفر چمڑے کی ایک کتاب ہے جس میں تمام انبیاء و اوصیاء کا علم درج ہے۔ اب جناب احمد رضا خاں صاحب کی بھی سنئے۔ فرماتے ہیں:

"جفر چمڑے کی ایک ایسی کتاب ہے جو امام جعفر صادق نے لکھی تھی اس میں اہل بیت کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا ہے"(۳)

---

(۱) "فتاوی رضویہ" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۱۸۷

(۲) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ج ۱ ص ۲۳۹ (مطبوعہ طہران)

(۳) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۸

اسی طرح وہ شیعہ اصطلاح "الجامعہ" کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الجامعہ ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حضرت علی ؓ نے تمام واقعات عالم کو حروف کی ترتیب کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے تمام ائمہ امور و واقعات سے باخبر تھے"(۱)

حالانکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت علی ؓ نے اس افواہ کی خود تردید فرمائی تھی کہ ان کے پاس کتاب اللہ اور صحیفہ احادیث کے سوا اور بھی کچھ ہے فرماتے ہیں:

من زعم ان عندنا کتاباً نقرؤہ الا کتاب اللّٰہ وھذہ الصحیفة فقد کذب"(۲)	جس نے یہ گمان کیا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے سوا کوئی اور کتاب بھی ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو اس نے ہم پر جھوٹ باندھا

جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس صحیفے میں کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔ راوی حدیث کی زبانی سنیئے:

قلت وما فی ھذہ الصحیفة؟ قال العقل وفکاك الاسیر وان لایقتل مسلم بکافر (۳)	میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں خوں بہا، فکاک اسیر کے مسائل ہیں اور یہ کہ مسلمان کافر کے بدلے میں نہ مارا جائے (یعنی کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا)

جناب احمد رضا خاں صاحب "فتاوی رضویہ" جلد چہارم میں "ائمہ اہل بیت" کو وسیلۂ دعا بناتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اے اہل بیت! میں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے آپ کو

---

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۸

(۲) "صحیح مسلم شریف" "امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری" ج ۱ ص ۴۴۲، ۴۹۵ (م ۲۶۱ھ)

(۳) "صحیح بخاری" امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ج ۱ ص ۴۲۸ (م: ۲۵۶ھ)

خدائے حضور مسلمان فی حالکر پیش کرتا ہوں اور آل محمد ﷺ کے
دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں"(۱)

قارئین کو یہاں شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ شیعوں کے نزدیک دشمنان آل محمد یا "اہل بیت" میں کون کونسی بزرگ ہستیاں شامل ہیں کیونکہ شیعہ حضرات اپنی کتابوں میں عام طور پر خلفائے ثلاثہ کے لئے "غاصبان اہل بیت" اور "دشمنان آل محمد" کی اصطلاح استعمال کرتے آئے ہیں۔ جہاں تک اہل سنت والجماعت کا تعلق ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے آپ کی آل اور اہل بیت سے بے حد محبت اور احترام و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ تو نماز میں بھی پانچوں وقت جو درود پڑھتے ہیں اس میں واضح طور پر اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمدؐ کے الفاظ موجود ہیں۔ ایسی صورت میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر احمد رضا خاں صاحب حقیقت میں "سنی العقیدہ" تھے تو وہ آل محمد کے کن دشمنوں سے اظہار برأت کر رہے ہیں؟ کیا اہل تشیع سے؟ لیکن وہ تو آل محمدؐ کو فرط عقیدت و محبت میں انبیاء سابقین سے بھی اونچا مقام دیتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی طرف سے دشمنیٔ اہل بیت کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ رہے مسلمان تو چاہے وہ حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی یا پھر "اہل حدیث" یعنی غیر مقلدین ہوں غرض کوئی بھی مسلمان ہو کر آل محمدؐ سے دشمنی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جب مسلمانوں کے درمیان "دشمنانِ آل رسول کا وجود ہی نہیں ملتا تو ایسی صورت میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ "فاضل بریلوی" احمد رضا خاں صاحب اہل تشیع کی صفوں میں کھڑے، ان ہی کے لب ولہجہ میں، خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر ان کا نام لئے بغیر "دشمنان آل محمدؐ" کہہ کر ان پر تبرا کر رہے ہیں۔ ہم یہ بات بطور الزام یا اٹکل سے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۲۹۹

شیعوں کی مستند کتابیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ انہوں نے اسلامی حکومتوں کے عتاب اور مسلمانوں کے احتجاج وانتقام سے بچنے کے لئے اپنی کتابوں میں یہ طرز بیان اختیار کیا ہے کہ خلفاء ثلاثہ پر تبرا کرتے وقت وہ ان کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں اور فلاں فلاں یا دشمنان آل محمد کے الفاظ سے کام لیتے ہیں۔ شیعی روایات میں جہاں فلاں فلاں کے الفاظ ہوتے ہیں اس وقت اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم ﷺ ہوتے ہیں اور جہاں یہ لفظ تین مرتبہ آتا ہے وہاں تیسرے فلاں سے حضرت عثمان غنی ﷺ مراد ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر "اصول کافی" میں ایک روایت ہے:

فلان، فلان فلان ارتدوا عن الایمان فی ترك ولایة امیر المؤمنین علیه السلام (۱)	فلاں فلاں فلاں (یعنی ابو بکر، عمر عثمان ﷺ) یہ تینوں حضرت علی علیہ السلام کی امامت ترک کر دینے کی وجہ سے (ایمان واسلام سے) مرتد ہوگئے!

جہاں تک آل محمد کے دشمنوں کی بات ہے تو شیعہ روایت کے مطابق ان کی نشان دہی ائمہ اہل بیت نے خود کردی ہے۔ ابو جعفر کلینی کی "الجامع الکافی" کے آخری حصہ "کتاب الروضہ" کی روایت ہے کہ امام باقر کے مخلص مرید نے حضرت ابو بکر اور عمر کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

انهما ظلما حقنا وكانا اول من ركب اعناقنا والله مااسست من بلية ولاقضية تجری علینا اهل البیت الا هما اسسا اولهما فعلیهما لعنة الله والملائكة والناس اجمعین" (۲)	ان دونوں نے ظالمانہ طور پر ہمارا حق مارا۔ یہ دونوں سب سے پہلے ہم اہل بیت کے گردنوں پر سوار ہوئے ہم اہل بیت پر جو بھی مصیبت اور آفت آتی ہے اس کی بنیاد انہیں نے ڈالی ہے۔ لہٰذا ان پر لعنت ہو اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام بنی آدم کی

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۲۶۵

(۲) "کتاب الروضہ" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۱۵

ظاہری بات ہے کہ شیعہ عقیدہ اور گمان کے مطابق جنھوں نے جگر گوشہ رسول حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا حق وارثت "باغ فدک" غصب کر لیا ہو اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد داماد رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "حق خلافت" چھین لیا ہو وہ دشمنان آل محمد ﷺ نہیں ہوں گے تو اور کون ہوں گے ؟! ایسے دشمنان اہل بیت سے برأت کا اظہار کرنا ہر "مخلص شیعہ" ہم اولین فرض ہے۔ لہٰذا اگر بیچارے احمد رضا خاں صاحب نے خاندانی روایت کے اظہار کے لئے ان "دشمنان آل محمدؐ" سے برأت کا اظہار کر ڈالا تو کونسا غضب ہو گیا؟!

خون ناحق کہیں چھپتا ہے چھپانے سے امیر
کیوں وہ بیٹھے ہیں مری نعش پہ دامن ڈالے

جناب احمد رضا خاں صاحب کے "تقیہ" کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم ان کی کتاب "خالص الاعتقاد" سے ایک اور اہم ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ ابن النجار کے حوالہ سے احمد رضا خاں صاحب یہ موضوع روایت بیان کرتے ہیں:

"امیر المومنین ابو ائمۃ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: مجھ سے سوال کرو قبل اس کے مجھے نہ پاؤ، کہ عرش کے نیچے اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک داخل ہے اس سب کو میرا علم محیط ہے۔ ان میں سے جو شے مجھ سے پوچھو، میں بتادوں گا"(۱)

احمد رضا خاں صاحب کا حضرت علیؓ کو "ابو ائمۃ الطاہرین" بتلانا اسی شیعی عقیدے کا اظہار و اعتراف ہے کہ حضرت علی کی نسل کے بارہ امام سب معصوم تھے پاک تھے۔ یہ مخصوص اصطلاح اہل تشیع ہی اپنے اماموں سے اظہار عقیدت کے لئے استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ اہل سنت کے عقائد سے ان اماموں کا

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۲

کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ احمد رضا خاں صاحب کا حضرت علیؓ کے علم کو "علم محیط" بتانا بھی اسی غلوئے عقیدت کا آئینہ دار ہے جو اہل تشیع کو آپ کی ذات سے رہی ہے۔ دروغ گورا حافظہ نہ باشد، خاں صاحب بریلوی اپنی اسی کتاب "خالص الاعتقاد" میں چند صفحات پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ

"علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی ذات باری عزوجل کے لئے ثابت اور اس سے مخصوص ہے"(۱)

اگر جناب احمد رضا خاں صاحب کی یہ بات درست ہے کہ علم ذاتی و محیط اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے تو پھر ان کا حضرت علیؓ کے لئے "علم محیط" کا اقرار کرنا کیا بالواسطہ طور پر انہیں اہل تشیع کی طرح الٰہ اور "معبود" سمجھنے کے مترادف نہیں ہے؟ حضرت علیؓ کے معبود اور الٰہ ہونے کے شیعی تصور پر مہر تصدیق ثبت کر دینے کے بعد پھر جناب احمد رضا خاں صاحب کا اصل مقام کہاں ہوگا۔ اہل سنت کی صفوں میں یا شیعہ حضرات کے درمیان؟

اہل تشیع کے یہاں ان کے "ائمہ معصومین" کے لئے عقیدہ "نور من نور اللہ" کو بھی مرکزی اہمیت حاصل ہے ابو جعفر یعقوب کلینی اپنی کتاب "اصول کافی" میں امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔

ان اللّٰہ خلقنا من نور عظمته ثم صور خلقنا من طينة مخزونة مكنونة تحت العرش فاسكن ذلك النور فيه فكنا نحن خلقًا وبشرا نورانيين (۲)	بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم (اہل بیت) کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا پھر اس نے ہماری پیدائش کو مٹی کے اس خزانہ سے صورت بخشی جو عرش کے نیچے مکنون تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ نور مٹی میں ٹھہرایا سو ہم تخلیق ہوئے اور "نورانی بشر" ٹھہرے

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۴

(۲) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۳۸۹

قطع نظر اس کے قرآن مجید کی تصریح کے مطابق اللہ تعالیٰ کا عرش پانی کے اوپر ہے ﴿ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾ تو پھر اس کے نیچے مٹی کا خزانہ چھپے ہونے کی کیا تک ہے؟ کیا ان لوگوں نے عرش کو کسی دھات یا لکڑی کے تخت کی طرح ٹھوس مادی شے سمجھ رکھا ہے؟ عرش کی ہیئت و مادۂ تخلیق کے بارے میں قرآن واحادیث سے کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ پھر نور جیسی لطیف شے کا مٹی جیسی ٹھوس چیز کے ساتھ مخلوط ہو جانے کا تصور نہ عقل کو اپیل کرتا ہے اور نہ مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ نور تو بہت لطیف شے ہے اور پھر اللہ کا نور! سبحان اللہ وہ تو نورٌ علیٰ نور ہے اس کی لطافت کی تو کوئی مثال ہی نہیں دی جاسکتی ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ﴾ مٹی جیسے اسفل اور ٹھوس و فانی مادے کے ساتھ اس کا کیا جوڑ؟ موجودہ دور کا تعلیم یافتہ ہر انسان اس بات کو جانتا ہے کہ کیمسٹری (Chemistry) کے اصول گرفت و تحلیل (Valency) کے مطابق یہ قانون فطرت ہے کہ کوئی بھی مادہ خواہ وہ مائع ہو یا ٹھوس یا وہ دُخان یعنی گیس کی شکل میں ہو، اپنے تخلیقی عنصر کے مطابق ہی باہم فعل وانفعال، کسر وانکسار اور تاثیر و تاثر کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اپنے مخالف طبع عناصر سے میل نہیں کھا سکتا! مثال کے طور پر لوہا اور پانی جس طرح باہم تحلیل اور ایک جان نہیں ہو سکتے اسی طرح ہوا بھی مٹی کے ذرات کو اپنی قوت سے اڑا تو سکتی ہے مگر اس کے ساتھ مخلوط نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس گیس کا انجذابی عمل گیس ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور روشنی کا روشنی کے ساتھ۔ ان دونوں اشیاء کو قانون فطرت کے مطابق ٹھوس اشیاء کے ساتھ مرکب اور یک جان نہیں کیا جاسکتا۔ عربی زبان کا مقولہ **الجنس یمیل الی جنسه** بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

لہٰذا نور اور مٹی کے باہم اختلاط کا غیر طبعی اور خلاف عقل نظریہ بچوں کو بہلانے کی غرض سے دیو اور پریوں کی فرضی کہانیوں کی طرح ایک "شاندار

گپ" تو ہو سکتا ہے حقیقت سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے!

اسی قسم کی ایک دوسری شیعی روایت بھی ملاحظہ ہو:

عن ابی عبداللّٰه قال قال اللّٰه تبارك وتعالى يا محمدانی خلقتك وعليًّا نورًا يعنی رُوْحًا بلا بدن (۱)	امام جعفر صادق نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے محمد! میں نے تجھے اور علی کو ایک نور سے بنایا ابدان سے پہلے اس روح کو خلقت بخشی

مزید ایک اور شیعی روایت:

وهو الذی خلق منه محمدًا وعليًّا فلم يزالا نورين اولين (۲)	سب نوروں کا منبع وہ نور ہے جس سے اللہ نے محمدؐ اور علیؓ کو پیدا کیا۔ سو یہ "نورین" ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں

واضح رہے کہ ہم اس کتاب کے شروع میں یہ بات لکھ چکے ہیں کہ زرتشت یعنی مجوسیوں کے یہاں یزداں اور اہرمن دو خداؤں کے تصور نے انہیں عقیدہ "نورین" بخشا تھا۔ شیعوں کے یہاں نورین کی ایک وقت میں ہی پیدائش مانی گئی ہے —— گویا مجوسیت کے باطل تصور کو اہل تشیع کے یہاں خوش آمدید کہا گیا ہے!!

جہاں تک "خالص نور" سے حضور ﷺ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کی بات ہے تو یہ بات اہل تشیع کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے مگر ایک توحید پسند مسلمان کے نزدیک یہ سراسر حضور کی توہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سمیت —— جو خالص نوری مخلوق ہیں —— دنیا کی تمام مخلوقات پر انسان کو شرف تخلیق میں فضیلت بخشی ہے۔ اسے "اشرف المخلوقات" اور "مسجود ملائک" بنایا ہے۔ ملائکہ نوری مخلوق ہونے کے باوجود آدم خاکی کے سامنے

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ج ۱ ص ۴۴۰

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ج ۱ ص ۴۴۲

خدا کے حکم سے سجدہ ریز ہو چکے ہیں۔ اور اس طرح آدم کی بڑائی اور شرف و مجد کا اعتراف کر چکے ہیں۔ اب اگر حضور ﷺ کو خالص نور کی مخلوق بتایا جائے تو یہ گویا آپ کو "شرف انسانیت" سے محروم کرنا اور باعتبار خلقت آپ کے مقام و مرتبہ کی تخفیف و توہین ہے۔ عزت افزائی نہیں کیونکہ یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ اگر کسی بھی انسان سے یہ کہا جائے کہ تو "انسانیت کے مقام" سے گر گیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری نظروں میں وہ حقیر اور بے قیمت بن گیا ہے! پھر بھلا حضور ﷺ فداہ امی وابی کی نسبت سے ایسی توہین آمیز بات کا تصور؟! استغفر اللہ و نعوذ باللہ من ذلک۔

اگر صرف اللہ کے نور سے آنحضرت ﷺ کی تخلیق مانی جائے تو یہ باطل نظریہ اللہ رب العزت کی توہین کے مترادف ہوگا کیونکہ کسی بھی شے کا جزو اس کے کل کا ایک لازمی حصہ ہونے کی وجہ سے "جزوی طور پر" ان ساری خصوصیات کا حامل ہوتا ہے جو اس کل میں موجود ہیں۔ کیونکہ اگر وہی خصوصیات اس میں نہ ہوں تو اس کو اصلی نہیں بلکہ "نقلی" کہا جائے گا جس کی لوگوں کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی ــــــ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اپنے کل سے علیحدہ ہونے کے بعد اس جزو کی بھی ایک علیحدہ اور مستقل حیثیت بن جاتی ہے۔ ٹھیک جس طرح سورج کی روشنی کی ایک کرن بھی جزوی طور پر انہیں خصوصیات کی حامل ہوتی ہے جو خود سورج کی اپنی خصوصیات ہیں۔ لہٰذا خصوصیات میں سورج کے ساتھ جس طرح اس ایک کرن کی شرکت لازمی ہے ٹھیک اسی طرح حضور ﷺ کو "نورٌ من نور اللہ" تسلیم کرنے کے بعد ــــــ جزوی اعتبار سے ہی سہی ــــــ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں حضور ﷺ کی شرکت لازمی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور اس طرح خدا وحدہ لاشریک نہ رہا، جزوی طور پر اس کے نور ذات میں بھی حضور ﷺ شریک ہو گئے اور صفات الٰہی بھی اجزاء میں تقسیم ہو کر بقدر جزو حضور ﷺ

کی ذات مبارکہ سے وابستہ ہوگئیں —— اسی کا نام "شرک" ہے۔ جو سب سے بڑا گناہ ہے اور قرآن مجید میں اس کو ظلم عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کے ارتکاب کے بعد سارے نیک اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.

توحید کا یہ سم قاتل نظریہ اہل تشیع اور ان کے "تقیہ بردار کار پردازوں" کو بھلے ہی زیب دیتا ہو، کوئی غیرت مند مسلمان جان بوجھ کر اس گمراہ کن نظریہ کو گلے نہیں لگا سکتا۔

"نوری بشر" کے نظریہ کی تخلیق کے بعد شیعہ معتقدات کے لئے لازمی امر تھا کہ وہ اپنے تخلیق کردہ ایسے "نادر الوجود" انسان کے لئے کچھ، مافوق البشر خصوصیات بھی منظر عام پر لائیں جو ان کے اس خانہ ساز نظریہ کے مناسب حال ہوں اور اس کی تائید و توثیق کر سکیں۔ لہٰذا روشنی اور نور کا چونکہ کوئی سایہ نہیں پڑتا اس لئے اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل تشیع نے حسب عادت وفطرت رسول اللہ ﷺ کا نام لیکر بالواسطہ طور پر اپنے ممدوح ائمہ اہل بیت کے لئے یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ ان کے جسم نوری ہونے کی وجہ سے اتنے لطیف تھے کہ زمین پر ان کا سایہ بھی نہیں پڑتا تھا۔

ابو جعفر یعقوب کلینی اپنی کتاب "اصول کافی" میں لکھتا ہے

"لم یکن لہٗ فئی"　　یعنی آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا(۱)

حالانکہ احادیث صحیحہ میں صرف اس بات کی تصریح آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ جب آپ دھوپ میں باہر تشریف لے جاتے تھے تو کبھی آپ کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے رہتا تھا جس کی وجہ سے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ ورنہ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۳۸ میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ پر دھوپ بھی پڑتی تھی اور آپ کا

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی۔ ج ۱ ص ۴۴۲

سایہ بھی پڑتا تھا یہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

لیکن بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے احادیث صحیحہ کے علی الرغم آپ کے اوپر بادل کے سایہ فگن رہنے کے معجزہ سے صاف انکار کرتے ہوئے حضور کو نوری مخلوق ثابت کرنے کے لئے آپ کے سایہ کی اہل تشیع کی طرح سرے سے نفی کردی ہے اور اس موضوع پر ایک رسالہ "نفی الفيئ عمن بنوره انار كل شيئ" تصنیف کر کے اہل تشیع کے اس غلط اور گمراہ کن عقیدے کی پرزور تائید کی ہے۔

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"ثبوت معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں ہے" (۱)

بہر حال: حضور کے لئے ماکان ومایکون کا علم ہونے کے عقیدے کی بات ہو یا آپ ﷺ کے نوری بشر یا نور سے تخلیق ہونے کا باطل نظریہ۔ اور پھر اس کو درست تسلیم کرنے کے بعد "نفی الفی" یعنی آپ کے سایہ کا نہ ہونے کا بر خود غلط تصور اور اعتقاد۔ یہ سب باتیں بانی بریلویت نے اپنی کتابوں میں جتنے وثوق، اعتماد، یقین، طمطراق اور دعوی کے ساتھ لکھی ہیں اور لوگوں کو ان پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے کی تلقین جس شدومد سے کی ہے —— منجملہ دیگر باتوں کے —— ان سے بھی احمد رضا خاں صاحب کے درپردہ شیعی عقائد کی تصدیق ہوتی ہے اور ان کے فریب و تقیہ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اہل تشیع کا یہ باطل عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ کے پردہ میں درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں لہذا حضور ﷺ کی تعریف و توصیف اور نعت و منقبت دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی منقبت اور ان کے علوئے مرتبت کا اعتراف ہے کیونکہ محمد ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔ محض شعر و شاعری کا فلسفہ اور داستان و حرف حکایت کی قبیل سے

(۱) "نفی الفی عمن بنورہ انار کل شیئ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲

تعلق رکھنے والی بات نہیں ہے بلکہ تمام شیعوں کا محکم عقیدہ اور جزو ایمان ہے۔
اہل سنت والجماعت کے مشہور سلسلہ ہائے تصوف کی طرح اہل تشیع کا بھی اپنا ایک "درویشی سلسلہ" ہے جس کو "بیکتاشی سلسلہ" کہا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ ترکی اور اس کے اطراف میں بہت زیادہ مقبول ہے اس سلسلے کا بانی "حاجی بیکتاش ولی" ہے جس کا پورا نام حاجی قندش بیکتاش (Hadju Kondush) تھا۔ یہ ۶۳۷ھ مطابق ۱۲۸۱ء میں خراسان سے جو اس دور میں اسماعیلی شیعوں کے "دعاۃ" یعنی مبلغین کا مرکز تھا، ترکی کے شہر اناطولیا آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی خانقاہ ہنگری کے قصبہ ناغی کنیزسا (Noghy Kanizsa) میں قائم کرلی تھی حسن بن صباح کے پیروکار اس اسماعیلی "داعی" نے بہت جلد اپنی عقیدت کا سکہ "بوسنیا" وغیرہ کے ہزاروں مسلمانوں کے علاوہ بہت سے عیسائیوں کے دلوں پر بھی بٹھادیا تھا۔ سلطنت ہنگری کے فوجی سپاہیوں کو بھی اس سے عقیدت ہوگئی تھی۔ ان کا اعتقاد تھا کہ حاجی قندش بیکتاش کا عطا کردہ تعویذ بازو پر باندھنے سے بندوق کی گولی اثر نہیں کرتی۔ اور یہ کہ حاجی صاحب تلواروں سنگینوں اور بندوق کی گولیوں کے گہرے زخموں کو صرف ہاتھ پھیر کر اور اپنا لعاب دہن لگا کر اچھا کردیتے ہیں۔ حاجی بیکتاش کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ وہ جس شخص کی طرف گھور کر دیکھتے وہ بے ہوش ہوجاتا تھا، اس لئے حاجی صاحب اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ ہنگری کے دارالحکومت "بوڈاپسٹ" میں ان کے سلسلے کے ایک بزرگ "گلشن بیکتاشی" کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے جہاں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عیسائی بھی دعائیں مانگنے کثرت سے آتے ہیں۔ ان کے مزار کے پاس ایک چھوٹا سا چشمہ بھی موجود ہے جس کا پانی دفع امراض کے واسطے ارفع واعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر جے۔ کے برج (Dr. J.K. Birge) نے اپنی کتاب "درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ" میں ان کے جو مشہور عقائد ان کی مستند اور معتبر کتابوں سے

نقل کئے ہیں ان میں سے چند مشہور عقائد ملاحظہ ہوں۔

(۱) اللہ، حقیقت واحدہ ہے۔

(۲) محمد ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔

(۳) اللہ، محمد اور علی تینوں میں عینیت کا علاقہ ہے۔

(۴) محمدؐ اور علیؓ ایک حقیقت یا ایک ہی شخص کے دو نام ہیں[1] بیکتاشی سلسلے کی ایک معتبر ترین کتاب "خطبۃ البیان" میں حضرت علیؓ کے یہ اقوال نقل کئے گئے ہیں

(۱) میں قسیم النار والجنۃ ہوں۔

(۲) میں اللہ کا دل ہوں۔

(۳) میں نوح اول ہوں

(۴) میں ذوالقرنین ہوں

(۵) میں عالم ماکان ومایکون ہوں۔

(۶) میں قیوم السماء ہوں

(۷) میں منشئ السحاب ہوں

(۸) میں مطر النہار ہوں

(۹) میں لوح محفوظ ہوں۔

(۱۰) میں حجۃ اللہ ہوں

(۱۱) میں حجۃ الانبیاء ہوں

(۱۲) میرے پاس مفاتیح الغیب ہیں جن کو محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا

(۱۳) عزرائیل یعنی ملک الموت میرا تابع فرمان ہے[2]

(۱) "درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ" ڈاکٹر جے کے برج (Dr. J.K. Birge) ص ۱۳۲، ۱۳۳ (مطبوعہ ہارٹ فرڈیو، ایس اے ۱۹۳۷ء)(امریکہ)

(۲) "خطبۃ البیان" ص ۱۳۲، ۱۳۳ (مطبوعہ: لندن ۱۹۳۷ء)

ان خیالات و عقائد کی روشنی میں اہل تشیع کے نزدیک حضرت علی کی جو "پوزیشن" ہے وہ بالکل واضح ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ کوئی بھی شیعہ جو حضور ﷺ کی غیر معمولی مدح وثنا نعت و منقبت اور تعریف و توصیف کرتا ہوا دکھائی دے تو وہ حقیقت میں "تقیہ" کر رہا ہے اور اس کا مقصد اس طرح محض حقیقت سے لاعلم مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر حضور ﷺ کی آڑ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمۂ تشیع کی تعریف و توصیف کرتا اور کراتا ہے تا کہ بالواسطہ طور پر ہی سہی مسلمانوں کو "ائمہ اہل بیت" کے گن گاتے اور غلط عقیدوں اور گمراہ کن راستوں پر چلتے دیکھ کر اس کے "جذبۂ انا" کو تسکین حاصل ہو اور اہل سنت کے درمیان شیعی عقائد کی تبلیغ و تشہیر "تقیہ" کے روپ میں جاری رہ سکے۔

مسلمانوں سے شدید کینہ وعداوت

قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی مذکورۃ الصدر آیت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن "یہود" ہیں اور ان کی دشمنی اور دلی عداوت اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس کی تمنا اور تگ و دو کرتے رہیں کہ مسلمانوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ شیعیت کے روپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت اور "تبرا" کا محاذ کھول دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و خیر القرون کے مسلمانوں سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے ہر وہ ہتھکنڈہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کے عروج و ترقی کا سنہرا دور خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا عہد زریں تھا۔ جس میں مسلمانوں نے مختصر سے عرصے کے اندر قیصر و کسری کے تخت الٹ دیئے اور ان کی حکومتوں کو روند ڈالا۔ اس طرح اسلام کا پیغام انسانیت سر زمین عرب سے نکل کر مصر و شام، ایران و عراق،

ماوراءالنہر آذربائیجان اور افغانستان تک جاپہونچا! ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ ترقی اور کامیابی کمینہ فطرت قوم یہود آسانی سے کس طرح برداشت کر سکتی تھی؟ اسلام کا یہ سیل عظیم روکنا ان بد بختوں کے بس کا روگ تو نہ تھا مگر انہوں نے اپنے دلی بغض و عداوت سے جو انہیں اسلام اور مسلمانوں سے تھی، اس بات کی کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھی کہ امت مسلمہ کو خلفائے ثلاثہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن کر دیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ ہی ہے دین اور اس کی تمام جزئیات ہم تک صحابہ کے ذریعہ ہی پہونچی ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا مرکز عقیدت ہی نہیں، منبع رُشد و ہدایت اور مسلمانوں کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ دین و ملت کے پاسبان ہیں۔ ان سے ذہنی رشتہ کٹ جانے کے بعد اسلام کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید جو کہ دین کی اساس ہے اور ذخیرۂ احادیث نبوی جو ہمارے اعمال کی بنیاد ہے، دونوں ہی ناقابل اعتبار اور بے وقعت ہو جاتے ہیں اگر حاملین قرآن و حدیث گروہ صحابہ خاص طور پر خلفاء ثلاثہ کو کافر و مرتد سمجھنے اور ان کے اسلام سے پھر جانے کا تصور عام ہو جائے۔ کیونکہ قرآن کے جامع ابو بکر صدیق و عثمان اور احادیث کے حافظ اجل صحابہ رضی اللہ عنہم ہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد اسلام سے پھر جائیں گے تو ان کے جمع کئے ہوئے قرآن اور ذخیرۂ احادیث کا کیا اعتبار رہے گا؟

یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات ظاہری طور پر دعوئے ایمان کے باوجود نہ صرف موجودہ قرآن کو تحریف شدہ اور ناقابل اعتبار کہتے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، مسلمانوں کے قرآن سے ڈھائی گنا زیادہ ضخیم تھا۔ اور ان سے حضرت حسنؓ و حسینؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت کے ہاتھوں میں منتقل ہوتا ہوا دسویں امام غائب تک جاپہونچا اور وہ اسے لے کر ساتھ ہی دیگر انبیاء سابقین کی نشانیوں سمیت بغداد کے پاس "سرمن

رائی" کے غار میں روپوش ہو گئے اور قرب قیامت میں وہی مہدی بن کر اور
اس قرآن کو لیکر ظاہر ہوں گے(۱)

مسلمانوں کی بدقسمتی کہ قرون اول میں مختلف سیاسی عوامل اور نا گزیر حالات
کے تحت امت مسلمہ میں "یہودی لابی" کے قیام، اثر و نفوذ اور اسلام میں انہیں
اندر سے نقصان پہونچانے اور "تارپیڈو" کرنے کا موقع مل گیا۔ اور مسلمان
اپنی سادہ لوحی کی بناء پر ان دشمنان اسلام کی خطرناک سازشوں سے باخبر نہ
ہو سکے۔ یا پھر کچھ طالع آزما حکمرانوں کی چشم پوشی اور سیاسی مفاد کے لئے ان
خطرناک عناصر کی درپردہ ہمت افزائی سے یہودیت کے جراثیم "شیعیت" کے
روپ میں اسلام کے جسد صالح میں تیزی سے سرایت کر گئے! وجہ کچھ بھی ہو
ان خبیث دشمنوں کی جرأت و ہمت کی داد دینی پڑے گی جنھوں نے عین
اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ اور ان کی سرپرستی میں اسلام کی بنیادیں کھودنے
اور ملت اسلامیہ کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی خطرناک سازشیں کیں اور ان میں
کافی حد تک کامیاب ہوئے۔ آج بھی وہ علی الاعلان اسلام کے مشاہیر علماء کی
تکفیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے اور غلوئے عقیدے کے بھیس میں
مسلمانوں کی برگزیدہ شخصیات کو " اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" بنا کر توحید کے
مستحکم قلعہ کو زمین بوس کرنے میں مصروف عمل ہیں اور مسلمان آنکھ بند کر کے
ان یہود صفت افراد کی پیروی کر رہے ہیں اور شیعیت کے نقیب دشمنان اسلام
کو اپنا مقتدی و پیشوا بنائے ہوئے ہیں!

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

لیجئے ملاحظہ کیجئے: شیعی کتب کی روشنی میں ان دشمنان اسلام کی مسلمانوں
سے عداوت کی جھلکیاں!

سب سے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۳۹۔۱۷۱

اللہ عنہما کے بارے میں شیعوں کے خیالات دیکھئے، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو "اُمہات المومنین" یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے تعلق اور رشتہ سے آپ کی ازواج مطہرات کی وہی عظمت ہونی چاہئے جو اپنی حقیقی ماؤں کی ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر۔ کیونکہ ایمان کا رشتہ، خون کے رشتوں سے زیادہ قوی اور محترم ہوتا ہے۔ اور اسی کے مطابق ان کے لئے ادب واحترام کا رویہ ہونا چاہئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادیاں ہیں اس لئے ان کے ساتھ شیعہ حضرات کو وہی بغض وعداوت ہے جو حضرات شیخینؓ کے ساتھ ہے۔

شیعوں کے مستند ترین عالم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حیات القلوب" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان اس طرح ہے۔

"باب پنجاہ و پنجم در احوال شقاوت مآل عائشہ وحفصہ"(۱) باب (۵۵) عائشہ اور حفصہ کے بدبختانہ حالات کے بیان میں

اس باب میں اور کتاب کے دیگر ابواب میں بھی اس ظالم نے ان دونوں امہات المومنین کو بار بار "منافقہ" لکھا ہے۔ پھر اسی جلد دوم میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بیان میں لکھتا ہے:

"وعیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ وحفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند"(۲) اور عیاشی نے معتبر سند سے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ وحفصہ نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کیا تھا

(۱) "حیات القلوب" ملا باقر مجلسی اصفہانی ج ۲ ص ۷۴۲

(۲) "حیات القلوب" ملا باقر مجلسی اصفہانی ج ۲ ص ۸۷۰

یہی ملا باقر مجلسی اپنی دوسری کتاب "حق الیقین" میں بطور پیشین گوئی اس طرح ان امہات المومنین کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتا ہے:

"چوں قائم ما ظاہر شود، عائشہ را زندہ کند تا براو حد بزند و انتقام فاطمہ ازو بکشد" (۱)
جب ہمارے قائم (امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو وہ عائشہ کو زندہ کر کے اس پر حد جاری کریں گے اور فاطمہ کا انتقام اس سے لیں گے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اہل تشیع کی نفرت و عداوت کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ موجودہ دور میں بھی یہ کم بخت ان سے اپنی نفرت و بغض و کینہ کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان ظالموں نے آپ کے لباس تک کو اپنا ہدف بنانے سے گریز نہیں کیا ہے اور بطور طنز و استہزاء اس کو دور جدید کے "نیڈی لباس" سے تشبیہ دینے کی کوشش کی ہے اور یہ لغو و بے بنیاد الزام لگایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نعوذ باللہ بے آستین کی قمیص پہنتی تھیں۔

شیعہ مجتہد اختر حسین نقوی حضرت عائشہؓ کے لقب " حُمیرا" کا ذکر کس بے حیائی سے کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"حمیراء کا ترجمہ گوری کیا ہے۔ حالانکہ چھوٹی لالن ہونا چاہئے" (۲)

پھر آپ کے لباس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اگر حضرت عائشہ کو بے آستین کپڑے میں جناب ابو بکر نے رخصت کیا ہو تو کچھ تعجب نہیں" (۳)

اہل تشیع نے نہ صرف حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی توہین و استہزاء کے جرم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ وہ اپنے بغض و عداوت میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ تمام ہی "امہات المومنین" کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنا اپنا مذہبی

(۱) "حق الیقین" ملا باقر مجلسی اصفہانی ص ۱۳۹
(۲) "الحمیراء" اختر حسین نقوی ص ۴ (امامیہ کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور)
(۳) "الحمیراء" اختر حسین نقوی ص ۴ (امامیہ کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور)

شعار سمجھتے ہیں:

اہل تشیع کے "جلیل القدر" محدث ابو جعفر یعقوب کلینی نے اصول کافی میں باب باندھا ہے:

" باب النهي عن الاشراف على قبر النبي صلى الله عليه وسلم"	اس باب میں تذکرہ ہے نبی کریم ﷺ کی قبر سے اوپر چڑھنے کی ممانعت کا۔

اس کے بعد یہی علامہ ابو جعفر کلینی، ایک شخص جعفر بن المثنیٰ سے روایت بیان کرتا ہے کہ:

"میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد نبوی کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم ﷺ کی قبر پر تھا گر گیا۔ مرمت کا کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی امام جعفر صادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار الصیر فی دونوں نے کہا "ہاں" ہم نے ان سے کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

ما احب لاحد منهم ان يعلو فوقه ولا آمنه ان يرى شيئاً يذهب منه بصره او يراه قائمًا يصلى او يراه مع بعض ازواجه "(۱)	میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ جس سے اسکی نظر ہی جاتی رہے۔ یا وہ حضور کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ آپ کو اپنی کسی بیوی سے مشغول دیکھے

حالانکہ جس شخص جعفر بن المثنیٰ کے ذریعہ شیعوں نے یہ لغو اور بے حیائی کا عقیدہ امام جعفر صادق کے ذمہ لگایا ہے وہ تو ان کے عہد میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ تاہم ان کا مقصد تو کسی بھی بہانے امہات المومنین کی توہین و تبرا ہے اس

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۴۵۲

لئے جھوٹ اور فریب سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ تو تھا ان شیعوں کا امہات المومنین کی توہین و گستاخی اور ان پر "تبرا" کا حال۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے ان کے بغض وعداوت اور "تبرا بازی" کا اندازہ کرنے کے لئے پیش خدمت ہے ابو جعفر کلینی کی "کتاب الروضہ" کا ایک اقتباس:

كان الناس اهل ردة بعد النبي صلى الله عليه وسلم الا ثلاثة فقلت ومن ثلاثة؟ فقال المقداد بن الاسود وابوذر غفاري وسلمان الفارسي رحمة الله عليهم وبركاته (۱)	(امام باقر فرماتے ہیں) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین کے (روای کا کہنا ہے کہ) میں نے عرض کیا وہ تین کون تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ مقداد بن الاسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو

ابو جعفر کلینی کی اسی کتاب "روضۃ الکافی" یا "کتاب الروضۃ" کا ایک اور اقتباس ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں جس میں اس ظالم نے امام باقر کے ایک مخلص مرید کے سوال کے جواب میں ان کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام بنی آدم کی لعنت ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم یہ دل آزار عبارت دہرانا نہیں چاہتے۔ قارئین کرام پچھلے صفحات الٹ کر اُسے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ اسی طرح ہم اس مقام پر حضرات شیخینؓ پر شیعوں کے تبرا کی وہ روایت بھی دوبارہ تحریر کرنے سے گریز کر رہے ہیں جو ہم نے اس کتاب کے اُسی صفحہ پر "اصول کافی" کے صفحہ ۲۶۵ سے نقل کی ہے ــــــ البتہ شیعوں کی مخصوص تبرائی ذہنیت اور مسلمانوں

(۱) "کتاب الروضہ" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۱۵

سے ان کی عداوت اور دلی بغض و کینہ کی صحیح کیفیت کا اندازہ لگانے کے لئے ہم ملا باقر مجلسی کی کتاب "حق الیقین" سے ایک طویل اقتباس ــــ جو حقیقت میں انتہائی دل آزار ہے ــــ بادل ناخواستہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ طویل روایت، ملا باقر مجلسی نے امام جعفر صادق کے ایک خاص مرید مفضل بن عمر کے حوالہ سے لکھی ہے۔ اس روایت میں امام جعفر صادق کی زبان سے امام غائب مہدی کے ظہور کا بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> "جب صاحب الامر (امام غائب) ظاہر ہوں گے تو وہ سب سے پہلے مکہ مکرمہ آئیں گے اور وہاں سے کوچ کر کے مدینہ جائیں گے۔ اور جب وہ اپنے نانا رسول خدا کی قبر پر پہونچیں گے تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کریں گے کہ کیا یہ ہمارے نانا رسول خدا کی قبر ہے؟ لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ انہیں کی قبر ہے۔ پھر امام پوچھیں گے یہ اور یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے نانا کے پاس دفن کئے گئے ہیں؟ لوگ بتلائیں گے کہ یہ آپ کے مصاحب خاص ابو بکر و عمر ہیں حضرت صاحب الامر اپنی سوچی سمجھی پالیسی کے مطابق سب کچھ جاننے کے باوجود ان لوگوں سے دریافت کریں گے کہ ابو بکر کون تھا؟ اور عمر کون تھا؟ لوگ جواب دیں گے کہ یہ دونوں آپ کے خلیفہ اور آپ کی بیویوں عائشہ و حفصہ کے باپ تھے۔ اس کے بعد جناب صاحب الامر فرمائیں گے کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کو اس بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں مدفون ہیں؟ لوگ کہیں گے کہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کو اس بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں مدفون نہیں ہیں۔ پھر تین دن کے بعد صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ دیوار توڑ دی جائے چنانچہ

دونوں کو قبر سے نکالا جائے گا۔ ان کا جسم تر و تازہ ہو گا اور صوف کا وہی کفن پہنے ہوں گے جن میں یہ دفن کئے گئے تھے۔ پھر آپ حکم دیں گے کہ ان کا کفن علیحدہ کر دیا جائے (یعنی ان کی لاشوں کو برہنہ کر دیا جائے) اور ایک سوکھے درخت پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت مخلوق کے امتحان و آزمائش کے لئے یہ عجیب واقعہ ظہور میں آئے گا کہ وہ سوکھا درخت جس پر لاشیں لٹکی ہوں گی ایک دم سرسبز و شاداب ہو جائے گا۔ تازہ ہری پتیاں نکل آئیں گی اور شاخیں بڑھ جائیں گی۔ پس وہ لوگ جو ان دونوں سے محبت رکھتے تھے (یعنی مسلمان اہل سنت والجماعۃ) کہیں گے کہ واللہ یہ ان دونوں کی عند اللہ مقبولیت اور عظمت کی دلیل ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ہم نجات کے مستحق ہوں گے۔ اور جب اس سوکھے درخت کے سرسبز ہونے کی خبر مشہور ہو گی تو لوگ اس کو دیکھنے دور دور سے مدینہ آئیں گے۔ تو جناب صاحب الامر کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا اور اعلان کرے گا کہ جو لوگ ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) سے محبت رکھتے ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔ اس اعلان کے بعد لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ ان دونوں سے محبت کرنے والوں کا ہو گا اور دوسرا ان پر لعنت کرنے والوں کا۔ اس کے بعد صاحب الامر سنیوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ ان دونوں سے بے زاری کا اظہار کرو نہیں تو تم پر ابھی خدا کا عذاب آئے گا۔ وہ لوگ انکار کریں گے تو امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے کہ وہ ان لوگوں پر چلے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ پھر امام مہدی حکم دیں گے کہ ابو بکر و عمر کی لاشوں کو درخت سے اتارا جائے پھر ان دونوں کو قدرت الٰہی سے زندہ کریں گے اور حکم دیں گے کہ تمام مخلوق جمع ہو۔ پھر یہ ہو گا کہ دنیا کے آغاز سے اس کے ختم تک جو

بھی ظلم اور کفر ہوا ہوگا ان سب کا گناہ ان دونوں پر لازم کیا جائے گا اور انہیں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا (خاص طور پر) سلمان فارسی کو پیٹنا اور امیر المومنین اور فاطمہ زہرہ اور حسن وحسین کو جلانے کے لیئے ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگانا، امام حسن کو زہر دینا اور حسین اور ان کے بچوں اور چچازاد بھائیوں اور ان کے ساتھیوں اور مددگاروں کو کربلا میں قتل کرنا اور رسول خدا کی اولاد کو قید کرنا، اور ہر زمانہ میں آل محمد کا خون بہانا، اور ان کے علاوہ جو بھی خون ناحق کیا گیا ہوگا، یا کسی عورت کے ساتھ جہاں کہیں بھی زنا کیا گیا ہوگا یا سود و حرام مال کھایا گیا ہوگا۔ غرض ان سارے گناہوں کو جو دنیا میں امام مہدی کے ظہور سے قبل رونما ہوئے ہوں گے ان کے سامنے گنایا جائے گا اور پوچھا جائے گا یہ سب کچھ تم سے اور تمہاری وجہ سے ہوا ہے؟ وہ دونوں اقرار کریں گے کیونکہ وہ رسول خدا کی وفات کے پہلے ہی دن خلیفہ برحق (علیؑ) کا حق دونوں مل کر غصب نہ کرتے تو ان گناہوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا۔ اس کے بعد صاحب الامر کے حکم سے ان دونوں سے قصاص لیا جائے گا اور انہیں درخت سے دوبارہ لٹکا کر امام مہدی آگ کو حکم دیں گے کہ ان دونوں کو مع درخت کے جلا کر راکھ کر دے اور ہواؤں کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ مفضل نے عرض کیا کہ اے مرے آقا! کیا ان لوگوں کو آخری عذاب ہوگا؟ امام جعفر نے فرمایا اے مفضل! ہرگز نہیں! خدا کی قسم! سید اکبر محمد رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر امیر المومنین علی اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا اور تمام ائمہ معصومین سب زندہ ہوں گے اور تمام مخلص مومن اور خالص کافر بھی زندہ کیے جائیں گے اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک

کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا۔
اسکے بعد خدا جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا"(۱)

ملا باقر مجلسی نے اپنی اسی کتاب "حق الیقین" میں اپنے امام غائب کے بارے میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ:

"وقتیکہ قائم علیہ السلام	جس وقت مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے
ظاہر می شود پیش از کفار	تو وہ کافروں سے پہلے سنیوں اور خاص کر ان
ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد	کے عالموں سے کاروائی شروع کریں گے
با علماء ایشاں وایشاں را خواہد	اور ان سب کو قتل کر کے نیست و نابود
کشت"(۲)	کر دیں گے

اہل تشیع کی یہ خون کھولا دینے والی طویل اور مختصر دونوں روایتیں ہم نے قلم برداشتہ اس لئے نقل کی ہیں کہ ان کو پڑھ کر قارئین کرام ان دشمنان اسلام کی خبیث ذہنیت اور ان کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرات شیخینؓ (ابو بکرؓ و عمرؓ) سے دلی نفرت و عداوت اور بغض و کینہ کے جذبات کا اچھی طرح اندازہ لگا سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں اس حقیقت کا بھی پتہ چل جائے کہ اہل تشیع کے دلوں میں قرآن و سنت کے حامل علمائے اہل سنت کے خلاف کس قدر لاوا پک رہا ہے۔ اور وہ ان کو فنا کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کتنے بے چین ہیں؟ علمائے حق کا قتل عام تو ان بزدلوں کے بس کا روگ نہیں البتہ اپنی پر فریب چالوں اور جھوٹ و تقیہ کے سہارے یہ عرصہ دراز سے ان علمائے حق کی کردار کشی اور ان کے خلاف تکفیری مہم کو اپنا مقصد زندگی اور اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر شیعی فکر کے ترجمان بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب نے ان وارثان انبیاء علمائے اہل سنت والجماعۃ یعنی علمائے

(۱) "حق الیقین" ملا باقر مجلسی اصفہانی ص ۱۴۵ (دربیان رجعت)
(۲) "حق الیقین" ملا باقر مجلسی اصفہانی ص ۱۳۸

دیوبند کے خلاف جو محاذ آرائی اور بغض وعداوت، تکفیر و تفسیق اور نفرت ودشمنی کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ماضی میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔

واضح رہے کہ اہل تشیع کے یہاں "تقیہ" کی طرح ہی "تبرا" یعنی اپنے مخالفین کو سب وشتم یا گالی گلوچ، الزام تراشی، اور ان کے خلاف کفر وارتداد اور کردار کشی کی باقاعدہ مہم چلانا بھی "ارکان دین" میں شامل ہے۔ ہر "مخلص شیعہ" کے لئے یہ بات لازمی اور ناگزیر ہے کہ وہ "تقیہ" ضرور کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علمائے امت اور فقہائے دین پر "تبرا" اور ان کے خلاف تکفیری مہم چلانا اپنی زندگی کا اولین مقصد سمجھے گا۔ البتہ: موجودہ دور میں تقیہ کے پردے میں مستور ہو کر اسلام کی صفوں میں رخنہ اندازی کرنے والے ان دشمنان دین کا براہ راست صحابہ کرام پر "تبرا" کرنا چونکہ مصلحت کے سراسر خلاف تھا اس لئے ان کے "تبرا" کا سارا نزلہ عموماً ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والے قرآن وسنت کے شیدائی وفدائی علمائے دین پر ہی گرتا ہے۔ خاص طور پر جب کہ ان علماء نے شیعیت کے خلاف اور اس کی تردید وتغلیط میں کچھ لکھا ہو یا عملی جدوجہد کی ہو تو ان کا "جرم" ان کے تقیہ بردار شیعیت کے نقیب "اعلیٰ حضرت" کے نزدیک دوگنا ہو جاتا ہے اور وہ ایسی صورت میں نہ صرف تکفیر وتفسیق کا نشانہ بلکہ ان کی فحش گالیوں کے بھی براہ راست ہدف بن جاتے ہیں!

اپنے مخالفین کے خلاف "تبرا" کرنے اور انہیں کافر ومرتد بنانے کی مہم اہل تشیع کے یہاں ان کے مذہب کی اساس اور ان کا جزو ایمان ہے۔ اس کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ لگانے کے لئے شیعہ مجتہد مولوی دیدار علی کا یہ بیان کافی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ہر گاہ ایں دانستہ شد پس بنا بریں میگوئم کہ منشائے تبرا از اصحاب ثلاثہ وعائشہ وحفصہ وطلحہ وزبیر ومعاویہ واحزاب آنہاں مخالف ہر یکے از اصول معتبرہ مقررہ نزدیک شیعہ امامیہ است چہ باتفاق معلوم است کہ ایشاں وتبع ایشاں بامامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودو عیستند بخودیکہ شیعہ قائل اند وایں نیز ثابت است کہ ائمہ علیہم السلام از آنہا تبرا فرمودند ورعیت خودرا حکم نمودہ اند کہ تبرا از آنہاں نمایندو حکم بنفاق لنہا بکنند"(۱)

جب یہ معلوم ہو گیا تو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اصحابہ ثلاثہ (ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) عائشہ، حفصہ، طلحہ، زبیر، معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر تبرا کہنا اس لئے ہے کہ یہ امامیہ شیعوں کے مقررہ معتبرہ اصولوں کے مخالف ہیں اور متفقہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ اور ان کے اتباع کرنے والے بارہ اماموں کی امامت کے قائل نہ تھے اور جس طرح شیعہ مانتے ہیں یہ نہیں مانتے تھے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ ہمارے اماموں نے ان سب سے تبرا اور بےزاری کا اظہار کیا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ان پر "تبرا" کرنے اور انہیں منافق کہنے کا حکم دیا ہے!

بانئ بریلویت، جناب احمد رضا خاں بریلوی نے تقیہ کے زرتار لباس میں ملبوس اور مستور ہونے کے باوجود جس طرح کھل کر امہات المومنینؓ، حضرات صحابہ کرامؓ اساطین امت اور علمائے کرام خصوصاً خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان سے نسبت رکھنے والے "علمائے دیوبند" پر "تبرا" کے گولے برسائے ہیں اور ان پر سب وشتم اور تکفیر کا بازار گرم کیا ہے اس کی نظیر امت مسلمہ کی تاریخ کے چودہ سو سالہ ریکارڈ پر کہیں نہیں ملتی۔

مثال کے طور پر خانصاحب بریلوی نے اپنی کتاب "حدائق بخشش" حصہ سوم، ص ۳۶ پر ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا عنوان قائم کیا ہے "قصیدہ در

(۱)"ذوالفقار" مولوی دیدار علی مجتہد ص ۱۰ و ۲۱

مناقب شریفہ ام المومنین محبوبہ سید المرسلین حضرت سیدتنا صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا" غور طلب بات یہ ہے کہ "ام المومنین "یعنی تمام مسلمانوں کی ماں کے لفظ کی ادائیگی کے فوراً بعد ہی "محبوبہ سید المرسلین" کے الفاظ لکھنے کی آخر کیا تک تھی؟ کوئی بھی شریف آدمی اپنی زبان سے ماں کا مقدس لفظ نکالنے کے بعد اسے اپنے " باپ کی محبوبہ " کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ حقیقت ہونے کے باوجود کہ ہر پسندیدہ بیوی اس کے شوہر کی دراصل "محبوبہ" ہی ہوتی ہے مگر اولاد کے لئے یہ بات اس کی انتہائی بے ہودگی اور نالائقی کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی ماں کو یہ کہتا پھرے کہ وہ میرے باپ کی محبوبہ ہے لاحول ولاقوۃ۔ پھر بھلا ام المومنین ایسی ماں جن پر ہماری لاکھوں مائیں نثار ہوں، ان کے لئے اس طرح " بازاری انداز میں" محبوبہ کے الفاظ استعمال کرنا کوئی خود دار مسلمان گوارہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح لفظ ماں کا تقدس مجروح اور اس کی پاکیزگی پر حرف آتا ہے —— اس قسم کی بے باکی اور بے شرمی کی بات وہی کرے گا جس کی آوارہ نگاہ میں ماں کا تقدس واحترام بالکل ہی نہ ہو، یا وہ حقیقت میں اسے اپنی ماں ہی نہ سمجھتا ہو!

شعراء وادیب اس بات سے واقف ہیں کہ کسی بھی قصیدے کے اجزاء ترکیبی میں، بطور تمہید شروع میں جو اشعار لکھے جاتے ہیں ان کو اصطلاح فن شاعری میں "تشبیب" کہا جاتا ہے جس کی حیثیت آغاز بیان کی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب نفس مدح کے اشعار لکھے جاتے ہیں تو ان کو "گریز" کا نام دیا جاتا ہے جناب احمد رضا خاں صاحب نے شاعری کی ان فنی اصطلاحات کا لحاظ کرتے ہوئے اس قصیدے میں "تشبیب" کے جو اشعار کہے ہیں ان کی تعداد ۱۹ ہے۔ ان میں سے کچھ اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

آج فردوس میں کس کان حیاء کا ہے گذر
حکم ہے سبزۂ بیگانہ کو باہر باہر

نجیہ تارنگہ وسوزن مژگاں سے کرے
آج آنکھوں میں ہے اک بلبل بے باک نظر
مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
پہرہ دیتا رہے ذنبالہ سرمہ درپر
آنکھیں ہو جائیں گی اے ماہ جہاں دیدہ سپید
چشم بد دور ہوا تو بھی بہت شوخ نظر
گرچہ دستِ ہوس دہر سے دامن ہے بری
مگر آوازۂ ہر جاہے، عروس خاور
روح معشوقہ بے غش تھی پر اب دخل نہیں
بار پائے مزے آغوش بدن میں لے کر
شوخ دیدہ کو رکھیں اہل چمن آنکھوں میں
نرگس از بس ہے پریشاں نظری کی خوگر
حور رویت کے لئے شوق سے آنکھیں دھولیں
اسی سرکار کی مملوک ہے حوض کوثر

اس کے بعد "گریز" یا اصل مدح کے اشعار جو کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں کہے گئے ہیں، تشبیب کے اشعار سے علحدہ کرنے کے لئے انہیں باقاعدہ "علحدہ" کا ذیلی عنوان دے کر کتاب میں درج کیا گیا ہے — ملاحظہ فرمائیں۔

تنگ وچست انکا لباس اوروہ جو بن کا اُبھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
جو پھٹا پڑتا ہے جو بن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر
خوف ہے کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن ابلہ کی صورت بڑھ کر

خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا
رلہ نزدیک سے ہو جانب تشبیب سفر(۱)

ان حیاء سوز اشعار کو پڑھنے کے بعد ایک حساس مسلمان کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ اشعار کوئی "سنی العقیدہ" مسلمان کہہ سکتا ہے؟ ان اشعار کے پس پردہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو بغض و کینہ اور نفرت و عداوت کے جذبات کار فرما ہیں وہ اہل تشیع کا شعار تو ہو سکتے ہیں مگر ایک سچے مسلمان کا شیوہ نہیں! گذشتہ صفحات میں آپ نے شیعہ مجتہد اختر حسین نقوی کے تاثرات حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں پڑھے ہیں۔ ان سے آپ "فاضل بریلوی" کے مذکورہ بالا اشعار کا موازنہ کیجئے، حقیقت روشن ہو جائے گی۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کے ان بے ہودہ اشعار کا جب ہم بہ نظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے ان اشعار میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان اقدس میں جو کھلی خباثت دکھائی ہے اور ردائے عفت مادر کو کھینچنے کی جس طرح مذموم کوشش کی ہے وہ تو واضح طور پر تمام مسلمانوں کی دل آزاری کی باعث ہے ہی مگر اس کے علاوہ بھی انہوں نے ان اشعار کے پس پردہ نہایت فن کاری اور چابکدستی سے اہل تشیع کے اس خبیث عقیدے کی بھی تبلیغ کرنے کی کوشش کی ہے جو وہ حضرت

---

(۱) حدائق بخشش: تالیف: جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۳۶ و ۳۷

مرتبہ: فقیر سگ رضوی ابوالظفر محب الرضا محمد محبوب علی خاں قادری، رضوی، مجددی، لکھنوی

مقام اشاعت: کتب خانہ اہل سنت جامع مسجد پٹیالہ

مطبوعہ: نابھہ اسٹیم پریس نابھہ (پنجاب)

پرنٹر و پبلیشر: ابوالنصر محمد عمر خان قادری، برکاتی، رضوی، لکھنوی

سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ

عائشہ صدیقہؓ سے دلی بغض وکینہ کی بناء پر شروع ہی سے اپنے ایمان کا جزو بنائے ہوئے ہیں یعنی واقعۂ افک سے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت پر قرآن کی گواہی کی قبولیت سے انکار اور انہیں "مستحق حد" سمجھنے کا بے ہودہ شیطانی عقیدہ!

گذشتہ صفحات میں ہم شیعوں کے مجتہد ملا باقر مجلسی کی کتاب "حق الیقین" کے حوالہ سے ان کا یہ عقیدہ لکھ چکے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو وہ عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے۔ ساتھ ہی یہ کہ ان سے فاطمہؓ کا انتقام لیں گے اہل تشیع قرآنی الفاظ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ و اپنے "عقیدۂ بداء" کے مطابق اللہ تعالیٰ کا (نعوذ باللہ) "تقیہ" یا بھول شمار کرتے ہیں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ بالا دل آزار قصیدے کے اولین جزو یعنی "تشبیب" کے یہ اشعار ایک بار پھر بغور ملاحظہ فرمائیں۔ ہماری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔

تشبیب کے چوتھے پانچویں اور چھٹے شعر کی تشریح ملاحظہ ہو:

آنکھیں ہو جائیں گی لے ماہ جہاں دیدہ سپید
چشم بددور! ہوا تو بھی بہت شوخ نظر!

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ جہاں دیدہ اور معمر لوگوں کی آنکھوں کے دیدے فرط حیرت سے سپید ہو جائیں گے (یعنی پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے) چشم بددور! تیری شوخ نظروں نے بہت کچھ بھانپ لیا ہے۔

اگلا شعر ملاحظہ ہو:

گرچہ دستِ ہوسِ دہر سے دامن ہے بری
مگر آوازۂ ہر جاہے، عروس خاور

تشریح: اگرچہ زمانے کے ہوسناک ہاتھ تیرے دامن ہستی سے آلودہ ہونے کا

الزام ثابت نہ ہو سکا مگر اس بات کا شہرہ ہر جگہ ہے۔ جس طرح آفتاب کا روشن وجود دلکش دلہن کی طرح ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز ہوتا ہے۔

اس کے بعد کا شعر بھی قابل غور ہے:

روحِ معشوقہ بے غش تھی پر اب دخل نہیں
بار پائے مزے آغوش بدن میں لے کر

تشریح: پہلے معشوقہ کی روح بے چین و فکر مند تھی، مگر اب الزام ہٹ جانے کے بعد وہ بے خوف و خطر آغوش بدن میں سما کر زندگی کا لطف و مزے لے سکتی ہے (استغفر الله نعوذ بالله من ذلك الخرافات)

ہم جانتے ہیں کہ احمد رضا خاں صاحب کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں کہے ہوئے حدائق بخشش حصہ سوم میں درج تمام بے ہودہ اور گستاخانہ اشعار کی تاویل سے معذور ہو کر بریلوی حضرات نے بالآخر ان کے مجموعہ کلام کے اس حصہ سوم کو، بالکل ہی غائب کر دیا ہے اور عام طور پر یہ مشہور کرتے ہیں کہ یہ "اعلیٰ حضرت" کا مجموعہ کلام ہی نہیں۔ اور حدائق بخشش" صرف دو ہی حصوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ اب تو انھوں نے " حدائق بخشش" کے دونوں حصوں کو یکجا طور پر حصص کی تخصیص کے بغیر ہی " حدائق بخشش مکمل" کے نام سے چھاپنا شروع کر دیا ہے حالانکہ بریلوی عوام کو یہ بات معلوم نہیں ہو گی کہ "ماہنامہ المیزان" بمبئی کے "احمد رضا خاں نمبر" میں اس کا تعارف بہ ایں الفاظ موجود ہے:

"حدائق بخشش حصہ سوم: مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی اسٹیم پریس ریاست نابھ ۱۳۴۲ھ"(۱)

جناب احمد رضا خاں صاحب ۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اس کے ٹھیک دو سال بعد ان کا باقی ماندہ منظوم کلام جو کہ " حدائق بخشش' کے پہلے دو

(۱) "المیزان" "احمد رضا نمبر" ص ۴۴۸

حصوں میں نہیں آسکا تھا، ان کے خادم خاص مولوی محبوب علی خاں نے مرتب (Adit) کر کے شائع کیا تھا۔ اور کتاب کے دیباچہ میں اس بات کی تشریح کردی تھی کہ:

"یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے ہیں"(۱)

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح احمد رضاخاں صاحب کے ملفوظات ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے مصطفیٰ رضاخاں نے مرتب کر کے شائع کئے تھے اس کے باوجود "الملفوظ" جناب احمد رضاخاں صاحب ہی کی تصنیف کہی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ان ہی کے اقوال وہدلیات کا مجموعہ ہے، ٹھیک اسی طرح حدائق بخشش حصہ سوم بھی محبوب علی خاں کی ترتیب وتدوین کے باوجود احمد رضاخاں صاحب ہی کے اشعار کا مجموعہ کہلائے گا۔ ترتیب کتاب سے اشعار کی ملکیت نہیں بدل جائے گی!

اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے بانی بریلویت جناب احمد رضاخاں صاحب کے فرزندان اور ان کے خلفاء و عقیدت مندوں نے ان گستاخانہ اشعار کے جناب احمد رضاخاں صاحب سے متعلق ہونے کا انکار کرنے کی جرأت کبھی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس حصہ کی اشاعت پر تیس سال گذر گئے اور اس کا نیا ایڈیشن بھی اسی طرح شائع ہو گیا جس میں وہی سب خرافات یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان اقدس میں گستاخی اور دریدہ دہنی کے اشعار بعینہٖ موجود تھے۔ جب مسلمانوں کے مسلسل احتجاج اور مذمت و نکیر سے یہ لوگ تنگ آگئے تو بالآخر ان کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ دہلوی (یعنی پاکستان کے موجودہ بریلوی مبلغ پروفیسر مسعود احمد کے والد) نے اپنے اعلیٰ حضرت کے دفاع میں یوں زبان کھولی:

(۱) "المیزان" "احمد رضا نمبر" ص ۴۴۸

"اس معمولی غلطی پر جو شرعاً قابل گرفت نہیں، کیا ان کی (یعنی ام المومنین حضرت عائشہؓ کی) ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی اور فرض کیجئے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ ؟ کیا یہ معاملہ ایک خطا کار بچے کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق بے پایاں نثار۔ پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے، دنیاوی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں"(۱)

تمام مسلمانوں کے دل کے زخموں پر نمک پاشی کرنے والا یہ جواب احمد رضا خاں صاحب کی کتنی بھونڈی صفائی ہے۔ بتانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ: جہاں تک توبہ کا معاملہ ہے تو یہ فعل ان اشعار کے خالق احمد رضا خاں صاحب کا ہرگز نہیں ہے کیونکہ وہ تو ان اشعار کو لکھنے کے بعد ملک عدم کو سدھار چکے تھے۔ ان کی زندگی میں یہ بے ہودہ اور گستاخانہ اشعار شائع ہی نہیں ہو سکے تھے۔ توبہ کی تھی تو ان اشعار کی اشاعت کے ذمہ دار مولوی محبوب علی خاں نے جو کہ برادر خورد ہیں سگ بارگاہ رضویت جناب حشمت علی خاں پیلی بھیتی کے۔ اور یہ توبہ بھی ان اشعار کی اشاعت کے عرصہ دراز کے بعد اس وقت کی جبکہ وہ بمبئی میں مقیم اور وہاں کی مدن پورہ کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت کے خلاف جب احتجاج اور مذمت کا طوفان حد سے گذر گیا اور اس سلسلہ میں اسی مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہو گیا۔ نوبت مقدمہ بازی کی آ گئی تب موصوف کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوا۔ اس وقت محبوب علی خاں نے بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانے کے لئے توبہ اور معذرت کی بھی تو اس طرح کہ "وہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے ہیں جس کے لئے وہ معذرت اور توبہ کرتے ہیں" حالانکہ انہیں محبوب علی خاں کا یہ بیان کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت

(۱) "فتاوی مظہری" مفتی مظہر اللہ دہلوی ص ۳۸۸

کی بیاض سے انہوں نے نہایت احتیاط سے نقل کئے ہیں۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی ان کے اس بیان کی تصدیق اپنے فتاوی مظہری میں کی ہے (۱) پھر ترتیب کی الٹ پھیر چہ معنی؟ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ محبوب علی خاں اپنے اس توبہ نامہ میں یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ متنازعہ فحش اشعار "اعلی حضرت" نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے نہیں بلکہ "ام زرع" کے لئے کہے تھے۔ حالانکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا:

كنتُ لكِ كابي زرع لام زرع (۲) (اے عائشہؓ) میں تمہارے لئے اسی طرح ہوں جس طرح ابو زرع ام زرع کے لئے تھا

غور طلب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب خود کو "ابو زرع" کے مقام پر پیش کیا ہے تو لازمی طور پر ایسی صورت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ام زرع کی جگہ متصور ہوں گی۔ یعنی جب حضور ﷺ خود حضرت عائشہؓ کو ام زرع سے تشبیہ دے رہے ہیں تو ام زرع کے لئے جو فحش اشعار بھی احمد رضا خاں صاحب نے کہے ہوں گے ان کی زد بالواسطہ طور پر کیا حضرت عائشہ پر نہیں پڑے گی؟

اور پھر جہاں تک احمد رضا خاں صاحب کی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی توہین و گستاخی کی بات ہے تو یہ صرف حدائق بخشش حصہ سوم کے متذکرہ اشعار تک ہی محدود نہیں ہے۔ خانصاحب بریلوی نے اپنے "ملفوظات" میں ـــــ جو یقینی طور پر ان کی نجی باتوں کی محفل کی مصدقہ روائیداد ہے ـــــ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شانِ اقدس میں جو گستاخی اور توہین کے الفاظ کہے ہیں وہ بھی لائق صد مذمت ہیں۔ لکھتے ہیں:

(۱) "فتاوی مظہری" "مفتی مظہر اللہ دہلوی ص ۳۹۲ سطر ۱۲
(۲) "صحیح بخاری" "امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ج ۷ ص ۲۴

"ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں، دوسرا کہے تو گردن ماردی جائے"(۱)

کیا کوئی سنی العقیدہ مسلمان ام المومنین کی شان میں ایسی گستاخی کے کلمات ادا کر سکتا ہے؟

جناب احمد رضا خاں صاحب بانی بریلویت کی روش امہات المومنین کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کی صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ وہ بھی اہل تشیع کی طرح تمام ازواج مطہرات کے لئے یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ:

"انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ اور وہ ان کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں"(۲)

اگرچہ احمد رضا خاں صاحب نے اس عظیم گستاخی کا سہرا غلط طور پر محمد بن عبد الباقی کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بطور ثبوت ان کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات قطعاً جھوٹ اور محمد بن عبد الباقی پر افتراء ہے کیونکہ شیعوں کے علاوہ ایسی گندی بات امہات المومنین کے لئے کوئی دوسرا اپنی زبان سے نکالنا تو در کنار ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ جبکہ یہی بات من و عن شیعوں کی مستند کتاب "الجامع الکافی" میں موجود ہے جس کا حوالہ قارئین صفحات گذشتہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ایسی صورت میں احمد رضا خاں صاحب کے لئے شیعیت کے الزام سے فرار کی راہ کونسی ہو سکتی ہے؟

جناب احمد رضا خاں صاحب کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر "تبرا" کرنے اور ان کی توہین و گستاخی کے ثبوت کے لئے ایک اور "دستاویزی شہادت" ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۳ ص ۸۷

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۳ ص ۲۸

قبیلہ بنو قارہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن القاری رضی اللہ عنہ اپنی دیانت، تقوی اور تنظیمی صلاحیت کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان سے بہت نزدیک اور قابل اعتماد افراد میں شمار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں بیت المال کے انتظام پر مامور فرمایا تھا۔ علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ایسی بزرگ ہستی کو احمد رضا خاں صاحب نے۔۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریبی اور معتمد ہونے کی بناء پر شیعی تعصب میں ۔۔۔۔ برملا خوک (یعنی سور) اور شیطان جیسے ناشائستہ اور گالی کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔ چرانے والے کو قتل کردیا اور اونٹ لے گیا۔ اسے قرأت سے قاری نہ سمجھیں بلکہ "بنی قارہ" سے تھا"(۱)

احمد رضا خاں صاحب کا دعویٰ ہے کہ عبدالرحمٰن قاری کی وفات کفر پر ہوئی اور حضرت ابو قتادہؓ نے انہیں قتل کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اس محمدی شیر (حضرت ابو قتادہ) نے خوک شیطان (عبدالرحمٰن القاریؓ) کو دے مارا"(۲)

حالانکہ حافظ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی اسماء الرجال کی مشہور کتاب "تہذیب التہذیب" میں انہیں صحابی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

" عبد الرحمن القاری من ولد القارة بن ریش یقال له صحبة "(۳)

عبدالرحمٰن القاری جو قبیلہ قارہ بن ریش میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ صحابی تھے

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۲ ص ۱۴۶

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۲ ص ۱۴۶

(۳) "تہذیب التہذیب" حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۲۲۳

البتہ صاحب المغازی واقدی سے ان کے بارے میں مختلف اقوال مذکور ہیں وہ کبھی ان کو صحابی بتاتے ہیں اور کبھی تابعی کہتے ہیں:

"تقریب التہذیب" میں ہے:

واختلف اقوال الواقدی فیہ قال تارۃ لہ صحبۃ وتارۃ تابعی "(۱)	یعنی: ان کے بارے میں واقدی کے مختلف اقوال ملتے ہیں، کبھی وہ انہیں صحابی بتاتے ہیں اور کبھی تابعی

بات جب "تبرا" اور توہین کی چل رہی ہے تو لگے ہاتھوں ہم قارئین کرام کی توجہ جناب احمد رضا خاں صاحب بانی بریلویت کے اس ایک شعر کی طرف بھی مبذول کراتے چلیں جس میں انھوں نے "غوث اعظم" شیخ عبد القادر جیلانی کی تعریف کرتے ہوئے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی اس طرح توہین کی ہے۔ لکھتے ہیں:

روئے یوسفؑ سے فزوں تر ہے حسن روئے شاہ

پشتِ آئینہ نہ ہوا انباز روئے آئینہ (۲)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

واضح رہے کہ آئینہ کی پشت تاریک ہوتی ہے اور چہرہ روشن۔ یہاں نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرہ انور کو تاریک اور زنگ آلود کہا گیا ہے اور حضرت غوث اعظم کے چہرے کو روشن۔ کیا یہ ایک پیغمبر کی کھلی توہین نہیں ہے؟

یہ شعر جس قصیدے سے لیا گیا ہے اس کا عنوان احمد رضا خاں صاحب نے

---

(۱) "تقریب التہذیب" ص ۳۱۵

(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۳ ص ۶۴

اس طرح قائم کیا ہے:

"درشان حضور غوث الثقلین، غیث الکونین، مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا"(۱)

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدر و منزلت اور عزت و مقام کی بات ہے تو اس ضمن میں "تقیہ" کے باوجود "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب کا جو طرز عمل ہے وہ ان کی کتاب "حیات الموات" کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے۔

خانصاحب بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

واقول هذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترك لدلیل اقوی منه "(۲)	میں کہتا ہوں یہ کوئی خصوصیت کی بات نہیں ہے کہ قول صحابہ اٹل ہو، کیونکہ ہر دلیل اس سے زیادہ قوی دلیل ملنے پر چھوڑ دی جاتی ہے

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنی "سبائی فطرت" سے مجبور ہو کر جب تبرا کے جنون میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی زد سے کوئی نہیں بچتا، خاص طور پر اس شخص کے لئے ان کے یہاں کوئی رعایت یا گنجائش کا خانہ نہیں جس نے کسی معنیٰ میں شیعیت کا رد یا شرک و بدعت سے لوگوں کو روکنے کی کوئی علمی یا عملی جدوجہد کی ہو! مثال کے طور پر اسلاف علماء امت میں علامہ ابن تیمیہؒ اپنے تبحر علمی، زہد و تقویٰ، خلوص وللّٰہیت اور تفقہ و دینی بصیرت میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں یہ درست ہے کہ بعض تفردات کی بناء پر معاصر علماء نے ان سے سنجیدہ علمی اختلافات بھی کئے ہیں، تاہم بحیثیت مجموعی وہ عالم اسلام کے نزدیک ایک قابل احترام شخصیت اور برگزیدہ اسلاف امت میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں خان صاحب بریلوی کے کیا خیالات ہیں اور

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۳ ص ۶۴

(۲) "حیات الموات" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۹ (حاشیہ)

کس طرح ان پر تبرا کے تیر برساتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"ابن تیمیہ نے نظام شریعت کو فاسد کیا، ابن تیمیہ ایک ایسا شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا۔ وہ گمراہ، اندھا اور بہرہ شخص تھا...... اسی طرح وہ بدعتی، گمراہ کن اور جاہل شخص تھا"(۱)

ایک اور جگہ خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ فضول بکا کرتے تھے"(۲)

ان کے خلیفہ نعیم الدین مراد آبادی فتوی دیتے ہیں:

"ابن تیمیہ گمراہ اور گمراہ گر تھا"(۳)

مفتی احمد یار خاں نعیمی کا ارشاد ہے:

"ابن تیمیہ بدمذہب تھا"(۴)

علامہ ابن حزم ظاہری جن کی مشہور زمانہ کتاب "المحلّٰی" علماء امت کے نزدیک متداول کتب میں شمار ہوتی ہے ان پر جناب احمد رضا خاں صاحب "تبرا" اور غیظ و غضب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"ابن حزم لامذہب اور خبیث اللسان تھا"(۵)

اپنی دوسری کتاب الاستمداد میں وہ ابن حزم کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"وہابیوں کے مقتدا ابن حزم، فاسد العزم، ناقد الجزم اور ردی المشرب تھے"(۶)

---

(۱)"سیف المصطفٰی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۲

(۲)"فتاوی رضویہ" جناب احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۳۹۹

(۳)"فتاوی صدر الافاضل" نعیم الدین مراد آبادی ص ۳۱ و ۳۲

(۴)"جاء الحق" مفتی احمد یار خاں بریلوی نعیمی گجراتی ج ۱ ص ۲۵۵

(۵)"حاجز البحرین" درج فتاوی رضویہ احمد رضا خاں صاحب ج ۲ ص ۲۳۷

(۶)"الاستمداد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴۷

علامہ ابن القیم جن کا شمار اساطین امت میں ہوتا ہے جن کا علم و تفقہ اور دینی خدمات مسلم ہیں لیکن چونکہ وہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں لہٰذا ان کے خلاف خان صاحب کا مشتعل ہونا لازمی تھا۔ لکھتے ہیں:

"ابن قیم ملحد تھا"(۱)

نیل الاوطار کے مصنف علامہ شوکانی کے بارے میں احمد رضا خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

"شوکانی کی سمجھ وہابیہ متاخرین کی طرح ناقص تھی"(۲)

جناب احمد رضا خاں صاحب کی اپنے مخالفین "دیوبندی" و اہل حدیث حضرات کے خلاف "تکفیری مہم" اور نفرت و عداوت کے مظاہر کا "معاصرانہ چشمک" کہہ کر بھی دفاع کیا جا سکتا ہے مگر ائمہ سلف میں امام ابن تیمیہ، امام ابن قیمؒ اور ابن حزم اور شوکانی وغیرہم تو احمد رضا خاں صاحب یا دیگر بریلوی حضرات کے "ہمعصر" نہیں تھے۔ مگر چونکہ انھوں نے اہل تشیع کے عقائد باطلہ کی تردید اور ان کے پردے میں ملت یہودی کی دسیسہ کاریوں پر کھل کر تنقید کی ہے اس لئے ناممکن تھا کہ وہ ان کی نفرتوں کا لازمی ہدف نہ بنتے۔ اہل تشیع کے معتقدات اور شرک و بدعت پر حرف گیری کرنے والا کوئی شخص بھی بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے سب و شتم سے نہیں بچ سکتا۔

مجدد الف ثانیؒ جنھوں نے مغل تاجدار اکبر کے ایجاد کردہ "دین الٰہی اکبر شاہی" کی بیخ کنی کے جرم میں برسوں تک گوالیار کے قید خانہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جو ہندوستان میں اسلام کے احیاء نو کی کوششوں کے باعث ہی "مجدد الف ثانی" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ برصغیر کا ہر مسلمان ان کا مرہون احسان ہے۔ لیکن چونکہ انھوں نے بھی شیعوں کے

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۱۹۹

(۲) فتاویٰ رضویہ "احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۴۴۲

خلاف "رسالہ رد روافض" تحریر فرمایا تھا اس لئے احمد رضا خاں صاحب کی "بلیک لسٹ" پر وہ بھی آگئے۔

خانصاحب بریلوی ان پر اس طرح طنز کے تیر برساتے ہیں:

"تمام خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت "(۱)

واضح رہے کہ "خاندان دہلی" سے ان کی مراد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان ہے، جو یقیناً حضرت مجدد الف ثانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل روافض اور شرک وبدعت کی بیخ کنی کرنے میں مصروف تھا۔

دوسری جگہ خاں صاحب بریلوی ان کے بارے میں یوں تبصرہ کرتے ہیں

"وہابیوں، دیوبندیوں کا آقا و پیشوا، خداوند دولت مجدد الف ثانی وغیرہ وغیرہ "(۲)

"الملفوظ" حصہ سوم میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا یہ ریمارک نظر آتا ہے۔

"کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا۔ خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان نے جو زبانی دعوے کیئے ہیں ظاہر کردیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجھوں سے ہوتی ہیں ناواقفی یا سکر۔ سکر تو یہی ہے "(۳)

جناب احمد رضا خاں صاحب یہاں یہ چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا وہ سارا درست ہے اور وہی حق ہے۔ان کے علاوہ سارے جہاں کے شیوخ جنھوں نے علم و عرفان کی باتیں بتائیں ہیں، خان صاحب بریلوی کے

(۱) "الکوکبۃ الشہابیہ "احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۱

(۲) "الیاقوتۃ الواسطۃ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۱۰

(۳) "الملفوظ "احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۷۰

نزدیک وہ سب باتیں محض زبانی دعوے ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں۔ اور پھر خاں صاحب کا یہ کہنا کہ ان تمام شیوخ نے "ظاہر کر دیا ہے کہ یہ ہمارا سکر ہے" گویا ان کے نزدیک یہ سب بزرگ مدہوشی اور نشہ کی حالت میں ایسی باتیں کہہ گذرے ہیں (معاذ اللہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے رسالہ "رد روافض" کا عربی ترجمہ "المقدمة السَنيّة في الانتصار للفرقة السُنّية" کے نام سے کیا تھا جس میں اہل تشیع کے گمراہ کن عقائد واعمال کا بے لاگ محاسبہ کیا گیا ہے یہ ترجمہ انھوں نے قیام حجاز کے دوران اپنے استاذ ابراہیم مدنی کی خواہش پر کیا تھا۔ اس کے علاوہ رد شیعیت میں شاہ صاحب کی خود اپنی لکھی ہوئی معرکۃ الآراء کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" ہے جس میں انھوں نے خلفاء اربعہ کے حالات وخصوصیات کے علاوہ نظریہ خلافت استحقاق خلافت، قرآن وحدیث سے خلفاء وخلافت کے ثبوت اور شرائط خلیفہ وطریقہ خلافت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس موضوع پر ان کی دوسری اہم کتاب "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" ہے جس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے اسباب پر بحث کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی اہل تشیع کے رد میں یہ کوشش جناب احمد رضا خاں صاحب کو بہت شاق گذری تھی۔ تاہم اس دور میں علمائے حق کے لئے بحرانی حالات اور انگریز دشمنی کے باوجود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قدر ومنزلت اور ان سے عقیدت کے جذبات ابھی عوام الناس کے دلوں سے محو نہ ہو سکے تھے اور وہ شاہ صاحب کے لئے اپنے دلوں میں عزت واحترام کے بھرپور جذبات رکھتے تھے اس لئے احمد رضا خاں صاحب کو عوامی مخالفت کے ڈر سے براہ راست شاہ صاحب کی مخالفت کرنے کی جرأت تو نہ ہوئی البتہ خان صاحب بریلوی کے ممدوح مولوی فضل رسول بدایونی، جن کو احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب

"حیات الموات کے صفحہ ۱۸۶ پر "سیف اللہ المسلول" کا خطاب دیتے ہیں اور انہیں "المحقق الحق" لکھتے ہیں، انہیں فضل رسول بدایونی نے ــــ جو لکھنؤ کی شیعہ ریاست میں نوابان اودھ کے ملازم تھے ــــ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلاف اس طرح زبان کھولی:

"شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہابیت کا بیج بونے والا۔ اور شاہ عبد العزیز دہلوی وہابیت میں پانی دینے والا اور محمد اسماعیل دہلوی وہابیت پھیلانے والا ہے"(۱)

مولوی فضل رسول بدایونی کی اس " جرأت رندانہ " کو دیکھتے ہوئے بریلویت کے نقیب اور ان کی ایک اہم شخصیت مولوی محمد عمر نعیمی اچھروی کو بھی "پانچواں سوار" بننے کا شوق ہوا اور وہ بھی شاہ صاحب کے خلاف گل افشانی پر آمادہ ہو گئے۔ لکھتے ہیں:

"تمام علمائے اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا جدی و علمی وقار ھباءً منثورا ہو گیا۔ شاہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر "محمدی" رکھ لیا اس لئے عوام و خواص ان کو بجائے محمدی کے وہابی ہی کہتے تھے کیونکہ شاہ صاحب کے سوا اور کوئی وہابی نہ تھا"(۲)

جناب احمد رضا خاں صاحب کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مخالفت اور ان کو برملا برا بھلا کہنے کی جرأت تو نہ ہوئی البتہ: ان کے حقیقی پوتے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کو اپنے "تبرا" کا نشانہ بنانے کا انھوں نے فیصلہ کر لیا تاکہ اس طرح ولی اللہی خاندان سے عوام کو بدظن کیا جا سکے اور شاہ صاحب کی شیعیت کی مخالفت کی کوششوں کا انتقام لیا جا سکے۔ خاں صاحب بریلوی نے سب سے زیادہ ہدف طعن مولانا اسماعیل شہید کو ہی بنایا ہے۔ ان کے زیادہ تر الزامات

(۱) "بوارق محمدیہ" مولوی فضل رسول بدایونی ص ۴۲

(۲) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۵۷۵

انہیں کے گرد گھومتے ہیں۔ نماز میں حضور ﷺ کا "خیال آنے" سے نماز ٹوٹنے کی تہمت اور حضور کا درجہ بڑے بھائی کے برابر سمجھنے کے الزامات انہیں کے ذمے لگائے جاتے ہیں اور بانی بریلویت نے سب سے زیادہ لے دے اور مواخذہ شاہ اسماعیل شہید پر کیا ہے۔ جناب احمد رضا خاں صاحب کی کتاب "سبحان السبوح" ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوئی اس میں آپ نے پچھتر وجوہ سے مولانا اسماعیل شہید کی عبارات کی بنیاد پر ان پر کفر لازم آنا تحریر کیا ہے۔ پھر جب ۱۳۱۶ھ میں یعنی کل سات سال بعد ان کی دوسری کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" شائع ہوئی تو اس میں مولانا شہید پر وجوہ کفر کی فہرست میں سے پانچ عدد کم ہو گئے یعنی اب صرف ستر وجوہ سے کفر لازم آنا تحریر کیا گیا۔

شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ پر بے معنی الزام تراشیاں اور جھوٹے بہتان لگانے کے بعد بھی جب احمد رضا خاں کے دل کو تسکین نہیں ہوئی تو وہ خالص سبائی انداز میں کھلے تبرا بازی پر آ گئے۔ وہ اپنی کتاب "الامن والعلی" میں شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سرکش طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی"(۱)

بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے شیعیت کے رد واستیصال اور اس کی بیخ کنی کے لئے دو معرکۃ الآراء کتابیں لکھی تھیں:

(۱) ھدیۃ الشیعۃ　　(۲) اجوبۂ اربعین

دوسری کتاب اجوبۂ اربعین دو حصوں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصوں کی ضخامت ۲۸۰ صفحات ہے یہ دراصل ان چالیس سوالات کے مفصل جوابات ہیں جو ایک شیعہ نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے پاس بھیجے تھے۔ حضرت نانوتویؒ نے حاجی ظہور الدین صاحب کی معرفت حضرت مولانا

(۱) "الامن والعلی" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱۲

محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی خدمت میں ان سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے بھیج دیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے تعمیل ارشاد میں نہایت عجلت اور کم وقت میں ان سوالات کے انتہائی مدلل اور مسکت جوابات تفصیل سے تحریر فرمادیے۔ اس کتاب کے حصہ اول میں ۲۲ سوالات کے جوابات ہیں۔ ساتھ ہی مولانا عبد اللہ بن مولانا محمد انصار صاحب مرحوم کے جوابات بھی اس میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ البتہ دوسرا حصہ پورے طور پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا تحریر کردہ ہے جس میں بقیہ سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے گئے ہیں:

اہل تشیع کے رد میں ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے دو کتابیں اور لکھی تھیں جو "فیوض قاسمیہ" اور "انتباہ المومنین" کے نام سے منظر عام پر آئی تھیں۔ ان کتابوں کو پڑھ کر بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کا آگ بگولہ ہو جانا لازمی تھا۔ چنانچہ فرط غیض و غضب میں وہ بے اختیار تقیہ کی چادر کا کونہ الٹ کر خالص شیعی انداز میں "تبرا" اور سب و شتم کے نقطۂ عروج پر آگئے۔ خانصاحب کے تیور ملاحظہ ہوں:

"قاسمیہ لعنہم اللہ ملعون و مرتد ہیں"(۱)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی "ہدایۃ الشیعہ" لکھ کر اہل تشیع کی بھرپور خبر لی تھی۔ لہٰذا وہ کیوں احمد رضا خاں صاحب کے عتاب سے محفوظ رہتے؟ ان کے بارے میں خانصاحب بریلوی اپنے غیض و غضب کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور آگ اسے جلائے گی اور ذق انک الاشرف الرشید کا مزہ چکھائے گی"(۲)

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۵۹

(۲) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۶۲

واضح رہے کہ اس میں خاں صاحب بریلوی نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ساتھ ان کے خلیفہ اور دیوبندی حلقہ کے مشہور و معروف عالم دین اور مفسر قرآن حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی اپنی "تبرا" کے نشانہ پر لے لیا ہے اور اس مکروہ مقصد کے لئے قرآن مجید کی آیت ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ (الدخان:۴۹) میں لفظی تحریف کرتے ہوئے بھی قطعی خوف خدا نہیں کیا۔

خاں صاحب بریلوی کی قرآن کے الفاظ میں خیانت و تحریف کے کچھ اور نمونے ہم ان شاءاللہ آئندہ صفحات میں مناسب موقع پر پیش کریں گے۔

واضح رہے کہ "تبرا" کا لفظ اگرچہ اظہار برأت اور بے زاری سے مشتق ہے تاہم شیعہ معتقدات میں اس لفظ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اہل تشیع کے یہاں "تبرا" کی ابتداء ہمیشہ کافر اور مرتد کے الزام سے ہوتی ہے اور اس کا نقطۂ عروج یا انتہا لعنت و ملامت اور سب و شتم یعنی گالی گلوج اور فحش گوئی ہے۔ مثال کے طور پر تمام صحابہ کرام کو انھوں نے پہلے کافر اور مرتد بتایا اور جب اس میں بھی ان کو تسلی نہیں ہوئی تو پھر یہ ظالم ان نفوس قدسیہ پر لعنت و ملامت اور سب و شتم، بدزبانی اور فحش گوئی پر اتر آئے۔ تبرا کرنا ان کے یہاں ایک قسم کی عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اہل تشیع کی کتاب " مفتاح الجنان " میں لکھا ہے:

"انَّ لعن الشیخین فی کل صباح ومساء موجب لسبعین حسنة" حضرات شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) پر صبح و شام لعنت کرنے سے ستر نیکیاں ملتی ہیں(۱)

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اہل تشیع کے یہاں تبرا اور گالیاں دینا نہ صرف یہ کہ ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں بلکہ یہ مخصوص اور "چھچھورا طریقہ" شیعی

(۱) "مفتاح الجنان" فضل بن شادان قمی بحوالہ مختصر تحفۂ اثنا عشریہ ص ۲۸۵ و "تفسیر صافی" ص ۳۸۹

معاشرے میں اپنے مخالفین کے خلاف اظہار نفرت اور دل کی بھڑاس یا ذہن کا غبار نکالنے کی ایک قدیم روایت ہے اور باعث اجر و ثواب۔ ان کے یہاں یہ طریقہ ہر طرح کی اخلاقی حدود و قیود سے آزاد ہے اور اس میں ہر قسم کی فحش و بد گوئی اور بے حیائی کی باتیں روا ہیں:

مثال کے طور پر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت علی اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی لخت جگر اور رسول اللہ ﷺ کی حقیقی نواسی جناب ام کلثومؓ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ شیعہ چونکہ حضرات شیخین خصوصاً سیدنا عمر فاروق سے دلی بغض و عداوت رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے جب اس نکاح سے انکار کی کوئی صورت ممکن نہ پائی تو مجبوراً اس حقیقت کے اعتراف کے لئے یہ گندے اور فحش و مکروہ الفاظ استعمال کئے جن کو نقل کرتے ہوئے بھی ہمارا قلم لرزتا ہے۔

شیعہ محدث ابو جعفر یعقوب کلینی اپنی کتاب "الجامع الکافی" کے دوسرے حصہ "فروع کافی" میں لکھتا ہے:

"عن زرارة عن ابی عبد الله في تزويج ام كلثوم فقال ذلك فرج غصبناه [1]	زرارہ نے امام جعفر صادق سے نکاح ام کلثوم کی بابتہ روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا وہ ایک شرم گاہ تھی جو ہم سے غصب کر لی گئی

قطع نظر اس کے، ان کی یہ فحش روایت حضرت علیؓ شیر خدا کی شجاعت و خودداری کے لئے کتنا بڑا چیلنج ہے اور ان کی عظیم توہین۔ اس روایت سے شیعی مزاج کی مخصوص افتاد اور ان کے ذہن و فکر کی رکاکت اور "بازاری پن" کا اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے جب ہم احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے طرز عمل پر غور کرتے ہیں تو ان کے مزاج میں قدم قدم پر اہل تشیع کے

(۱) "الجامع الکافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ج ۲ ص ۱۴۱

طرز فکر سے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ انھوں نے بھی اپنے "سبائی مزاج" کا ثبوت دینے کے لئے اپنے مخالف علمائے دیوبند پر " تبرا" کی ابتداء انہیں کافر و مرتد کہنے سے کی اور پھر حسب عادت و مزاج کھلی گالی گلوچ اور فحش گوئی پر اتر آئے۔

ملاحظہ ہو بطور ثبوت ان کی کتاب کا ایک اقتباس، جو انھوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی شان میں تبرا اور تقیہ کو باہم آمیز کر کے نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے لکھا ہے۔ یہ اقتباس خاں صاحب کی فحش گوئی کا ایک نادر نمونہ واہم ثبوت بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

> "شریفہ ظریفہ، رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پُر ضیق کو فراخیٔ حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں" (۱)

یہاں خاں صاحب بریلوی نے شریفہ ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو کہا ہے اور لفظ رشیدہ رمیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے لئے ہے۔ رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں "اقبال وسیع" سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے۔ اور لفظ ادبار دُبر کی جمع ہے جو جسم انسانی کے پچھلے حصے یعنی پاخانہ کے مقام کو کہتے ہیں۔ پُر ضیق، نہایت تنگ گذرراستے کو کہا جاتا ہے "فراخی حوصلہ" سے مراد کھل جانا ہے۔ یہ تمام الفاظ خاں صاحب کے ظرف و مزاج اور افتاد طبع کے آئینہ دار ہیں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کی فحش گوئی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا حال بھی ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ صفحات میں تفصیل سے بیان کریں گے۔ سردست ایک ہی نمونہ کافی ہے۔

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰

اہل تشیع کے گمراہ کن عقائد کی بیخ کنی کی کامیاب ترین کوششیں ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند رشید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے "تحفہ اثنا عشریہ" لکھ کر کی تھی۔ برصغیر ہند میں اس سے قبل اتنی عمدہ اتنی جامع اور دلائل وشواہد سے بھرپور کتاب نہیں لکھی گئی۔ بعد کے سارے ہی مصنفین نے روافض کے رد میں کتابیں لکھتے وقت اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بہت زیادہ ضخیم نہیں ہے مگر رد روافض پر بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے لکھنؤ کے "مطبع نول کشور" سے یہ کتاب چھپی ہے۔ اس کے علاوہ شاہ عبد العزیز صاحب نے شیعوں کے رد میں "السر الجليل فی مسئلة التفضيل" کے نام سے بھی ایک اور کتاب لکھی تھی جو چھ سو صفحات پر مشتمل ہے مگر "تحفہ اثنا عشریہ" اپنی مثال آپ ہے۔ اس کتاب نے شیعہ علماء ومجتہدین کو ساکت کر دیا۔ پوری ایک صدی تک وہ اس کا جواب سوچتے رہے مگر اس میں انہیں کامیابی نہیں ملی۔ اور ابھی تک وہ اس کا جواب لکھنے سے قاصر ہیں۔

رد شیعیت پر اکابر دیوبند کی مذکورہ کتابیں منظر عام پر آنے کے بعد حلقۂ دیوبند سے اہل تشیع کے عقائد کے رد میں کتابیں لکھنے کا ایک تانتا سا بندھ گیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے شاگرد رشید حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ نے " ابطال اصول الشيعة بالدلائل العقلية والنقلية" اور " الكافی للاعتقاد الصافی " لکھی۔ مولانا احتشام الحق مراد آبادیؒ کی " نصيحة الشيعة" منظر عام پر آئی۔ مولانا حیدر علی فیض آبادیؒ نے رد شیعیت پر "دفع الباطل" "آیات بینات" کے علاوہ " ازالة الغين "اور منتهى الكلام" جیسی پر مغز کتابیں لکھیں اور مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ نے نہ صرف یہ کہ شیعی افکار ومعتقدات کے تعاقب میں متعدد کتابیں، جیسے " النصرة الغيبية على فرقة الشيعة" " اظهار الحق " اجوبة المتحيرين فی ترك

کتاب المبین" اور "تحذیر المسلمین" لکھیں بلکہ عین شیعوں کے گڑھ لکھنو میں بیٹھ کر رد شیعیت پر ایک باوقار رسالہ "النجم" کا اجراء کیا جو مختلف عنوانات سے ہر ماہ شیعیت کے خلاف نہایت کار آمد اور مفید معلومات فراہم کرتا تھا۔

حلقہ دیوبند کی طرف سے شیعی عقائد پر ان تابڑ توڑ حملوں سے اہل تشیع کے ایوان میں زلزلہ آگیا۔ وہ بے چارے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی "تحفہ اثنا عشریہ" کا جواب پوری صدی گذرنے کے بعد بھی نہ دے سکے تھے۔ اس کے بعد مزید یہ افتاد آن پڑی! احمد رضا خاں صاحب جیسا "شعلہ مزاج" پٹھان اپنے "آبائی مذہب" کی یہ درگت بنتے بھلا کیسے دیکھ سکتا تھا؟ علمائے دیوبند کے ان اقدامات نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ دارالعلوم دیوبند مستقبل میں شیعیت کے لئے ایک کھلا چیلنج اور عظیم خطرہ ہی نہیں بلکہ ان کے افکار ومعتقدات کا قبرستان بن جائے گا! لہٰذا دارالعلوم دیوبند کے اثر ورسوخ کو ختم کرنے اور اس کے شیعہ مخالف اقدامات کو بے اثر بنانے کے لئے علماء دیوبند کی کردارکشی اور مسلمان عوام میں باہمی نفرت اور پھوٹ ڈال کر ان کے دو ٹکڑے کرنا بے حد ضروری اور وقت کا سب سے اہم تقاضہ تھا۔ چنانچہ جناب احمد رضا خاں صاحب نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔ انھوں نے غور وفکر کر کے علمائے دیوبند کے خلاف ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔ معاصر علمائے دیوبند کی کچھ کتابیں منتخب کیں۔ ان میں سے اپنے مطلب کی عبارتیں چن کر ان میں قطع وبرید، اور جملوں کی ترتیب میں تقدیم وتاخیر کے کرتب اور "ہاتھ کی صفائی" دکھا کر انھوں نے ایسی "کفریہ عبارتیں" اور "واہی عقائد" ترتیب دئے جن کو پڑھنے کے بعد کوئی بھی مفتی آنکھ بند کر کے ان کے قائلین پر "کفر کا فتویٰ" لگا سکے۔ پھر انھوں نے اپنی مرتب کردہ اس "جعل سازی" کو عربی زبان کا جامہ پہنایا اور ایک فتوی کی شکل میں

لیکر حجاز کی مقدس سرزمین پر پہونچ گئے۔ علمائے حرمین کے سامنے جب انھوں نے اپنی تحریر کردہ عبارتیں عربی زبان میں ترجمہ شدہ رکھیں تو ان کو پڑھ کر لامحالہ ان کفریہ عبارتوں پر ان علمائے حرمین کا فتوی کفر ملنا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ خاں صاحب بریلوی اپنی یہ چال کامیاب ہو جانے سے بہت مسرور ہوئے ان کی دلی مراد پوری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہندوستان واپسی کے فوراً بعد ہی انھوں نے اپنے اس فتاوی اور علمائے دیوبند کی کتابوں سے تحریف کرکے خود ترتیب دی ہوئی عبارتوں کو دوبارہ عربی سے اردو زبان میں منتقل کیا اور پھر اس کو کتابی شکل دے کر "حسام الحرمین" یعنی "حرمین کی تلوار" کے نام سے شائع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا علمائے حرمین کے "فتوی کفر" کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کے خلاف ایک شور مچ گیا اور ان عبارتوں کو لیکر ہر طرف سے ان پر لعن و طعن، شور و واویلا اور احتجاج و مذمت کا طوفان آگیا۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کے شیعی انداز فکر اور طرز عمل کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ صدیوں سے —— بلکہ شیعیت کے ابتدائی دور سے ہی —— اہل تشیع امت مسلمہ کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کے لئے اپنے علاوہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو "ناصبی" اور خود کو ان کے مقابلہ میں "مومنین" کے لقب سے پکارتے رہے ہیں۔ ناصبی در اصل ایک پھبتی ہے یا پھر تقیہ نما ایک گالی، جس کا مطلب ہوتا ہے "دین سے خارج" یعنی اس سے نکل جانے والا یعنی بالفاظ دیگر مرتد اور کافر! گویا اہل تشیع صرف خود کو "مومن" یعنی مسلمان سمجھتے ہیں اور اپنے علاوہ دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں کو وہ کافر و مرتد خیال کرتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ ان کے نزدیک جب سارے ہی صحابہؓ (تین یا چار کو چھوڑ کر) نعوذ باللہ مرتد و کافر ٹھہرے تو ان کے نقش قدم پر چلنے والے علماء اور مسلم عوام کافر کیوں نہ ہوں گے؟

بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب اپنی شیعیت کے گرد ردائے

تقیہ لپیٹ لینے کی وجہ سے علمائے اسلام اور عامۃ المسلمین کو براہ راست کھل کر ناصبی یا کافر کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے اپنی فطری ذہانت سے کام لیکر یہاں بھی ایک "چور راستہ" تکفیر المسلمین اور ان پر "تبرا" کا نکال ہی لیا۔ حالات واتفاقات نے جس طرح ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی اور اس کے بعد ان علمائے حق پر ابتلاء و آزمائش کے المناک دور میں ــــ علماء کے وقتی طور پر عوامی رہنمائی کے فریضہ سے عہدہ برآنہ ہوپانے کے باعث خاں صاحب بریلوی کو اپنے افکار و نظریات عوام الناس میں پھیلانے کا سنہرا موقع ملا تھا اور انگریز گورنمنٹ کی حمایت و سرپرستی نے ان کے کاز کو تقویت دی تھی۔ اسی طرح یہاں بھی ان کی قسمت نے یاوری کی، اور بالآخر انہیں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مخالفت کے بہانے ایک عمدہ پھبتی "وہابی" کے نام سے ہاتھ آگئی۔ جو نہ صرف یہ کہ ناصبی کی قائم مقام تھی بلکہ لسانی ادائیگی کے لحاظ سے اس کی "ہموزن" بھی تھی۔

یہاں یہ بات شاید مناسب ہو گی کہ ہم "وہابی" کی اصطلاح کا پس منظر بتانے اور اس پھبتی کی حقیقت سے قارئین کو آگاہ کرنے کے لئے اس دور کے حالات کا کچھ "منظر نامہ" یا مختصر سا "پیش منظر" تحریر کردیں۔ ہوا یہ کہ ۱۸۵۷ء کے اسی دور ابتلاء و آزمائش میں سرزمین حجاز کے اندر بھی ایک سیاسی تبدیلی یا انقلاب برپا ہوگیا تھا۔ حجاز کا گورنر "حسین شریف ہاشمی" جو "شریف مکہ" کہلاتا تھا۔ ترکی خلافت سے بغاوت کر کے انگریزوں سے مل گیا تھا۔ اور حجاز پر بالواسطہ طور پر "شریف مکہ" کی صورت میں اصلیت میں انگریز ہی قابض تھے۔ انگریزوں نے وہاں بھی اپنی روایتی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کرر کھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شریف مکہ حجاز کی بندرگاہ "جدہ" انگریزوں کے ہاتھوں رہن رکھ کر ان سے قرض لینے پر مجبور ہو گیا۔ یہ صورت حال حرمین شریفین کے لئے انتہائی خطرناک اور تباہ کن تھی کیونکہ حج کے دروازہ پر گویا انگریزوں

کا قبضہ ہو گیا تھا اور وہ کسی وقت بھی حجاج کرام کو حج پر آنے کے لئے ان کے جہازوں کو جدہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہونے پر پابندی لگا سکتے تھے۔ چنانچہ اس نازک صورت حال کو دیکھتے ہوئے حنبلی مسلک سے تعلق رکھنے والے ایک عالم دین، محمد بن عبد الوہاب نجدی و تیمی، جو حجاز کے علاقہ "نجد" سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے سعودی خاندان کے ایک امیر کو ——— جو ان کے داماد بھی ہوتے تھے حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے انگریزوں کے ایجنٹ "شریف مکہ" کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اللہ کی مشیت اور اس کی مدد سے سعودی امیر کو ہر محاذ پر فتح اور کامیابی ملتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے طویل محاصرہ کے بعد ان دونوں مقدس مقامات پر بھی، ایک قطرہ خون بہائے بغیر سعودی امیر کا قبضہ ہو گیا۔ شریف مکہ پسپا ہو کر رات کی تاریکی میں جدہ بھاگ گیا اور وہاں سے جہاز پر بیٹھ کر ہمیشہ کے لئے سرزمین حجاز سے فرار ہو گیا۔ اور اس طرح سعودی خاندان بلا شرکت غیر پورے ملک حجاز اور حرمین شریفین پر قابض ہو گیا۔

برسبیل تذکرہ ہم یہ بات بھی واضح کرتے چلیں کہ ترک جو کئی سو سال تک بحیثیت خلیفۃ المسلمین حجاز پر قابض اور "خادم حرمین شریفین" کے لقب سے پکارے جاتے تھے، اسی طرح تاتاری یعنی منگول (مغل) یہ دونوں قومیں جو جدی اعتبار سے ایک ہی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل ان کا شمار دنیا کی انتہائی اُجڈ، نامعقول اور وحشی اقوام میں ہوتا تھا۔ یہ لوگ اس قدر وحشی اور غیر مہذب تھے کہ جب کسی علاقہ پر یلغار کرنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر جاتے تو دوران سفر بھوک محسوس ہونے پر چلتے چلتے ہی کمر سے خنجر نکال کر گھوڑے کی گردن میں گھونپ دیتے اور وہاں سے نکلنے والا گرم گرم خون پینے کے لئے زخم کے مقام پر اپنا منہ لگا لیتے۔ اس طرح یہ وحشی دن ورات گھوڑے دوڑاتے مہینوں کا سفر دنوں میں طے کرتے منزل

بربریت
کی حدود پر پہونچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ چنگیز خاں کے عہد سے ہی ان کے
یہاں یہ دستور بھی چلا آرہا تھا کہ وہ جس شہر اور مقام پر فتح حاصل کرتے
تو مفتوح اقوام کے مرد، عورتوں اور بچوں کے سر جدا کر کے ان کی کھوپڑیوں
کو چن کر الگ الگ بلند مینار بناتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ سقوط بغداد کے بعد
ہلاکو خان کی فوجوں نے ۱۶ لاکھ مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے جو مینار بنائے تھے وہ
بقول ابن خلدون ان کی گذشتہ تاریخ کے تمام میناروں پر بلندی میں سبقت
لے گئے تھے۔ اسی طرح اپنے معزز اور برگزیدہ افراد کے مرنے کے بعد ان کی
قبروں پر عالی شان ''مقبرے'' بنانے کا رواج بھی انہیں وحشی تاتاریوں نے
ہی ڈالا تھا۔ تاریخ میں سب سے پہلا مقبرہ چنگیز خاں کی قبر پر بنائے جانے کی
شہادت ملتی ہے۔

یہی تاتاری جب مسلمان ہوئے اور اپنے علاقوں یا قبائل کے اعتبار سے
مغل یا ترک کے نام سے پکارے جانے لگے تب بھی، اسلام کی پاکیزہ تعلیمات
کے نتیجہ میں اگرچہ ان کی وحشی فطرت میں بہت کچھ سدھار آگیا تھا۔ تاہم
بہت سی آبائی رسمیں ان سے پھر بھی نہ چھوٹ سکیں —— ٹھیک اسی طرح
جیسے ہم ہندوستان کے مسلمان صدیوں سے دامن اسلام سے وابستہ ہونے
کے باوجود، شادی و غمی کے موقعوں پر بے شمار ہندوانہ رسموں سے آج بھی
چپٹے ہوئے ہیں اور ان کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے —— چنانچہ خلافت
بغداد کے زوال کے بعد جب خلافت کی ذمہ داریاں کلی طور پر ترکوں کے ہاتھ
آئیں تو انہوں نے اپنی قلمرو میں ہر جگہ بطور احترام صحابہ کرامؓ، عمائدین
ملت، اولیاء اللہ اور ائمہ دین کی قبور پر عالی شان گنبد اور مقبرے تعمیر کر ڈالے۔
صدیوں تک عالم اسلام خصوصاً حرمین شریفین ان کے زیر تسلط رہے جس کی
وجہ سے وہاں پر تمام صحابہ کرام اور بزرگان سلف و خلف کی قبریں پختہ اور عالی
شان مقبروں میں تبدیل ہو گئیں۔ شدہ شدہ جب امتداد زمانہ کے ساتھ

مسلمانوں میں دینی اعتبار سے انحطاط آیا اور شرک و بدعت کو فروغ ہوا تو صحابہ کرام ﷺ اور بزرگان دین کے ان مقبروں پر شرک و بدعت کی وہی تمام خرافات ہونے لگیں جس طرح ہندوستان میں آج بھی کلیر، اجمیر، بہرائچ اور نظام الدین اولیاء کے مقابر پر ہوتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن حرمین شریفین کے زیر سایہ یہ شرک اور اللہ کی وحدانیت کا مذاق کب تک؟

چنانچہ حجاز اور حرمین شریفین پر سعودی حکومت کا دور شروع ہوا تو امیر سعود نے اپنے شیخ و مرشد محمد بن عبد الوہاب نجدی وتیمی کو "مفتی اعظم" کا عہدہ اور انہیں "شیخ الاسلام" کا منصب عطا کیا اور ان کے مشوروں اور فتاوی کی بنیاد پر ہی سعودی حکومت میں دینی کام انجام دئے جانے لگے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی جو حنبلی مسلک کے جید عالم تھے اور ٹھیک اسی طرح حنبلی عقائد پر عمل پیرا تھے جو شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ماضی میں طریقہ اور طرز عمل رہا ہے۔ محمد بن عبد الوہاب کا سب سے بڑا "جرم" حرمین شریفین اور سرزمین حجاز میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے پختہ مقابر خصوصا "جنت البقیع" کی قبور مقدسہ پر بنی عمارتوں کا انہدام کا عمل بتایا جاتا ہے اور اس پر انہیں کافر، مرتد، قابل گردن زنی اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ جذبات سے قطع نظر اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کے اس فعل کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا جائے تو بلاشبہ وہ قطعی بے گناہ دکھائی دیں گے کیونکہ انہوں نے ایک حنبلی عالم ہونے کے ناطے جو کچھ بھی کیا، اگر شیخ عبد القادر جیلانی زندہ ہوتے تو ایسے حالات میں وہ بھی فقہ حنبلی کی رو سے یہی سب کچھ کرتے۔

ہم یہاں اس بات کی بھی وضاحت کردیں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر بناتے وقت اس کی بلندی ایک بالشت زمین سے ابھری ہوئی رکھی جانی چاہئے تاکہ لوگ بے دھیانی میں عام زمین کی طرح سپاٹ جگہ دیکھ کر اس پر چلنے سے گریز کریں لیکن فقہ حنبلی میں یہ گنجائش نہیں ہے۔ وہ لوگ قبر کو

زمین کے برابر کردینے کے قائل ہیں اور اس کی دلیل میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے ابوالہیاج اسدی سے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس کام کے لئے کیوں نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا یعنی جہاں کہیں کوئی تصویر یا بت دیکھوں اسے مٹادوں اور جو قبر بھی زمین سے اونچی دیکھوں اسے برابر کردوں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)

چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی وتمیمی نے اپنے حنبلی مسلک کے مطابق شاہ سعود کو ان تمام مقبروں کو منہدم کرانے کی ہدایت کی اور انہیں زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا گیا۔ بس کیا تھا؟ اس خبر سے تمام دنیا میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ خاص طور پر ہندوستان میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام قبور مقدسہ کو جن پر باقاعدہ شرکیہ رسمیں اور چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے ان سے منت اور مرادیں مانگنے لوگ دور دور سے آتے تھے ان کو ٹھیک اسی طرح "توحید" کے تحفظ اور شرک سے حفاظت کے لئے مسمار ومنہدم کردیا گیا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حدیبیہ کے مقام پر وہ درخت جس کے نیچے "بیعت الرضوان" ہوئی تھی اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ لوگوں کے وہاں جاکر اور اس درخت کے نیچے نوافل پڑھنے کا رواج دیکھ کر توحید کے تحفظ اور شرک کے امکان کے پیش نظر اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا کر پھینک دیا تھا —— حالانکہ اس وقت دور فاروقی میں وہاں کسی قسم کے شرک کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ صرف نمازیں ہی وہاں پڑھی جانے لگی تھیں جبکہ اس کے برخلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان قبور مقدسہ پر عرصہ دراز سے شرک کی محفلیں جمتی تھیں اور چڑھاوے ونذرانے چڑھائے جاتے تھے۔ ایسی صورت میں ایک ذمہ دار عالم کے لئے ان غیر اسلامی اور شرک کا گڑھ عمارتوں کو مسمار اور نیست ونابود کرنا "شیخ الاسلام" ہونے کے ناطے ناگریز تھا اور وہی ہوا۔

ہندوستان پر اس وقت انگریزوں کی عمل داری اور ان کا پورا تسلط تھا بلکہ یہ ان کا دور عروج تھا جس وقت حجاز میں یہ ساری کاروائی ہورہی تھی۔ حسین شریف مکہ جو انگریزوں کا ایجنٹ بنا ہوا تھا اور ان ہی کی مدد سے وہاں حکومت کررہا تھا۔ انگریزوں کو اس کی حکومت سے کئی طرح کے فائدے تھے، حج کی جو آمدی حجاج کرام سے ٹیکس کی صورت میں وصول ہوتی تھی اس میں سے بھی اس کا حصہ تھا اور بالواسطہ حکومت ہونے کی وجہ سے وہاں کے دیگر وسائل آمدنی بھی اس کے قبضہ میں تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ حج کی کنجی یا دروازہ ''جدہ'' بھی بالآخر اس کے زیر تسلط آچکا تھا۔ گویا حج بند کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا تھا۔ مگر جب شریف مکہ کے ہاتھوں سے حجاز نکل گیا تو انگریز سے یہ سب کچھ چھن گیا۔ انگریز اپنی اس شکست اور نقصان سے تلملایا ہوا تھا ہی، ٹھیک اسی دوران مقبروں کے انہدام کی کاروائی بھی وہاں شروع ہوگئی، چنانچہ شاطر دماغ انگریز کو مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے اور اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کا وسیلہ ہاتھ آگیا۔ شاہ سعود کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے نہایت مکاری سے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کردیا کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حکم سے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے نعوذ باللہ انہدام کی کاروائی شروع ہورہی ہے۔ یہ وحشتناک خبر ایسی نہ تھی جس پر مسلمان چپ بیٹھے رہتے۔ چنانچہ اس جھوٹی خبر کے مشہور ہوتے ہی پورے ملک میں اضطراب، بے چینی، احتجاج، ہنگامے اور سعودی حکومت و شیخ عبد الوہاب نجدی کے خلاف نعروں کا ایک طوفان آگیا۔

بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب جو ان سب باتوں کا برابر جائزہ لے رہے تھے انھوں نے دیکھا، موقع غنیمت ہے۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے ہندوستان کا ہر مسلمان نفرت کرنے لگا ہے اور ان کے اس کارنامے پر برملا برا بھلا کہتا ہے۔ انھوں نے لوگوں کے بھڑکتے ہوئے جذبات سے بھرپور فائدہ

اٹھانے کا فیصلہ کیا اور لفظ "وہابی" کو اپنے مفاد میں شیعی اصطلاح "ناصبی" کی جگہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت لفظ "وہابی" اسی طرح معتوب اور گالی کی جگہ استعمال ہونا شروع ہو گیا تھا جس طرح آج کسی مخلص مسلمان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تو جن سنگھی ہے یا آر ایس ایس، بی جے پی یا شیو سینا کا آدمی یا ان کا ہمنوا ہے۔ جس طرح خود کو کوئی خوددار مسلمان یہ سب کہلانا پسند نہیں کرتا ٹھیک اسی طرح لفظ "وہابی" بھی اس دور میں ملعون و معیوب لفظ بن گیا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ کسی کو "وہابی" کہہ کر اس سے جو بات بھی منسوب کر دو لوگ اس پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے تھے۔ چنانچہ احمد رضا خاں صاحب نے اپنی مہم شروع کر دی اور انھوں نے "وہابی" لفظ کے خلاف نفرت کی بھڑکتی آگ کو اور زیادہ مشتعل کرنے کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ:

"وہابی، یہود و نصاریٰ ہندوؤں اور مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں اور ان کا کفر ان سے بھی زیادہ ہے"(۱)

اگلا فتویٰ وارد ہوا:

"وہابی ہر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست اور مجوسی سے بھی سب سے زیادہ خبیث اضر اور بدتر ہیں"(۲)

یہ فتویٰ بھی لوگوں میں مقبول ہو گیا تو پھر عوام کو بتایا گیا کہ:

"......یہ کتے سے بھی بدتر ہیں کہ کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کے مستحق ہیں"(۳)

ان پے در پے فتووں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کے بھڑکتے ہوئے جذبات کو تسکین اور تسلی ہوئی اور وہ اتنی دور سے سعودی حکومت یا محمد بن عبدالوہاب

(۱)"بائغ النور" درج در فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳ مولفہ احمد رضا خاں بریلوی

(۲)"احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲۴

(۳)"ازالۃ العار" درج در فتاویٰ رضویہ ... ۱۳۸

نجدی کا تو کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے ان فتووں کے بعد وہ نہ صرف یہ کہ کھلے عام انہیں برا بھلا کہہ کر اور "وہابی" کی گالی دے کر دل کو ٹھنڈا کرنے لگے بلکہ اس طرح خان صاحب بریلوی کی عوامی مقبولیت میں بھی روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

احمد رضا خاں صاحب نے اپنے فتووں کا خاطر خواہ رد عمل دیکھ کر پھر عوام کو بھڑکایا:

"مرتدوں میں سب سے خبیث تر وہابی ہیں"(۱)

اور یہ کہ:

"ابلیس کی گمراہی وہابیہ کی گمراہی سے ہلکی ہے"(۲)

اس وقت عوام الناس کے جذبات گرم تھے ہی۔ احمد رضا خاں بریلوی نے سوچا کہ چلو ایک "پنتھ دو کاج" بھی ہو جائیں۔ مولانا اسماعیل شہید جو انگریزوں کے خلاف اور ان کے حلیف سکھوں سے لڑے تھے اور جن کی کتاب "تقویت الایمان" نے شرک و بدعت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی تھیں، اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے تھے جنہوں نے "ازالۃ الخفاء" اور "تحفہ اثنا عشریہ" کے ذریعہ شیعوں کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ لہٰذا خاں صاحب نے سوچا کہ چلو میاں اسماعیل دہلوی کو بھی سمیٹ لو۔ میری ہر بات پر آج کل عوام آنکھ بند کر کے یقین کر ہی رہے ہیں لہٰذا یہ بھی چلے گی چنانچہ سوچ سمجھ کر انھوں نے ایک اور فتویٰ منظر عام پر پیش کر دیا:

"وہابیہ فرقہ خبیثہ خوارج کی ایک شاخ ہے جن کی نسبت احادیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے۔ جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا۔ دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال

(۱) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲۳

(۲) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱۷

لعین کے ساتھ نکلے گا۔ تیرھویں صدی کے شروع میں اس نے دیار نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی، جس کا پیشوا شیخ نجدی تھا اس کا مذہب میاں اسماعیل دہلوی نے قبول کیا"(۱)

اس کے بعد انھوں نے "تقویت الایمان" کی کچھ عبارتیں سیاق و سباق سے ہٹا کر عوام کے سامنے بطور ثبوت پیش کر دیں، چلو قصہ تمام ہوا۔ حلقۂ عوام میں اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کو بھی، وہابی مخالف رو میں من و عن درست تسلیم کر لیا گیا تو اپنی اس کامیابی پر احمد رضا خاں صاحب پھولے نہیں سمائے اور پھر انھوں نے موج میں آکر مولانا اسماعیل شہید پر پہلے پورے پچھتر وجوہ سے اور پھر از راہ نوازش اس میں سے پانچ عدد کم کر کے ستر وجوہ سے کفر لازم آنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ ان فتوؤں کی تفصیلات ان کی کتابیں "سبحان السبوح" اور "الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوھابیۃ" میں موجود ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کے "طعنہ ناصبیت" کے جدید ایڈیشن یعنی "وہابیت" کی گالی کی زد پر پہلے تو صرف محمد بن عبد الوہاب نجدی ہی تھے۔ پھر انھوں نے اس اصطلاح وہابیت کے دائرے میں مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کو، خاندان شاہ ولی اللہ کی شیعہ دشمنی کا مزہ چکھانے کے لئے بطور انتقام شامل کر لیا۔ کیونکہ خان صاحب بہر صورت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کو برا بھلا کہنے کی جرأت اس لئے نہیں کر سکتے تھے کہ اس وقت تک ہندوستان کے طول و عرض میں جتنے بھی علماء تھے وہ سب اور جس قدر خانقاہیں تھیں ان کے شیوخ تصوف براہ راست یا بالواسطہ طور پر شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگرد یا مرید تھے۔ خود احمد رضا خاں صاحب کے پیر و مرشد سید آل رسول مارہروی اور ان کے برادر زادہ شاہ اچھے میاں

(۱) "الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوہابیہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۷، ۵۸

آل احمد صاحب (المتوفی: ۱۲۳۵ھ) نے حدیث کی تعلیم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "انور العارفین" میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے سند حدیث شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے حاصل کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"وسند حدیث شریف از مولانا شاہ عبد العزیز گرفتہ اند"(۱)

بیچارے خاں صاحب بریلوی کی یہی تو وہ سب سے بڑی مجبوری تھی کہ انہیں مولانا اسماعیل شہید کی خاندانی وجاہت اور خانوادہ ولی اللہ سے قریبی مناسبت کی بناء پر ان کے خلاف ایک دو نہیں بلکہ پہلے پچھتر اور پھر اس میں سے پانچ کم کر کے پوری ستر وجوہ کفر تصنیف کرنی پڑیں اور پھر جب ان کی اشاعت کے بعد علماء اور شیوخ تصوف کے حلقوں سے اس کا ردعمل شدید ہوا اور خود احمد رضا خاں صاحب کے قریبی معتمد مولانا معین الدین اجمیری جیسی کئی علمی ہستیاں اس بات پر ان کی مخالف ہوگئیں تو خاں صاحب بوکھلا گئے اور پھر اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر سے رجوع کر لیا جائے۔ ان کے اس رجوع اور مولانا شہید کے لئے اظہار کفر سے ان کی پسپائی کی داستان ہم ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں مناسب موقع پر بیان کریں گے۔

سعودی عرب کے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کے خلاف جناب احمد رضا خاں صاحب کی "وہابیت" کی گولہ باری اور انہیں کافر و مرتد بنانے کا یہ "شیعی مشغلہ" جاری تھا۔ ساتھ ہی ساتھ "مدرسہ اشاعت علوم" سرائے خام بریلی کے مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا یٰسین خاں صاحب کے یہاں احمد رضا خاں صاحب کی نشست و برخاست اور تعلق و قربت میں بھی اس وقت تک کوئی فرق نہیں آیا تھا جب تک کہ مولانا اسماعیل شہید کے خلاف خاں صاحب خم ٹھونک کر میدان میں نہیں اترے تھے تاہم بحیثیت مجموعی "دار العلوم دیوبند"

(۱) "انوار العارفین" شاہ اچھے میاں آل احمد، مارہروی ص ۱۴۷

کے قیام کے بعد بھی علمائے دیوبند سے احمد رضا خاں صاحب کا کوئی تصادم یا چشمک شروع نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اسی دوران غضب یہ ہوا کہ علمائے دیوبند، خصوصاً بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور پھر مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگرد حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ اور مولانا احتشام الحق مرادآبادی وغیرہ کی رد شیعیت پر لکھی ہوئی کتابیں پے در پے منظر عام پر آنا شروع ہو گئیں جنھوں نے شیعیت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور اس کے ایوان میں لرزہ برپا کر دیا۔ شیعہ حضرات پوری ایک صدی گذرنے کے باوجود شاہ عبدالعزیزؒ کی "تحفہ اثناعشریہ" کا جواب دینے کے قابل بھی نہیں ہوئے تھے کہ اوپر سے یہ آفتیں ٹوٹ پڑیں۔ بوکھلا گئے بے چارے۔ خاں صاحب بریلوی کی رگ سبائیت بھی تلملانی لازمی تھی۔ کچھ دن قبل اسماعیل شہید کو کافر قرار دے کر عوام پر دھاک جما ہی چکے تھے بھلے سے طبقہ علماء و مشائخ نے اس پر مخالفت اور رد عمل کا اظہار کیا تھا مگر عوام خاص طور پر جاہل عوام تو ان پر اعتماد کی وجہ سے اب بھی اسماعیل دہلوی کے کفر میں شک کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا خاں صاحب نے بطور انتقام علمائے دیوبند کے خلاف آستینیں چڑھالیں اور انہیں چیت کرنے کے لئے "وہابی" کی مقبول عام اور اپنی خود ساختہ اصطلاح سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد خاں صاحب کی علماء دیوبند کی کتابوں میں کتر بیونت کر کے جعلی کفریہ عبارتوں کی تشکیل اور پھر ان کی بنیاد پر علماء حرمین سے فتوؤں کے حصول کی کہانی ہے جو ہم گذشتہ صفحات پر بیان کر چکے ہیں:

علمائے حرمین کے فتوے دیوبند کے اکابر کے خلاف مل جانے کے بعد جناب احمد رضا خاں صاحب کے حوصلے بلند ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں سے آکر بلا خوف و خطر علمائے دیوبند کے خلاف "تبرا" کا محاذ کھول دیا۔ سب سے پہلے ان کا فتویٰ منظر عام پر آیا:

"دیوبندی عقیدہ والے کافرو مرتد ہیں"(۱)

خاں صاحب بریلوی دیوبند کے علماء کی کتابوں سے بہت خوف زدہ تھے ان کے پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ اسلام کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے اور قاری شرک و بدعت کو پہچان کر ان سے دور اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے بلکہ سب سے بڑا خطرہ ان کے لئے یہ بھی تھا کہ اگر عوام اصل کتابیں ان علمائے دیوبند کی پڑھ لیں گے تو ان کی اس جعل سازی کی قلعی کھل جائے گی، جن کی بنیاد پر انھوں نے عبارتوں کی الٹ پھیر اور تقدیم و تاخیر سے "حسام الحرمین" کے فتوے ترتیب دئے ہیں۔ لہٰذا خاں صاحب نے عوام کو بھڑکانے اور نفرت دلانے کے لئے یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ:

"دیوبندی عقیدہ والوں کی کتابیں ھندوؤں کی پوتھیوں سے بھی بدتر ہیں ان کتابوں کو دیکھنا حرام، البتہ ان کتابوں کے ورقوں سے استنجا نہ کیا جائے حروف کی تعظیم کی وجہ سے نہ کہ ان کتابوں کی۔، نیز اشرف علی کے عذاب میں شک کرنا بھی کفر ہے"(۲)

ان کی کتاب حاشیہ "سبحان السبوح" میں ارشاد ہوتا ہے:

"دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے ان پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کرنا ہے۔ اے اللہ! ہمیں دیوبندیوں یعنی شیطان کے بندوں سے پناہ میں رکھ"(۳)

واضح رہے کہ احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف محاذ آرائی شروع کرتے ہی ان پر "وہابی" کی پھبتی چسپاں نہیں کی تھی۔ ابھی وہ براہ راست دیوبند کا نام لے کر ہی، جھوٹے الزامات جیسے توہین رسول اور اللہ تعالیٰ کے لئے

(۱) "بالغ النور" درج در فتاویٰ رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۴۳

(۲) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۳۶

(۳) "سبحان السبوح" (حاشیہ) احمد رضا خاں بریلوی ص ۷۵

کذب وغیرہ کا پروپیگنڈا کر کے ان کے خلاف فضا ہموار کرنے میں امکان
بھی مشغول تھے۔ پھر جب زبردست کوشش اور پروپیگنڈے کے نتیجہ میں جاہل عوام ان کی ہاں میں ہاں ملانے اور علمائے دیوبند کو بر ملا برا بھلا، کافر، دشمن رسول اور بے دین کہنے لگے تو خاں صاحب نے علماء دیوبند کے وہابی ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا اور عوام الناس کو بتایا کہ یہ دیوبندی عبدالوہاب نجدی کے پیروکار اور وہابی ہیں اس لئے:

> "ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام وکلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مر جائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام ان پر نماز پڑھنا حرام۔ ان کو مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام" (۱)

کم علم اور جاہل عوام خاص طور سے اپنے معتمد علیہ علماء وشیوخ کے اقوال وفرامین کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کرتے کیونکہ انہیں اپنی کم علمی یا لاعلمی کا احساس، اور ان علماء کی وسیع معلومات اور دینی علوم میں ان کے کامل دسترس ہونے کا پورا یقین ہوتا ہے اس لئے انکی کسی غلط بات کی بھی تردید کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب ان علماء یا شیوخ سے انہیں دلی لگاؤ اور عقیدت ہو تو پھر ایسی صورت میں ان کا ہر فرمان ان جہلاء کے لئے وحی الٰہی کا درجہ رکھتا ہے اور وہ بلا سوچے سمجھے ان کے ہر صحیح وغلط فرمان کے آگے سر تسلیم واطاعت خم کر دینے کے عادی ہوتے ہیں!

اب یہی دیکھ لیجئے کہ علمائے دیوبند مسلک کے اعتبار سے خالص حنفی العقائد ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے سچے پیروکار۔ جبکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی، حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں احمد رضا خاں صاحب کا علمائے

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۹۰

دیوبند کو وہابی بتانا آخر کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ مگر حُبُّ الشَّيْیِٔ يُعْمِي وَيُصِمُّ کے اصول کے مطابق جاہل عوام نے خاں صاحب بریلوی کی اس غلط بے تکی اور بے بنیاد بات پر پوری طرح یقین کر لیا! تاہم لاکھوں کی بھیڑ میں چند ایسے لوگ ہونا بھی عین ممکن ہیں جو خاں صاحب بریلوی کی حرام حرام کی مسلسل گردان سے قطعی اتفاق نہ رکھتے ہوں اور انہیں اپنی عقل و شعور کو استعمال کرنے کا سلیقہ بھی ہو۔ ایسے لوگوں کی گوشمالی اور سرکوبی کے لئے جناب احمد رضا خاں صاحب نے ایک اور نفسیاتی حربہ تیار کر رکھا تھا اور وہ تھا اپنے معتقد جاہل عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے اور ایسے ہوشمند افراد کا "سوشل بائیکاٹ" کرنے کا لاجواب فارمولہ! چنانچہ احمد رضا خاں صاحب نے اپنے اس فتویٰ کی مخالفت کرنے والوں یا اس پر یقین نہ کرنے والوں کے خلاف بھی ایک فتویٰ داغ دیا۔ یعنی جو دیوبندیوں وہابیوں کے کفر کا قائل نہ ہو اس کے لئے خاں صاحب بریلوی کا فرمان تھا کہ:

"بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا، اس سے بغض اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے۔ اور توقیر حرام وہدم اسلام اسے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اسکے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنا خالص، اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، ایسے مسلمانوں کا غسل و کفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس جنازے کی مشایعت، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کی دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ہے"(۱)

یہاں بھی اگرچہ حرام، حرام کی ایک طویل گردان ہے۔ مگر اس فتویٰ

(۱) "عرفان شریعت" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۳۹

میں قابل غور خاں صاحب بریلوی کے وہ الفاظ ہیں جن کو ہم نے خط کشیدہ کردیا ہے۔ یعنی اس سے بغض رکھنا، اس کی اہانت، یعنی اس پر تبرا کرنا اور اس کا رد، یعنی اس پر سب وشتم کے فرض ہونے کی بات! احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا یہ طرز فکر بلاشبہ ان کے خالص شیعی ذہن کی غمازی کررہا ہے کیونکہ کسی مخالف شخص کی اہانت یعنی اس پر تبرا کرنے اس سے بغض رکھنے اور اس کے رد وتوہین کو "فرض" قرار دینا شیعہ مذہب کا ہی اصول ہے۔ اہل اسلام کا یہ شعار نہیں! اسلام کی تعلیمات تو مسلمان کے ذمہ صرف حق بات دوسروں تک پہونچادینے کی حد تک ہی نشان دہی کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِيْنُ یعنی ہمارے اوپر صرف حق واضح کردینے کی ذمہ داری ہے اور بس! اسی طرح عَلَيْكَ الْبَلاَغُ وَعَلَيْنَا الحِسَاب کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کے ذمہ صرف پیغام حق بندوں تک پہونچادینا ہے۔ اس پیغام پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا محاسبہ ہماری ذمہ داری ہے وغیرہ وغیرہ۔ حق بات منوا کر ہی رہنا اور مخاطب نہ مانے تو اس سے بغض رکھنا، اس کی اہانت وتوہین بے عزتی کرنا اور اس کا رد یعنی اس پر "تبرا" کرنا اہل ایمان کا شعار ہرگز نہیں ہوسکتا یہ صرف اور صرف روافض یعنی اہل تشیع کا مخصوص طرز عمل اور طریقہ انتقام ہے جو وہ اپنے مخالفین خصوصاً صحابہ کرامؓ کے لئے روا رکھتے ہیں۔ اسی طرح احمد رضا خاں صاحب کا یہ مخصوص طرز فکر اور انداز بیان کہ جو ان کے فتوی کے مطابق علمائے دیوبند یا فلاں فلاں کو کافر سمجھنے میں شک کرے وہ خود بھی کافر ہے۔ شیعی لٹریچر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تکفیر کا یہ مخصوص انداز اور طریقہ بھی اہل تشیع کی ہی ایجاد اور ان کا شعار ہے شیعوں کے عقائد پر معتبر کتاب "آیات بینات" میں صحابہ کرام کے بارے میں لکھا ہے:
"ہر کہ در کفر آں شک کند کافر است" یعنی جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اسی طرح اہل تشیع کی دوسری مستند کتاب "حق الیقین" میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا:

"ابو بکر و عمر دونوں کافر تھے، جو ان کو دوست رکھے وہ بھی کافر ہے"(۱)

سوچنے کی بات ہے اگر کوئی شخص کفریہ بات کہتا ہے یا کوئی عمل کفر اس سے سرزد ہوتا ہے اور ایک دوسرا شخص اپنی عقل ناقص یا کم علمی کی وجہ سے اس کی کفریہ بات کو سمجھنے یا اس کے کفریہ عمل کا ادراک کرنے یا اس کی تہہ تک پہونچنے سے قاصر ہے تو یہ اس کی سمجھ کا قصور تو بلاشبہ ہے مگر اس شخص کا کفر آخر اس دوسرے آدمی کے ذمہ کس لئے لگایا جائے گا جبکہ اس نے اپنی زبان سے کبھی کوئی کفریہ لفظ ادا نہیں کیا ہے؟؟ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے اعمال بد کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (بنی اسرائیل: آیت ۱۵)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی رو سے کفر کرنے والے کا کفر اس کی اپنی شخصیت تک ہی محدود رہتا ہے۔ دوسروں کے نامہ اعمال سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ احمد رضا خاں صاحب کا اپنے تکفیری فتووں میں ٹیپ کے بند کی طرح یہ الفاظ دہراتے رہنا کہ "جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی، اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ خالص شیعی افتراء ہے اور جاہل عوام کو نفسیاتی طور پر ہراساں کرنے کا ایک خطرناک حربہ! تاکہ وہ بے چون وچرا ان کے جھوٹے تکفیری فتووں پر ایمان لے آئیں۔

المختصر یہ کہ "ناصبی" جیسی مشہور شیعی اصطلاح کے مقام پر "وہابی" کے لفظ کے ذریعہ تبرا کی ٹیکنک کی بے مثال مقبولیت اور خلاف توقع افتراق بین

(۱) "حق الیقین" ملا باقر مجلسی اصفہانی ص ۵۲۲

المسلمین کے منصوبہ کو کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھ کر احمد رضا خاں صاحب کے حوصلوں کو بلندی ملی اور انتشار امت کے سبائی خوابوں کی ایک خوش آئند تعبیر سامنے آتے دیکھ کر ان کے تکفیری فتووں میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ کامیابی کے نشے میں بے خود ہو کر پے در پے فتووں کے انبار لگانے لگے۔

"وہابی مرتد و منافق ہیں، اوپر اوپر سے کلمہ گو ہیں" (۱)

اور یہ کہ:

"دیو بندیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والا مسلمان نہیں" (۲)

یہی نہیں بلکہ:

" انہیں مسلمان سمجھنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں" (۳)

پھر فرمایا کہ:

"وہابیوں سے مصافحہ کرنا ناجائز اور گناہ ہے" (۴)

اور اپنے جاہل عوام اور معتقدین کو آگاہ کیا کہ:

"وہابیوں کے سلام کا جواب دینا حرام ہے" (۵)

واضح رہے کہ مسلمان سے سلام کے انقطاع کا نظریہ بھی اہل تشیع کا مخصوص شعار ہے وہ لوگ کسی غیر شیعہ کو سلام کرنا گناہ سمجھتے ہیں اور اگر کسی دنیاوی مجبوری کے تحت انہیں سلام کرنا ہی پڑ جائے تو وہ "السلام علیکم" کے بجائے "آداب و تسلیمات" کے الفاظ سے کام لیتے ہیں۔ لکھنو کی خالص شیعہ ریاست میں جہاں سنی اور شیعہ دونوں قسم کے لوگ بستے تھے، اہل سنت سے

(۱) "الکوکبۃ الشہابیۃ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱۲

(۲) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ٦ ص ۸۲

(۳) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ٦ ص ۸۱

(۴) "بریق المنار" درج در فتاوی رضویہ احمد رضا خاں صاحب ج ۴ ص ۲۱۸

(۵) فتاوی افریقہ احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۷۰

بغض و عناد کے پیش نظر وہاں کی تہذیبی یگانگت اور باہمی تجارتی و ثقافتی مراسم اور میل ملاقات میں نوابین اودھ نے آداب و تسلیمات کو "السلام علیکم" کی جگہ لکھنوی تہذیب کا ایک امتیازی نشان قرار دے رکھا تھا۔

اسلامی نقطہ نظر سے اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کو "السلام علیکم" کہنا در حقیقت ایک "دعا" کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی "تم پر سلامتی ہو" یا تم پر امن و عافیت سایہ فگن رہے، اور جواب دینے والا بھی اس کو "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہہ کر اسی طرح بطور شکر یہ اپنے اس بھائی کے لئے سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکات کے نزول کی دعا کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ "گمراہ" لوگوں پر تو اللہ کی رحمت کا نزول ہونے سے رہا اور سلامتی بھی اللہ کے نیک اور اطاعت گزار بندوں کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ ہم نماز میں "التحیات" پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں:

"السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصّالحین"

یعنی: اے اللہ ہم پر سلامتی نازل فرما اور ہمارے ساتھ اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔

یا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ (طہ: ۴۷)

یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے سلامتی کی ضمانت ہے۔

لہٰذا اگر ہم اپنی دانست میں کسی "گم کردہ راہ" مسلمان بھائی کو "السلام علیکم" کرتے ہیں تو گویا ہم اس کی سلامتی کے پردے میں درحقیقت اس کی ہدایت کے لئے بارگاہ رب العزت میں التجا کرتے ہیں عجب نہیں کہ یہ ہماری مخلصانہ دعا قبول ہو جائے اور ہمارا "بے راہ مسلمان بھائی" بھی راہ حق پر گامزن ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

سلام کی یہی خصوصیت تھی جس کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تمہارا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم آپس میں میل اور محبت نہ کرو۔ میں بتاتا ہوں کہ میل و محبت کیسے پیدا ہو گی؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو رواج دو" (رواہ مسلم)

اسی طرح امام نسائی کی روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں، جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے، جب اسے موت آئے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، جب وہ دعوت کرے تو قبول کرے، جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے اور جب وہ چھینکے تو جواب میں یرحمك الله کہے، اور جب وہ غائب یا حاضر رہے تو اس کی خیر خواہی کرے"۔

بہر کیف: سلام کا انقطاع اسلامی تعلیمات کے قطعی خلاف فعل ہے اور حقیقت میں یہ طرز عمل اہل تشیع کے "تفریق بین المسلمین" کی سازش کا ایک حصہ ہے۔ بغض و عداوت کے "خاموش اظہار" کا یہ طریقہ ان کی تبرائی ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔

اب اس کے بعد بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ایک اور "معرکۃ الآراء" فتویٰ آپ کی ضیافت طبع کے لئے پیش خدمت ہے:

عورت اور مرد کے رشتۂ ازدواج میں منسلک کرنے اور میاں بیوی کے تعلق قائم کرنے کا تصور قدیم دور سے دنیا کی تقریباً تمام قوموں، قبائل اور مذاہب میں پایا جاتا ہے، البتہ: طریق ازدواج ہر جگہ اور قوم میں مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ جیسے اسلام میں رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کے لئے "نکاح" کیا جاتا ہے اور ہندوؤں میں ان کے مذہبی اشلوکوں کے ساتھ آگ

کے گرد سات چکر یا پھیرے لگانے کی رسم ہوتی ہے۔ علی ہذا القیاس عیسائیوں میں گرجہ گھر میں جاکر پادری کی دعا اور "بپتسمہ" دینے کے بعد یہ بندھن قائم ہوتا ہے اور یہودیوں میں ان کا ربی یا عالم توریت شادی کی مراسم انجام دیتا ہے۔ اسلام نے نکاح کا قانون مسلمانوں کے لئے طے کر دینے کے بعد بھی کلیتًا دیگر اقوام و مذاہب کی ازدواجی رسوم اور طریقوں کو مسترد نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسلامی شریعت کے مطابق جو شادی شدہ جوڑے کسی دوسرے مذہب کو چھوڑ کر ایک ساتھ مسلمان ہو جاتے ہیں —— باوجودیکہ نکاح اسلامی شریعت میں میاں بیوی کے باہمی بندھن کے لئے ایک لازمی امر ہے اور نکاح کے بغیر کسی عورت سے تعلقات زن و شو یعنی فعل مباشرت انجام دینا محض "زنائے خالص" ہے جس کے مرتکب پر حد جاری ہونا لازمی ہے —— لیکن شریعت نے ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہونے والے میاں بیوی پر اسلامی طریقے سے نکاح بھی کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے بلکہ اس کے پہلے سے قائم شدہ شادی کے بندھن کو ہی شرف قبولیت بخشا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نکاح ایک شرعی ضرورت ہونے کے باوجود اس کا ایمان و عقائد سے کوئی براہ راست تعلق نہیں بلکہ یہ سماجی روابط اور معاشرتی بندھنوں میں سے ایک اہم بندھن یا رشتہ ہے —— البتہ شریعت نے یہ اصول بنا دیا ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک فریق کے مرتد ہو جانے یعنی اسلام سے پھر جانے کی صورت میں نکاح کا یہ بندھن بھی خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب ذرا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نکاح کے سلسلے میں گل افشانیاں بھی ملاحظہ فرمالیں:

خاں صاحب بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

"وہابی سے نکاح پڑھوالیا تو نہ صرف یہ کہ نکاح نہیں ہوا بلکہ اسلام بھی گیا۔ تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم "(۱)

ذرا غور فرمائیں کہ یہاں خاں صاحب بریلوی کیا باور کرانا چاہتے ہیں؟ یہی ناکہ ان کے عقیدے کے مطابق وہابی چونکہ مسلمان ہی نہیں ہے بلکہ کافر و مرتد ہے اس لئے اس کا پڑھلیا ہوا نکاح کالعدم ہے اور اس نکاح کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہوگی وہ "حرامی" ہوگی اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی فتوی دے رہے ہیں کہ وہابی یعنی کافر سے نکاح پڑھوانے والے کا نہ صرف یہ کہ نکاح ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتا ہے اور اس پر نکاح کے ساتھ ساتھ تجدید اسلام بھی لازم ہے۔

کاش! "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے اس فتوی کے مضمرات پر بھی سنجیدگی سے کچھ غور و فکر فرمالیتے تو انہیں اندازہ ہو جاتا کہ ان کے اس "تبرا" کی زد براہ راست کہاں پڑ رہی ہے؟ علمائے دیوبند کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کھینچ تان کر زبردستی توہین رسالت کے پہلو نکالنے والے نام نہاد "عاشق رسول" احمد رضا خاں صاحب کو کیا اتنا بھی معلوم نہیں کہ روحی فداہ، سرور عالم ﷺ کا پہلا نکاح، جو حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا سے ہوا تھا۔ اس میں خطبہ نکاح پڑھ کر آپ کو ازدواجی بندھن میں منسلک کرنے والی شخصیت کون تھی؟ اس وقت حضور ﷺ کی عمر شریف پچیس سال کی تھی ——— یعنی تاج رسالت فرق مبارک پر رکھے جانے سے پندرہ سال قبل ——— آپ کے چچا ابو طالب جو اس وقت بھی کافر تھے جب وہ آپ کا نکاح حضرت خدیجہ الکبریؓ سے پڑھا رہے تھے اور پھر اس کے بعد بھی وہ زندگی بھر کافر ہی رہے اور بالآخر کفر پر ہی جان دی باوجود اس کے حضور ﷺ کی بہت بڑی تمنا اور آرزو تھی کہ

(۱) "ماحی الضلالۃ" درج در فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۵ ص ۵۰-۸۹

آپ کے چچا ابو طالب ایمان لے آئیں۔ مگر اللہ کی مشیت میں ایسا نہ تھا۔ چنانچہ وہ آخر وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (القصص: آیت ۵۶)

(اے نبیؐ!) آپ جسے چاہیں ہدایت دیدیں ایسا ممکن نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور ہدایت پانے والوں کا علم بھی صرف اسی کو ہے

تو بہر حال یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابو طالب نے پڑھایا تھا۔ انھوں نے ہی خطبہ نکاح پڑھا تھا اور انھیں نے آپ کے سرپرست کی حیثیت سے حق مہر اپنی جیب سے ادا کیا تھا۔ اور نکاح کے وقت حضور ﷺ اسی طرح مومن تھے جس طرح پندرہ سال بعد تاج نبوت پہنے کے بعد مومن تھے کیونکہ اللہ کا ہر نبی پیدائشی طور پر مومن ہوتا ہے اور زندگی کے ہر دور میں مومن ہی رہتا ہے۔

لہٰذا اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر کہ حضور ﷺ کا پہلا نکاح ایک "کافر" نے پڑھایا تھا۔ خاں صاحب کے مذکورہ بالا فتوی پر غور کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ اس کی زد کیا براہ راست آپ ﷺ کے ایمان پر اور آپ کی تمام اولاد بشمول حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر نہیں پڑتی؟ (علاوہ حضرت ابراہیمؓ کے) پھر اس کے بعد خاں صاحب کے ممدوح "ائمہ اہل بیت" کی کیا پوزیشن رہ جاتی ہے؟ علمائے دیوبند پر "تبرا" کے جوش و جنون سے خاں صاحب بریلوی نے کیا اس بات پر مطلق بھی غور نہیں کیا؟!

اتنی نہ بڑھا پاکئی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!

جناب احمد رضا خاں بریلوی مزید ارشاد فرماتے ہیں:

بریلویت

"وہابی سب سے بدتر مرتد ہیں۔ ان کا نکاح کسی حیوان سے بھی نہیں ہوسکتا۔ جس سے ہو گا زنائے خالص ہو گا"(۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ "حیوان سے نکاح" کے الفاظ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب غیض و غضب اور بغض وعداوت کے کس بلند زینے پر ایستادہ ہیں؟ اور یہ حیوان سے بھی نکاح نہ ہونا چہ معنی دارد؟ کیا حیوان بھی جناب احمد رضا خاں صاحب کے ہم عقیدہ ہوتے ہیں اور ان کے ہم خیال، جس کی وجہ سے وہابی کے ساتھ ان کا نکاح جائز نہ ہو گا؟ یا پھر اسکا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ حیوانیت کا وصف چونکہ خاں صاحب بریلوی کے ماننے والوں اور ان کے معتقدین کا طرہ امتیاز ہے۔ اس لئے حیوان سے نکاح کے جملہ حقوق بھی انہیں کے نام محفوظ ہیں۔ وہابی اس حق میں دخل و در اندازی نہیں کر سکتے؟؟ اگر خاں صاحب بریلوی کے الفاظ خالص شیعی انداز کے "تبرا" پر مبنی نہیں ہیں تو پھر خاں صاحب کے نظریات کے پیروکار اس بات کی وضاحت کے ذمہ دار ہیں کہ حیوانات میں فعل نکاح کا رواج دنیا کے کس خطہ میں پایا جاتا ہے؟ اور ان سے نکاح پڑھانے والا قاضی ـــــ جو غالباً انسان ہی ہوتا ہوگا ـــــ ان حیوانات سے قبول نکاح کس زبان میں کراتا ہے؟ ـــــ حیوانات کو نکاح یا شرعی قوانین کا مکلف، شریعت اسلامیہ میں تو بنایا نہیں گیا ہے تو پھر یہ حیوانات سے نکاح والی بات انھوں نے کس مذہب اور کونسی شریعت کی رُو سے ارشاد فرمائی ہے ـــــ؟؟ اگر یہ خاں صاحب بریلوی کا محض اظہار "تبرا" نہیں ہے تو پھر حیوانات سے نکاح والی بات کی معقول توجیہہ ہونی چاہیئے۔ وہابی اگر خاں صاحب کے خیال کے مطابق "بدتر مرتد" ہیں تو رشتہ ازدوج کے لئے کیا دنیا میں دوسرے

(۱) "ازالۃ العار" درج در فتاوی رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۵ ص ۱۹۴

مرتدین کا کال پڑگیا ہے جو وہ انہیں چھوڑ کر حیوانات سے رشتہ نکاح استوار کرنے پر مجبور ہوں گے؟اور پھر خاں صاحب کے یہ الفاظ کہ ''جس سے ہوگا زنا خالص ہوگا'' یہ بھی کونسی عقل مندی کی بات ارشاد فرمائی ہے؟ اگر وہ ''مرتدین'' آپس میں ہی اپنے ہم خیال لوگوں میں شادی بیاہ کریں جس طرح دیگر کافرومشرک کرتے ہیں توان کا یہ رشتہ غلط اور ''زنائے خالص'' آخر کس اصول اور کونسی دلیل کی بنیاد پر ہوگا؟ان تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے بغیر ''تبرا'' کا الزام بانی بریلویت جناب احمد رضاخاں صاحب کے دامن سے دھویا نہیں جاسکتا۔

غیرمقلدین حضرات جواپنے آپ کو''اہل حدیث'' کہتے ہیں۔دعویٰ عدم تقلید کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہندوستان کی سرزمین پر سب سے پہلے درس حدیث شروع کیااور حدیث نبوی ﷺ کی باقاعدہ تعلیم کی بنیاد ڈالی۔اس لئے وہ لوگ اپنی نسبت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اوران کے خاندان کے بزرگوں —— خصوصاًشاہ اسماعیل شہید —— سے جوڑتے ہیں۔اس کے علاوہ شرک وبدعات کے استیصال اوراس کی نکیر و مذمت میں وہ لوگ علمائے دیوبند کی ہمنوائی کرتے ہیں چنانچہ ان کا یہ جرم احمد رضاخاں صاحب کے نزدیک کس طرح قابل معافی ہوسکتا ہے؟لہٰذا انھوں نے اپنی کفر کی مشین گن کا رخ اور اس کا دہانہ ان لوگوں کی طرف بھی کھولدیا ہے۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کاارشاد گرامی ہے۔

اھل البدعة کلاب اھل النار — بدعتی لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں

لیکن خاں صاحب بریلوی اس فرمان رسول ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اوراس کو ٹھکراتے ہوئے یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ نہیں بلکہ:

غیر مقلدین جہنیوں کے کتے ہیں۔ رافضیوں کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے"(۱)

حدیث رسول کی بے حرمتی اور فرمان رسول کی تکذیب سے قطع نظر یہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں خاں صاحب بریلوی نے رافضیوں یعنی اہل تشیع کے حق میں کتنی صفائی سے "پنالٹی کارنر" استعمال کیا ہے۔ کیا ان کی یہ ہوشیاری اور چابکدستی قابل داد نہیں؟؟

حقیقت یہ ہے کہ "تبرا" اہل تشیع کے ترکش کا ایک ایسا "زہریلا تیر" ہے جس کی پرواز میں غیض وغضب کی چنگھاڑ، نفرت وعداوت کے شعلے اور بغض وعناد کی تیزی اور سنسناہٹ کے علاوہ معقولیت، شرافت، عدل وانصاف اور انسانیت کی قدروں کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ اس کا ہدف اور مقصد اپنے مخالفین کو زیادہ سے زیادہ ذہنی اذیت اور زک پہونچانا اور انہیں غصہ اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرنا ہے اور بس! اس طرح فریق مخالف کے تلملانے اور اپنی بوٹیاں نوچنے کے تصور سے انہیں لذت ملتی ہے علم النفسیات کے مطابق اہل تشیع کے "تبرا" کا یہ طرز عمل درحقیقت ان کے اذیت پسندی یعنی (Sadism) کی ذہنی مرض کی ایک مذموم صورت ہے ماہرین نفسیات کی تحقیق کے مطابق یہ خطرناک ذہنی کیفیت دماغی عدم توازن اور جنون (Mania) کی علامت اور اس کا شاخسانہ ہے! کیا یہ دماغی عدم توازن اور ذہنی مرض میں مبتلا ہونے کی علامت نہیں کہ کوئی انسان تبرا کے جنون کا شکار ہو کر اس بات کو بھی قطعی طور پر فراموش کردے کہ اس کی زبان و قلم سے نکلنے والے الفاظ معقولیت اور حق وانصاف سے کتنی مطابقت رکھتے ہیں؟

مثال کے طور پر بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کے تبرا اور غیض وغضب کا یہ "نادر نمونہ" ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۱۲۱

"کفر میں یہود، نصاریٰ سے بدتر ہیں، ہندو، مجوس سے بدتر ہیں اور وہابیہ ہندوؤں سے بدتر ہیں"(۱)

ذرا غور فرمایئے۔ تینتیس کروڑ دیوی اور دیوتاؤں کو ماننے والے اور کھلے عام بتوں کی پوجا کرنے والے ہندو اِن خاں صاحب کے نزدیک اُن توحید پرستوں اور کلمہ گو مسلمانوں سے لاکھ درجہ بہتر ہیں جو قرآن و سنت کے بتائے ہوئے طریقوں پر گامزن، سنت رسول کے شیدائی اور اسلامی روایات کے محافظ اور امین ہیں۔

گویا قرآن مجید کے الفاظ میں:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلاَّ اَنْ يُّؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (البروج: آیت ۸)

ان لوگوں نے مسلمانوں میں صرف یہ عیب پایا ہے کہ یہ (ان کی خرافات کے بجائے) اللہ زبردست، سزاوار حمد پر ایمان رکھتے ہیں:

نفرت و عداوت اور تبرائی ذہنیت کے کچھ اور نمونوں پر بھی چلتے چلتے نگاہ ڈال لیں۔

"یہودیوں کا ذبیحہ حلال ہے مگر وہابیوں کا ذبیحہ محض نجس و مردار قطعی حرام ہے اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی، پرہیز گار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں"(۲)

اسی طرح خاں صاحب بریلوی کا یہ ارشاد کہ:

"ایسے زانی جن کا زنا ثابت ہو چکا ہو ان کا ذبیحہ حلال ہے"(۳)

واضح رہے کہ یہودی، رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے اور آپ کی برملا توہین و تردید کرتے رہتے ہیں، اور قرآن کی شہادت کے مطابق مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں۔ گویا وہی ساری خصوصیات جن کی بنیاد پر وہابی خاں

(۱) فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۱۳

(۲) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲۲

(۳) "فتاویٰ افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۷

صاحب بریلوی کے نزدیک مرتد و مردود ٹھہرے ان یہودیوں میں بھی موجود ہیں بلکہ ایک لحاظ سے یہود، وہابیوں سے بھی بڑے "مجرم" ہیں کیونکہ یہود انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کرتے رہے ہیں جبکہ وہابی قتل انبیاء کے مرتکب ہوں، خاں صاحب بریلوی بھی اس کا دعوی نہیں کر سکتے؟ تو پھر یہودیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ ان کے قبیح جرائم کے باوجود حلال اور وہابیوں کا حرام کیوں؟ آپ کہیں گے کہ یہودیوں کے توہین رسولؐ، قتل انبیاء اور اسلام دشمنی کے جرائم اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لانے کے باوجود، خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اہل کتاب (یہود و نصاری) کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے اس لئے ان کا ذبیحہ حلال ٹھہرا۔ بالکل درست فرمایا۔ آمنا و صدقنا۔ مگر جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ان یہود سے کمتر جرائم کے مرتکب بشرطیکہ انھوں نے خاں صاحب بریلوی کے دعووں کے علی الرغم فی الواقع ان جرائم کا ارتکاب کیا بھی ہو —— ان وہابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ آخر کس حدیث یا دلیل شرعی کی رُو سے یا کونسی وحی کی بنیاد پر حرام قرار دیا ہے——؟ کیا خاں صاحب بریلوی بھی —— غلام احمد قادیانی کی طرح ——خود پر وحی آنے کے دعوی دار تھے؟!

خاں صاحب بریلوی نے "وہابیوں" کو یہود و نصاری وغیرہ سے بدتر لکھا ہے۔ اگر یہ ان کی محض "کوری تبرا بازی" نہیں ہے تو بتایا جائے کہ وہابی باوجود اس کے خاں صاحب کے نزدیک "توہین رسول ﷺ کے مرتکب" ہوئے ہیں اور بقول ان کے "اوپر اوپر سے کلمہ گو" ہی سہی مگر وہ حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان کے مدعی تو بہر حال ہیں۔ یہود کی طرح رسالت محمدیہ کے صاف منکر تو نہیں ہیں؟ اس کے علاوہ یہود کا سب سے بڑا اور قبیح جرم "قتل انبیاء و رسل" جس کی شہادت قرآن مجید میں کئی جگہ پر موجود ہے۔ اس سے تو وہابیوں کا دامن داغدار نہیں ہے؟ ظاہر بات ہے کہ خاں صاحب بریلوی یا

ان کے حوار یین و منتسبین کسی طرح بھی یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ وہابی قتل انبیاء کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ احمد رضا خاں صاحب کے تمام تر جھوٹے دعووں کے علی الرغم ''وہابیہ'' یہود سے کفر میں بدتر کسی صورت میں نہیں ہو سکتے۔ تو پھر خاں صاحب بریلوی کا انہیں یہود سے بدتر باور کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا کیا محض، جھوٹ، افتراء، بغض وعداوت اور ''تبرا'' نہیں کہلائے گا؟ اور تبرا کے عادی کون لوگ ہوتے ہیں؟ وضاحت کی ضرورت نہیں؟!

ان کی تبرا بازی کے مزید نمونے دیکھئے ـــــ خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

"ان کی (یعنی وہابیوں کی) نہ نماز، نماز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز، نماز ـــــ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے"(۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وہابیہ کی نہ نماز، نماز ہے اور نہ ان کی جماعت، جماعت، ان کی مسجد عام گھر کی طرح ہے۔ جس طرح ان کی نماز باطل، اسی طرح ان کی اذان بھی۔ لہٰذا ان کی اذان کا اعادہ کیا جائے"(۲)

حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ (التوبہ: آیت ۱۸)	بلاشبہ اللہ کی مسجدوں کو آباد صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور صرف اللہ سے خوف کھاتے ہیں

(۱) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۲۹

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ص ۱۰۵

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک "صحیح حدیث" بھی اس ضمن میں ملاحظہ ہو:

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا رَاَیْتُمْ الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان فان اللہ یقول: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ (رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ باب المساجد ص۲۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو پابندی سے مسجد میں حاضر ہوتے دیکھو تو اس کے صاحب ایمان ہونے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو

مذکورہ بالا قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی کی گواہی کے مطابق مسجدوں کو آباد کرنے یعنی ان میں اذان و نماز باجماعت کا التزام کرنے والے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک "صاحب ایمان" ہیں۔ کیونکہ کافروں کو اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ وہ اللہ کی مساجد میں جاکر نماز و عبادت کریں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے! وہ تو اپنے ہی طور طریقوں سے اپنے خود ساختہ معبودوں کو پوجتے ہیں۔ جو لوگ مساجد میں روزانہ پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ بآواز بلند اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان و اقرار کرتے ہیں اور پھر جماعت سے قبل اس اعلان و اقرار کا اعادہ اقامت میں کرنے کے بعد قرآن و احادیث کے احکامات کے مطابق نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے آخری رسول ہونے کا عقیدہ اور یقین رکھتے ہیں ان کو خارج از اسلام سمجھنا اور راور انہیں کافر و مشرکوں سے بدتر سمجھنا سوائے اظہار عداوت اور ظلم و عدوان کے اور کیا ہے؟ قرآن مجید ہی کی تصریح کے مطابق مسلمانوں سے شدید عداوت رکھنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں، اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں! قرآن مجید مسجدوں

کو آباد کرنے والوں کے بہر حال مومن اور مسلم ہونے کی گواہی دیتا ہے خاں صاحب خواہ کچھ بھی کہتے رہیں۔ خاں صاحب بریلوی فتویٰ دیتے ہیں کہ:

"وہابی کے پیچھے نماز ادا کرنا باطل محض ہے"(۱)

نیز یہ کہ:

"وہابیوں کو مسلمان سمجھنے والے کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں"(۲)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

"وہابی کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے"(۳)

اور یہ کہ:

"وہابی نے نماز جنازہ پڑھائی تو گویا مسلمان بغیر جنازہ کی نماز کے دفن کیا گیا"(۴)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں لوگوں کو آنے سے اور اس کا ذکر کرنے سے روک دے۔ اور اس طرح وہ ان (مساجد) کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو تو کبھی بے خوف ہو کر مسجدوں میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔
(البقرہ: آیت ۱۱۴)	

(۱) "بارع النور" درج در فتاویٰ رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۴۳

(۲) "النہی عن فی ختم النبیین" درج در فتاویٰ رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۸۱،۸۰

(۳) "ملفوظات" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۷۶

(۴) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۱۲

قرآن مجید کی اس کھلی وعید اور شدید وارننگ کے باوجود بریلوی حضرات نے "وہابیوں" کو مساجد سے نکالنے کے لئے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام انہوں نے "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" یعنی وہابیوں کو مسجدوں سے نکالنے کا حکم اور اس کے شواہد رکھا ہے "وہابیوں" کو مسجدوں میں آنے سے روکنے کے لئے خاں صاحب بریلوی کے شاگرد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"مسلمان، وہابی، غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں۔ وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوادیں۔ ان کا مسجدوں میں آنا باعث فتنہ ہے۔ چنانچہ اہل سنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں"(۱)

برصغیر ہندوپاک میں ایسی بہت سی مساجد ہیں جن کے دروازے پر لکھا ہوا ہے:

"اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ ممنوع ہے"

بریلی جنکشن ریلوے اسٹیشن کے پاس بنی مسجد میں ہم نے خود اس قسم کی عبارت لکھی دیکھی ہے۔

نماز کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ:

صلّوا خلف کل بر و فاجر   یعنی نماز پڑھانے والا خواہ نیک ہو یا فاجر، ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔

مشکوٰۃ اور ابو داؤد شریف میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی موجود ہے:

---

(۱) مجموعہ فتاوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۶۴

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الجھاد واجب علیکم مع کل امیر برًا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر. والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براکان اوفاجرًاوان عمل الکبائر. والصلوٰۃ واجب علی کل مسلم برّاکان او فاجرًا وان عمل الکبائر (ابوداؤد، مشکوٰۃ باب الامامۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو! ہر نیک یا بد امیر کی رہنمائی میں خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو، تم پر جہاد فرض ہے۔ اور ہر نیک یا بد مسلمان کے پیچھے خواہ وہ کبائر کا مرتکب ہو نماز ادا کر لینا واجب ہے اسی طرح ہر نیک یا بد کی نماز جنازہ ادا کرنا خواہ وہ گناہ کبیرہ میں مبتلا رہا ہو تم پر واجب ہے

مسلمانوں سے نفرت، عداوت اور "تبرا" کے ضمن میں ایک اقتباس آخر میں ملاحظہ فرمالیں:

جناب احمد رضا خاں صاحب انسانیت اور شرافت کے جامہ سے باہر ہو کر "وہابیوں" پر کس طرح غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں:

"خبیثو! تم کافر ٹھہر چکے ہو، ابلیس کے مسخرے، دجال کے گدھے...... ارے منافقو!......... وہابیہ کی پوچ عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہونچی ہے۔ نجدیت کے کوّے سسکتے، وہابیت کے بُوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑکتے"(۱)

اگر اس کا نام بھی "تبرا" نہیں تو شاید تبرا کا وجود کرہ ارض پر کہیں نہیں پایا جاتا۔ ثریا اور مریخ پر کہیں ہو تو ہو!

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی اس قسم کی خرافات، علمائے دیوبند پر بے بنیاد الزامات اور ان پر بدترین تبرابازی کی یہ مہم آخر کس مقصد سے تھی اور انہیں کافر و مرتد ثابت کرنے کی پرزور کوششیں انھوں نے کیوں کیں؟ ہر

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۲ تا ۲۰

سنجیدہ اور پڑھے لکھے انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے اس کی ذہنی خلش میں خاص طور پر اس وقت اور اضافہ ہو جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی اس سے قبل اپنی دانست میں "امام الوہابیہ" مولانا اسمٰعیل شہیدؒ پر ایک دو نہیں بلکہ پورے پچھتر وجوہ سے کفر عائد کر چکے تھے اس کے باوجود بھی ان کے لئے احمد رضا خاں صاحب آخر میں یہ فرماگئے:

"امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الاّ اللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے"(۱)

اور مزید یہ کہ:

"علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی صواب ہے۔ وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد"(۲)

ایسی صورت میں جبکہ ستر یا پچھتر وجوہات سے کفر لازم ہونے کے باوجود مولانا اسمٰعیل شہید کفر سے بری اور مسلمانوں میں شمار ہو سکتے ہیں تو پھر ان کے متبعین یعنی علمائے دیوبند —— بقول خاں صاحب بریلوی کے —— اگر ان سے بھی کفریہ عبارات کا صدور ہوا ہے تو بھی بہر حال مولانا اسمٰعیل شہید سے کم ہی ہوا ہے۔ یعنی کسی کا ایک کفر اور کسی کے دو یا تین کفر ہی احمد رضا خاں صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ کونسا انصاف ہے کہ پچھتر کفریہ عقائد رکھنے والے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کفر سے صاف بری کر دئے جائیں اور ایک دو الزامات کفریہ رکھنے والے اکابرین دیوبند کے ساتھ یہ شدت تکفیر ——؟ آخر ایسا کیوں ہے ——؟ کیا شریعت احمد رضا خاں صاحب کے ہاتھوں کا کھلونا ہے کہ اس سے جیسے چاہیں کھلواڑ کرلیں اور جس کسی کو چاہیں جہنم میں ڈھکیل دیں اور جسے چاہیں جنت کا ٹکٹ دیدیں ——!! کیا خاں

---

(۱) "سبحان السبوح" احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۰
(۲) "سبحان السبوح" احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۰

صاحب بریلوی رسول اللہ ﷺ اور شیخ عبد القادر جیلانی کو "مختار کل" کہتے کہتے خود اپنے آپ کو بھی شریعت کا مختار کل سمجھنے لگے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب کی اس "تھوک پیمانے پر" تکفیر کا مقصد محض مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور ان کے درمیان افتراق اور بغض ونفاق کی خلیج پیدا کرنا ہے۔ تاکہ وہ متفق اور متحد ہو کر مستقبل میں برصغیر کے اندر شیعیت کے لئے عظیم خطرہ نہ بن سکیں۔ یہی وہ بنیادی مقصد تھا جس کے لئے احمد رضا خاں صاحب نے اتنے پاپڑ بیلے اور بالآخر مسلمانوں کو پچاس سال کے قلیل عرصہ میں دو مستقل گروہوں میں بانٹ کر چین لیا۔

خان صاحب بریلوی کے سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی کا یہ اعتراف قارئین گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ:

> " مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتبۂ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی"(۱)

تحریف قرآن مجید اور بریلوی اساطین

قرآن مجید کے مطالعہ سے قوم یہود کی پانچویں خصوصیت جو ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ ان کا اللہ کے کلام میں لفظی و معنوی تحریف کرنے کا جرم عظیم ہے یہود نے تورات کے الفاظ اور اس کے احکام و قوانین کو بدل ڈالا۔ لیکن قرآن مجید کے الفاظ اس کے مصحف میں تبدیل کر دینا تو ان دشمنان اسلام کے بس کا روگ نہیں، کیونکہ اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود فرمایا ہے البتہ: اس کی متفرق آیات کو اپنی کتابوں میں درج کرتے وقت دشمنان اسلام نے ہیرا پھیری کرنے کی مذموم کوششیں برابر جاری رکھی ہیں! تاہم

(۱) "سوانح اعلیٰ حضرت" قاری احمد پیلی بھیتی ص ۸

نفس متن قرآن پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ قرآن مجید، حالت نزول کے مطابق غیر محرف نہ صرف اوراقِ مصحف میں قیامت تک کے لئے محفوظ و موجود ہے بلکہ حفاظ امت کے سینوں میں بھی اسی طرح من و عن دور اول سے محفوظ ہوتا چلا آرہا ہے۔ البتہ: ان آیتوں کی اپنی کتابوں میں تحریفات سے ان دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

دشمنان اسلام یہود کے معنوی سپوت "اہل تشیع" نے اپنے خود ساختہ عقیدۂ امامت کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اس سوال کے جواب سے بچنے کے لئے جس عقیدۂ امامت پر کفر و ایمان اور جنت و نار کا دار و مدار ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے؟ جبکہ عقیدۂ توحید و رسالت، آخرت کے مسائل، احکام معاشرت و معیشت یہاں تک کہ بہت سے مسائل جزئیہ کو قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر مختلف عنوانات سے بیان فرمایا ہے۔ اہل تشیع کے لئے اس الجھن سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس لئے انھوں نے تحریف قرآن کا عقیدہ تراشا، اور نہ صرف یہ کہ انھوں نے اس بات کا دعوی کیا کہ قرآن میں صدہا جگہ پر حضرت علی کی امامت کو صاف صاف بیان کیا گیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد جن حضرات نے "غاصبانہ طور پر" خلافت پر قبضہ کرلیا تھا، انھوں نے وہ کلمات، آیتیں اور سورتیں نکال دیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور "ائمہ معصومین" کی امامت کا تذکرہ تھا اور ان کے نام مذکور تھے، بلکہ ان ظالموں نے اپنی کتابوں میں قرآن کی مختلف آیتوں میں اسی مضمون کے ٹکڑے جوڑ کر انہیں اصلی آیتوں کی جگہ پیش کیا، جیسے "اصول کافی" کی روایت کے مطابق ابو بصیر راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ سورۂ احزاب کے آخری رکوع کی یہ آیت: مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا اس طرح نازل ہوئی تھی۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ في ولاية علي والأئمة من بعده فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا مقصد یہ ہے کہ اس آیت میں

حضرت علی اور ان کے بعد کے تمام ائمہ کا صراحت سے ذکر تھا لیکن اہل تشیع کا خیال خام یہ ہے کہ اس آیت میں سے " فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ کے الفاظ نکال دیئے گئے ہیں(۱)

"اصول کافی" کے اسی صفحہ ۲۶۲ پر ابو بصیر راوی کی ایک اور روایت امام جعفر صادق سے مروی موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سورۃ المعارج کی یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ بولایۃ علی لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ

اس آیت میں خط کشیدہ الفاظ " بولایۃ علی " جو اہل تشیع کا اضافہ ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق یہ الفاظ قرآن مجید کی اس آیت میں سے نکال دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح "اصول کافی" میں امام باقر سے بھی ایک روایت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:

"جبرئیل علیہ السلام نے یہ آیت اس طرح نازل کی تھی —— یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فی ولایۃ علی فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا بولایۃ علی فَاِنَّ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ (۲)

یعنی اس آیت میں بھی حضرت علی کی امامت کا تذکرہ تھا جو نکال دیا گیا۔ یہ روایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ قرآن میں یہ آیت موجود نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی "تحفہ اثنا عشریہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ رافضی علماء کا یہ بھی دعوی ہے کہ سورۃ "الم نشرح" کی ایک آیت

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۲۶۲
(۲) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۲۶۷

حذف کر دی گئی اور وہ آیت ان کے خیال کے مطابق " وجعلنا علیاً صہرک "
یعنی ہم نے علیؓ کو آپ ﷺ کا داماد بنایا(۱)

۴- اہل تشیع کے ایک بڑے مجتہد اور ان کے یہاں محدث شمار ہونے والے علامہ نوری طبرسی نے ایک کتاب تحریف قرآن ہی کے موضوع پر "مشہد مقدس" میں بیٹھ کر لکھی تھی جس کا نام ہے " فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب " یہ کتاب اہل تشیع کے نزدیک نہایت معتبر اور مستند ہے اور شیعہ حضرات اس کتاب پر بہت فخر کرتے ہیں۔ اس میں علامہ نوری طبرسی نے یہ دعوی کیا ہے کہ تحریف قرآن کی روایات دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اسی طرح ایک اور شیعی عالم سید نعمت اللہ جزائری بھی قرآن مجید میں تحریف کئے جانے کی روایات دو ہزار سے زاید بیان کرتے ہیں اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ شیعہ اکابر کی ایک بڑی جماعت جس میں شیخ مفید اور علامہ مجلسی شامل ہیں، انھوں نے ان روایات کو مشہور اور مستفیض لکھا ہے۔ اور ان کے بعض علماء نے تحریف کی ان روایات کے بارے میں تواتر کا دعوی کیا ہے جیسے قاضی القضاۃ علی بن عبد العالی اور " محدث جلیل "ابوالحسن الشریف شیعی وغیرہ۔ علامہ مجلسی کے گمان کے مطابق تحریف قرآن کی روایات مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں۔ (۲)

اہل تشیع کے نزدیک معتبر ترین تفسیر " صافی " کے مولف محسن فیض کاشانی (م ۱۰۹۱ھ) اپنی اس تفسیر میں اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ موجودہ قرآن وہ نہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، کیونکہ اس کا کچھ حصہ تنزیل کے خلاف ہے، کچھ حصہ تبدیل شدہ اور محرف ہے اور بہت سی چیزیں اور آیات اس میں سے نکال دی گئی ہیں جن میں اکثر مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

(۱) "مختصر تحفہ اثنا عشریہ" (عربی تلخیص) علامہ سید محمد شکری آلوسی ص ۳۳
(۲) "فصل الخطاب" علامہ نوری طبرسی ملخصاً ص ۳۴۸

نام بھی تھا۔اس کے علاوہ ان کے خیال کے مطابق قرآن کی موجودہ ترتیب بھی خدا کی پسندیدہ ترتیب نہیں ہے۔اس لئے ان کے خیال کے مطابق پورا قرآن نا قابل اعتبار ہے۔ اور اصل قرآن وہ تھا جو ان کے امام غائب لے کر روپوش ہیں اور قرب قیامت میں جب ان کا ظہور ہوگا تو وہ اصل قرآن دنیا کے سامنے پیش کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

"اصول کافی" میں ہشام بن سالم سے ایک روایت بیان کی گئی ہے جس میں دعوی کیا گیا ہے کہ قرآن کا دو تہائی حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔

عن ھشام بن سالم عن ابی عبدالله علیه السلام قال ان القرآن الذی جاء به جبرنیل الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر الف آیة (۱)	ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا وہ قرآن کہ جس کو جبرئیل محمد ﷺ پر لے کر نازل ہوئے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں

اسی طرح "احتجاج طبرسی" میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ قرآن کی سورہ نساء کے پہلے رکوع میں آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَاتُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ میں وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَاتُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی اور فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ کے درمیان ایک تہائی قرآن سے زیادہ تھا جو ساقط کر دیا گیا۔اس میں خطاب تھا اور قصص تھے۔ احتجاج کی اس روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کے درمیان سے منافقین نے ایک تہائی قرآن سے زیادہ غائب کر دیا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پورے قرآن سے کتنا غائب کیا گیا ہوگا (۲)

اسی طرح "اصول کافی" میں جابر سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۶۷۱ باب فضل القرآن۔

(۲) "احتجاج طبرسی" علامہ نوری طبرسی ص ۱۲۸ (طبع ایران)

عن جابر قال سمعت ابا جعفر یقول ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما نزل کذاب وما جمعه وما حفظه کمانزلہٗ اللّٰہ تعالٰی الاعلی بن ابی طالب والأئمة من بعده (۱)	جابر سے مروی ہے کہ میں نے امام باقر سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ دعوی کرے کہ اس نے پورے قرآن کو جس طرح نازل ہوا تھا جمع کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن کو نزول کے مطابق حضرت علیؓ اور بعد کے ائمہ کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا۔

یہ بات اہل تشیع کے معروف مسلمات میں سے ہے کہ اصل قرآن جو حضرت علیؓ نے جمع فرمایا تھا وہ موجودہ قرآن سے جسے شیعہ حضرات "بیاضِ عثمانی" کا نام دیتے ہیں بالکل مختلف تھا۔ حضرت علیؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہا اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے "شیعہ ائمہ" کے پاس رہا اور اب وہ "امام غائب" کی تحویل میں ہے۔ اس مضمون کی بہت سی روایتیں اصول کافی کے صفحہ ۱۳۹ اور ۱۷۶ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

شیعوں کے مقتدر عالم اور پیشوا مولوی سید علی الحائری لاہوری اور ان کے نفس ناطقہ مرزا احمد علی امرتسری نے اردو زبان میں ایک رسالہ "الانصاف فی الاستخلاف" کے نام سے لکھا تھا جس میں مرزا موصوف نے موجودہ قرآن کے بارے میں اپنا اور تمام اہل تشیع کا یہ عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ موجودہ قرآن غلط، ناقص اور غیر صحیح الترتیب ہے اور یہ کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ (۲)

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اہل تشیع "امام غائب" کے ساتھ "قرآن غائب" کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور موجودہ قرآن اور اس کی صداقت پر نہ ان کا ایمان

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۱۳۹ و ۱۸

(۲) "الانصاف فی الاستخلاف" مرزا احمد علی امرتسری ص ۴۵

ہے اور نہ ہی اس کا ادب واحترام اور عزت واہمیت ہی ان کے دل میں موجود ہے۔ اس لئے قرآن کے الفاظ میں رد وبدل اور اس کے الفاظ ومعانی سے کھیل کرنا ان کا روز مرہ کا معمول اور دل پسند مشغلہ ہے۔

مثال کے طور پر شیخ صدوق جو شیعہ علماء میں بلند ترین مقام رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب " من لایحضرہ ' الفقیہ " شیعوں کی اصح الکتب اور "اصول اربعہ "میں شمار ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ شیعوں کی "امہات کتب" جن پر شیعہ مذہب کی بنیاد ہے چار ہیں:

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی کی یہ کتاب ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس میں سترہ ہزار شیعی ائمہ کی روایات جمع ہیں جن کو اہل تشیع "حدیث" کا نام دیتے ہیں۔

(۲) "التہذیب" —— اور

(۳) " الاستبصار فی ما اختلف فیہ الاخبار" یہ دونوں کتابیں ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی کی لکھی ہوئی ہیں۔

(۴) " من لایحضرہ الفقیہ" یہ کتاب محمد بن علی بابویہ قمی المعروف بہ صدوق کی تصنیف ہے۔

ان چاروں کتابوں کو "اصول اربعہ" کہا جاتا ہے۔

چنانچہ شیخ صدوق اپنی کتاب " من لایحضرہ الفقیہ " میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ حلال قرار دیا تھا اور دلیل میں وہ سورۃ النساء کی آیت اس طرح تحریف کرکے پیش کرتے ہیں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهُنَّ الى اجل مسمى فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً من الله قرآن کی اس آیت میں خط کشیدہ الفاظ یعنی " الی اجل مسمی اور "من اللہ" کا اضافہ شیخ صدوق نے اس لئے کیا ہے تاکہ وہ اس طرح زنا اور بدکاری کو اہل تشیع کے مذہب کے مطابق ایک مقدس عبادت بنا کر پیش کرسکیں۔ اسی طرح انہیں شیخ صدوق نے ابوزبیر کی

یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین چیزیں شکایت لے کر آئیں گی (۱) قرآن مجید (۲) مسجد (۳) اہل بیت۔ قرآن کہے گا کہ اے میرے پروردگار انھوں نے میرے اندر تحریف کر کے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ مسجد کہے گی کہ مجھے ناکارہ بنا کر ضائع کر دیا اور اہل بیت کہیں گے کہ ہمیں ان ظالموں نے قتل کر کے در بدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا۔

اس قسم کی قرآنی آیات میں تحریف کی مثالیں شیعی لٹریچر میں بے شمار ہیں اور جگہ جگہ بکھری نظر آتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ بطور ثبوت شیخ صدوق کی تحریف قرآن کا مذکورہ بالا ایک ہی نمونہ کافی ہے۔

شیخ صدوق کی طرح طوسی، شریف مرتضیٰ، اور طبرسی کی کتابوں میں بھی آپ کو قرآن کی آیتوں میں اہل تشیع کی تحریف لفظی و معنوی کے بے شمار نمونے ملیں گے۔

جہاں تک اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے نظریہ کی بات ہے تو ان کے نزدیک قرآن کے ایک لفظ کا انکار یا اس میں ردوبدل بھی کفر ہے۔

قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) کہتے ہیں:

"تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم جو تمام دنیا میں پڑھا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں الحمد شریف کے اول سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے آخر تک لکھا ہوا دو دفتین میں موجود ہے وہی کلام اللہ ہے اور یہ خدا کی وہی وحی ہے جو اس کے نبی حضرت محمد ﷺ پر اتری ہے اور یہ کہ جو کچھ اس میں ہے وہ حق ہے اور اس پر بھی سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو اس میں سے قصداً ایک حرف کم کرے یا اسے کسی دوسرے حرف سے بدلے یا اس میں کوئی ایسا حرف بڑھائے جو اس

قرآن کا جس پر سب کا اتفاق ہے نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ
قرآن کا نہیں اور وہ یہ سب کچھ قصداً کر رہا ہو تو بیشک وہ کافر ہے"(۱)

لہٰذا یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ قرآن مجید پر صدق دل سے ایمان رکھنے والا کوئی بھی صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت مسلمان قرآن کے کسی ایک لفظ یا نقطہ واعراب میں تحریف اور تبدیلی کی بات اپنے ذہن میں بھی نہیں سوچ سکتا!—— اس قسم کی مذموم حرکت یا جرأت بے جا وہی کرے گا جو یا تو کھلا ہوا شیعہ ہو یا پھر تقیہ کی دبیز نقاب میں پوشیدہ ہو کر دوسروں کو بے وقوف بنانے اور دھوکا دینے کے لئے خود کو "سنی" یعنی اہل سنت والجماعت بنا کر پیش کرتا ہو۔

حقیقت میں یہ بھی قرآن مجید کا ایک اعجاز ہے کہ وہ بڑے سے بڑے خرانٹ اور تقیہ بردار شیعہ کے مکروہ چہرے پر سے تقیہ کی زرتار نقاب نوچ کر ایک لمحہ میں پھینک دیتا ہے اور قرآن کی آیات میں تحریف کا مرتکب ہوتے ہی وہ ننگا ہو کر اپنی اصلی شیعی شکل میں آجاتا ہے۔ کیونکہ اسے اللہ کے کلام میں تحریف کرنے کی جرأت اسی لئے تو ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک موجود قرآن "اصل قرآن" نہیں ہے جس کا ادب واحترام اور عزت ووقعت اس کے دل میں ہو، بلکہ وہ اسے اصلیت میں اپنے شیعی عقیدے کے مطابق صرف "بیاض عثمانی" تصور کرتے ہوئے بلاخوف وخطر اور بے جھجک اس میں تحریف اور تبدیلیاں کرتا چلا جاتا ہے۔

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب تقیہ کے نقاب میں پوشیدہ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کو براہ راست شیعوں کی طرح محرف یعنی تبدیل شدہ کہنے کی جرأت تو نہ کر سکے مگر اپنے خاندانی سبائی مزاج اور افتاد طبع کا اظہار کرنے کے لئے قرآن مجید کو غیر محفوظ پھر بھی لکھ دیا۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) "الشفاء" بتعریف حقوق المصطفیٰ قاضی عیاض بن موسیٰ ج ۲ ص ۳۰۴، ۳۰۵

"قرآن عظیم کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور! نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ (الملفوظ ج ۳ ص ۲۲۴،۲۲۵)

اگرچہ بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب اپنی دانست میں زندگی بھر تقیہ کا مضبوط خول اپنی ذات پر چڑھائے رہے تاکہ کوئی بھی ان کی اصلیت کی تہہ تک نہ پہونچ سکے۔ انہوں نے اپنی فطری ذہانت اور مرموز تحریروں کے ذریعہ نہ صرف اپنی "سنیت" کا زبردست پروپیگنڈا کیا بلکہ خود کو زندگی بھر "امام اہل سنت" بھی کہلواتے رہے۔ مگر اپنی "سبائی فطرت" سے مجبور ہو کر جیسے ہی وہ تحریف آیات قرآنی کے درپے ہوئے، ان کی قلعی کھل گئی اور تقیہ کا لبادہ ان کے تن شیعیت پر سے منٹوں میں اتر گیا۔

ملاحظہ ہو۔ پہلے ان کے قرآن کی آیات میں تحریف لفظی کے نمونے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ ان کی معانیٔ قرآن میں ترمیم و تحریف کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

(۱) قرآن مجید میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ اس طرح ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب "احکام شریعت" میں اس آیت کو تحریر کرتے وقت اس میں لفظ اَمْرِهِمْ کو اَنْفُسِهِمْ سے بدل دیا ہے اور اس آیت کو اس طرح لکھا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اور اس کا ترجمہ بھی یہ کیا کہ:

"انہیں کچھ اختیار ہے اپنی جانوں کا" (۱)

(۱) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۸

یہ ترجمہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ لفظ عمداً بدلے گئے ہیں یہ کاتب کی غلطی نہیں ہے۔ اگر کاتب نے غلطی سے متن میں مِنْ اَمْرِھِمْ کی جگہ مِنْ اَنْفُسِهِمْ لکھ دیا ہوتا تو اس کا ترجمہ "اپنی جانوں کا" کہاں سے آ گیا؟

(۲) قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۶ اس طرح ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب " لمعة الضحی فی اعفاء اللحی " میں اس آیت کے آخری حصے کو اس طرح بدل دیا:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ عَنْ اَمْرِنَا فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ(۱)

خط کشیدہ الفاظ "عَنْ اَمْرِنَا" کا اضافہ نہ صرف متن میں ہے بلکہ اس کا ترجمہ بھی باقاعدہ طور پر خاں صاحب بریلوی نے یہ کیا ہے۔" اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز و بے پرواہ ہے"(۲)

(۳) اسی طرح سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۴ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ میں احمد رضا خاں صاحب نے تحریف کر کے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کر دیا ہے یعنی "من المؤمنین" کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھادئے یہ بھی کاتب کی غلطی نہیں ہو سکتی کیونکہ کاتب اپنی طرف سے الفاظ بڑھا نہیں سکتا(۳)

(۴) سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے حوران جنت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ

(۱) " لمعة الضحی فی اعفاء اللحی" احمد رضا خاں صاحب ص ۲۰

(۲) "لمعة الضحی فی اعفاء اللحی" احمد رضا خاں صاحب ص ۲۰

(۳) "لمعة الضحی فی اعفاء اللحی" احمد رضا خاں صاحب ص ۲۰

بریلویت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے "فتاوی رضویہ" جلد اول میں اپنے فتاوی کی تعریف کرتے ہوئے سورہ رحمٰن کی اس آیت میں اس طرح تحریف کی ہے اور الفاظ میں رد و بدل کر کے یوں لکھا ہے تجدوا فیھا عرائس والنفائس کانھن الیاقوت والمرجان لم یطمثھن قبلی انس ولا جان اور خود ہی ان کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اور ستھری دلہنیں گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ جن کو مجھ سے پہلے کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہیں لگایا"(۱)

اس آیت میں انھوں نے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر لفظ "قبلھم" کو بدل کر "قبلی" کیا اور اس کو گھسیٹ کر "انس" سے پہلے لائے۔ یعنی الفاظ قرآنی کی ترتیب بھی بدل ڈالی۔ گویا قرآن نہ ہوا (نعوذ باللہ) کھلونا ہو گیا جس سے خاں صاحب بریلوی جس طرح چاہیں کھیل کریں اور اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں۔

اس آیت میں ان کے تحریف قرآن کے اس "جرم عظیم" سے قطع نظر کچھ اور باتیں بھی قابل غور ہیں:

مثال کے طور پر جب خاں صاحب بریلوی کے قول کے مطابق ان کے فتاوی ایسے اچھوتے ہیں کہ ان سے قبل کسی جن یا انسان کی ان تک رسائی نہیں ہو سکی تھی تو گویا وہ خاں صاحب کے خود ساختہ اور نو ایجاد ہوئے، اور دین میں نئی ایجاد کرنے کو احادیث میں بدعت کہا گیا ہے اور بدعت جہنم میں لے جانے والی چیز ہے۔

"کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" دین میں نئی نکالی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی چیز ہے

(۱) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ا ص ۳

اس طرح گویا خاں صاحب بریلوی نے اپنے مبتدع اور بدعات و محدثات کے موجد ہونے کا خود ہی اعتراف کر لیا ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ خاں صاحب بریلوی ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کو عالم ماکان و مایکون کہتے ہیں اور "الملفوظ" حصہ سوم صفحہ ۹ کی تصریح کے مطابق وہ مایکون میں صرف محدثات کے علم کو داخل مانتے ہیں۔ تو کیا ان کا "فتاویٰ رضویہ" حادث نہیں، کلام الٰہی کی طرح قدیم ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی؟ کیا اس دعوے سے ان کے عقیدہ ماکان و مایکون کی نفی نہیں ہوتی؟

(۵) قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا کو اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں احمد رضا خاں صاحب نے الفاظ کا اضافہ کر کے اس طرح لکھا ہے:

" فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ولاهل السنّة من اللہ احمد رضا۔ آمین[1]

اس کا ترجمہ احمد رضا خاں صاحب نے اس طرح لکھا ہے

"وہابیوں کے دلوں میں روگ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کا روگ بڑھا دیا ہے اور اہل السنہ کے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے (آمین)

قرآن مجید کی آیت کے ساتھ اپنے بنائے ہوئے عربی فقرے کو جوڑنا اور اپنے آپ کو "مامور من اللہ" بتانا ان کی شیعی ذہنیت کی صاف عکاسی کرتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں مامور وہ ہوتا ہے جس کے بارے میں آخرت میں پوچھا جائے کہ تم نے اسے قبول کیا تھا؟ اور اس کے سلسلے میں وہاں جواب دہ ہونا پڑے۔ شیعہ حضرات جس طرح اپنے بارہ "ائمہ معصومین" کو مامور من

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ٦

سمجھتے ہیں اسی طرح ان کے نمائندے شیعہ مجتہدین، جو ان کی اصطلاح میں "آیت اللہ" کہلاتے ہیں وہ بھی مامور من اللہ تصور کیے جاتے ہیں، جیسے موجودہ دور میں ایران کے شیعہ رہنما آیت اللہ خمینی اور موجودہ صدر ایران آیت اللہ خامنہ ای وغیرہ۔ ممکن ہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب شیعہ کاز کے لئے اپنی طویل اور اہم "خفیہ خدمات" کی وجہ سے اپنے آپ کو بحیثیت شیعہ "آیت اللہ" کے درجے کا مامور من اللہ مجتہد سمجھتے ہوں تاہم ایک صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت مسلمان کے نزدیک جو ختم نبوت پر غیر متزلزل اعتقاد رکھتا ہو، یہ تصور کرنا ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے اور دربار الٰہی سے ہدایات اور پیغامات صادر ہو کر جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ بندوں تک پہونچائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی خاص کام پر اللہ کی طرف سے مامور ومقرر ہونے کی خبر جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ ہی بھیجی جاسکتی ہے، براہ راست آسمان سے "ماموریت نامہ" ٹپکنے سے رہا! ــــ بہر کیف: شیعہ حضرات کا یہ محکم عقیدہ کہ ان کے "ائمہ اہل بیت" پر وحی نازل ہونے کا سلسلہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد جاری ہے۔ اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے لئے کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں!

اور پھر خاں صاحب بریلوی نے اس آیت کی تحریف کے بعد اس پورے عربی جملہ + آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ ان کے ترجمہ کے مطابق: "اہل سنت کے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے" کے بعد "آمین" کا کوئی جوڑ اور مطلب دکھائی نہیں دیتا۔ آمین یعنی "قبول فرما" کی دعا آخر یہاں کس مقصد سے اور کس چیز کے لئے کی گئی ہے؟ اس کے علاوہ آیت قرآنی "فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" کے ترجمہ میں لفظ وہابی کہاں سے ٹپک پڑا؟

اصل بات یہ ہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے یہاں صاف طور پر دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ عربی زبان سے ذرا بھی واقفیت رکھتے ہیں تو آپ معمولی غور و فکر سے ہی سمجھ جائیں گے کہ خاں صاحب بریلوی کا آیت قرآنی میں ٹاٹ کا یہ بدنما پیوند اور بوسیدہ جوڑ لگانے، وہابیوں کا نام لیکر دھوکہ دینے اور پھر ترجمہ میں توڑ مروڑ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ دراصل خاں صاحب بریلوی ایک شیعہ کی حیثیت سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں (نعوذ باللہ) یہ ارشاد ربانی ہے کہ: "ان کے دلوں میں (عقیدۂ امامت سے انکار کا) جو روگ موجود ہے، پس اللہ نے ان کے اس روگ میں اضافہ کر دیا ہے اور یہ ارشاد دراصل اہل السنۃ (یعنی سنیوں) کے لئے ہی ہے۔ اور اللہ نے (ان کی سر کوبی کے لئے) احمد رضا کو مقرر کر دیا ہے۔ اے مرے اللہ! میرا یہ عمل قبول فرما۔ عربی الفاظ پر غور کرنے سے صحیح اور بامحاورہ ترجمہ یہی بنتا ہے جس میں لفظ آمین کی پوری رعایت اور توجیہہ موجود ہے۔

(۶) قرآن مجید کی "سورۃ الحجرات" میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ یعنی ایک دوسرے کی عیب جوئی اور غیبت نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور اسے دیکھ کر تمہیں کراہت محسوس ہو۔

بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب نے خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر قرآن کی اس آیت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اپنی کتاب "السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" میں اس طرح تحریف کرتے ہیں:

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ كَرِيْمَةٌ فِرَاشُ كَلْبٍ فَكَرِهْتُمُوْهُ[1]

ترجمہ: کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے

(۱) "السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۳

بچھے، تم اسے برا جانو گے

قرآن مجید کے ساتھ یہ دردناک سلوک کرنے والا کیا "اہل سنت والجماعت" کا کوئی فرد ہو سکتا ہے؟؟

(۷) قرآن مجید کی سورۃ الدخان میں اللہ تعالیٰ جہنمیوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ یعنی: چکھ عذاب جحیم کا مزہ! تو بڑا زبردست اور عزت والا بنتا تھا۔

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کو اکابرین دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے خلیفہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خاص طور پر کد اور دلی پرخاش تھی۔ ان دونوں سے اپنی شدید نفرت وعداوت کے اظہار کے لئے خاں صاحب بریلوی نے سورہ دخان کی اس آیت میں اس طرح تحریف کر کے اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں لکھا ہے:

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الاَشْرَفُ الرَّشِيْدُ(۱)

(۸) قرآن مجید کی سورہ یونس آیت نمبر ۹۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فرعون جب بحر قلزم میں غرق ہونے لگا تو اس نے کلمہ پڑھا تھا اور کہا تھا:

آمَنْتُ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

لیکن بارگاہ عزت میں موت کے وقت اس کا ایمان لانا مقبول نہیں ہوا تھا جناب احمد رضا خاں صاحب نے ملفوظات حصہ سوم میں اس آیت کو اس طرح بدل دیا:

آمَنْتُ بِالَّذِیْ آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ(۲)

یعنی اس آیت میں سے " لااله کے الفاظ غائب کر دیئے " الا الذی کو

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۶۲

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۴۲

بدل کر "بالذی" کردیا۔

(۹) قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴ وَحَیْثُ مَاکُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ میں احمد رضا خاں صاحب نے تحریف کر کے اپنی کتاب "الزبدۃ الزکیہ" میں اس طرح لکھا ہے اَیْنَمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ(۱)

یعنی انھوں نے "حیث ما" کو بدل کر "اَیْنَمَا" کردیا۔

(۱۰) قرآن مجید کی سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۰ میں اس طرح ارشاد باری ہے:

ذٰلِكَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب "ابر المقال" میں تحریف کر کے یہ آیت اس طرح لکھی ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَذَالِكَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ(۲)

یعنی آیت کے اصل لفظ "فَهُوَ" کو بدل کر "فَذَالِكَ" کردیا۔

(۱۱) قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ اس طرح ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب " لمعة الضحی فی اعفاء اللحی" میں اس آیت کو تحریر کرتے وقت اس آیت میں سے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا نکال کر اس کی جگہ لفظ "قُلْ" رکھ دیا۔ یعنی قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ(۳)

(۱۲) قرآن مجید کی سورۃ المجادلۃ کی آیت نمبر ۲۱ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ میں تحریف کر کے خاں صاحب بریلوی نے اپنے ملفوظات حصہ چہارم

---

(۱) "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۶

(۲) "ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۷ (حسنی پریس بریلی)

(۳) لمعة الضحی فی اعفاء اللحی " احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۵ (مطبوعہ ۱۳۱۵ھ)

میں اس طرح کر دیا خَتَمَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ(۱)
یعنی لفظ خَتَمَ کو "کَتَبَ" کی جگہ تبدیل کر کے لکھ دیا۔

(۱۳) قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۷ اس طرح ہے:

هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ

احمد رضا خاں صاحب نے اس آیت میں ترمیم و تحریف اس طرح کی ہے:
هُمۡ لِلۡكُفۡرِ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ لِلۡاِيۡمَانِ یعنی اس میں يَوۡمَئِذٍ کو اپنے مقام سے ہٹا کر پیچھے کر دیا ہے(۲)

(۱۴) قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۲ اس طرح ہے

وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ

اس آیت میں تحریف احمد رضا خاں صاحب نے اس طرح کی کہ اس کی ترتیب بدل دی اور اپنی کتاب "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں اس آیت کو یوں لکھا:

وَاِنۡ حَكَمۡتَ بَيۡنَهُمۡ فَاحۡكُمۡ بِالۡقِسۡطِ(۳)

اس میں "فاحکم" اور "بینھم" کو آگے پیچھے کر دیا۔

(۱۵) قرآن مجید سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۷ اس طرح ہے:

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ

جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب "ذیل المدعا لاحسن الوعا" میں اس آیت کو تحریر کیا تو اس کے متن میں رَبُّكُمۡ کے بعد واو کا اضافہ کر دیا یعنی "وَلَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ" کر دیا(۴) اسے کاتب کی غلطی سمجھ کر نظر

(۱) "ملفوظات" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۲۵

(۲) "الزبدۃ الزکیہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۷ (مطبوعہ لائل پور پاکستان)

(۳) "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۷ (مطبوعہ بریلی)

(۴) "ذیل المدعا لاحسن الوعا" رضا خاں بریلوی ص ۳۱ (مطبوعہ بریلی)

انداز کیا جا سکتا تھا مگر خاں صاحب بریلوی نے اس آیت کا جو ترجمہ لکھا ہے
"اور بیشک اگر تم شکر کرو گے میں تمہیں زیادہ دوں گا" اس میں بھی اس اضافہ
شدہ واؤ کا ترجمہ "اور بیشک" کے الفاظ میں موجود ہے۔ لہٰذا اسے کاتب کی غلطی
نہیں بلکہ خاں صاحب بریلوی کی دانستہ تحریف ہی کہا جائے گا۔

قرآن کی تحریف معنوی اور بانیٔ بریلویت

قرآن مجید کی آیات اور متن میں تحریف اور تغیر و تبدل کے مذکورہ بالا
شواہد کو دیکھتے ہوئے ایک سمجھ دار اور باشعور انسان کے لئے یہ باور کرلینا کچھ
مشکل نہ ہو گا کہ جو شخص خوف خدا سے بے نیاز ہو کر قرآن کے الفاظ بدلنے
اور ان میں کمی و بیشی کرنے میں کوئی شرم و جھجک محسوس نہ کرتا ہو، اس شخص
سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ اس نے قرآن کے معنیٰ و مفہوم میں بھی کوئی
رد و بدل اور ہیر پھیر نہیں کی ہو گی ؟ قرآن مجید کے الفاظ جو وحی الٰہی اور
منجانب اللہ ہیں۔ ان سے کھیل کرنے والا اور ان کی قدر و قیمت و عزت و احترام
سے نا آشنا شخص جب اس کا ترجمہ کرنے چلے گا تو لازمی طور پر وہ اصل الفاظ
قرآنی کے مفہوم و معنیٰ میں رد و بدل اور اپنے تصورات و معتقدات ان میں
شامل کرنے کی کوشش کرے گا۔ تاکہ عربی زبان سے نابلد لوگ ان افکار
وخیالات کو قرآن کے الفاظ ہی کا ترجمہ اور وحی الٰہی سمجھ کر ان پر ایمان لے
آئیں اور ان کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

قرآن مجید کے الفاظ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے میں چونکہ اپنے خیالات
ترجمے میں شامل کرنا ممکن نہیں ہوتا اور مترجم عربی کے ہر لفظ کا ترجمہ بین
السطور ٹھیک اس لفظ کے نیچے کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر مترجم
قرآن مجید کے ترجمے کے بہانے اس کے الفاظ کے ذریعہ اپنے خود ساختہ یا
مخصوص نظریات کو باوقعت اور قابل قبول بنانے کے لئے عموماً لفظی ترجمہ
کے بجائے اس کی "ترجمانی" اُردو یا کسی بھی غیر عربی زبان میں کرنے کو ترجیح

دیتے ہیں اور اس کے لئے بہانہ یہ لیتے ہیں کہ لفظی ترجمے سے قرآن کے الفاظ کا مفہوم گنجلک اور غت ربود ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ترجمہ کا مقصد قرآن کے مفہوم اور مدعا کو سمجھانا ہی ہے، اس لئے غیر عربی داں اور عوام الناس کو ٹھیک طریقے سے قرآن کے الفاظ کے معانی سمجھانے اور اس کے احکامات کو واضح کرنے کے لئے "بامحاورہ" "ترجمہ یا" "ترجمانی" کرنا مناسب اور معقول بات ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ کے لفظی ترجمہ میں اسلوب اور روانی میں جو دقت اور تفہیم معنی میں جو پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے، اس کا آسان حل لفظی ترجمہ کے بجائے "ترجمانی قرآن" ہی ہے۔

بلاشبہ یہ بات معقول اور دل کو لگتی ہوئی ہے مگر ترجمہ الفاظ کی پابندی سے دامن چھڑانے کے بعد مترجم کی فکر کی جولانی، اور اس کے اپنے مخصوص نظریات و معتقدات کے اظہار کی فطری خواہش پر بند لگانے کی آخر کیا صورت ہوگی؟ جبکہ مترجم خلوص دل سے ترجمہ قرآن کی خدمت بجالانے کے بجائے اپنی علمی قابلیت کا سکہ جمانے اور معاصر علماء کی علمی کاوشوں اور تفسیری سرمایہ کے مقابلہ میں اپنی وسعت علم اور برتری کا ڈھنڈورا پیٹنے پر آمادہ ہو؟؟

مخلص اور محتاط علمائے امت نے ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں مذکورہ بالا الجھن کا حل اور لفظی ترجمہ کی پیچیدگی سے عہدہ برآ ہونے کی یہ تدبیر کی ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ کا بین السطور ترجمہ کرتے وقت موقع محل کے لحاظ سے مفہوم کی وضاحت کے لئے قوسین یعنی "بریکٹ" ( ) کے ذریعہ بات کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح الفاظ کا اصل ترجمہ بھی محفوظ رہتا ہے اور عبارت میں روانی و سلاست بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلویؒ، مولانا فتح محمد صاحب جالندھری۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمود حسن شیخ الہند وغیرہم اکابرین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے قرآن مجید کا جو ترجمہ کیا ہے، اس کو ان کی اپنی اصطلاح میں "تفسیری ترجمہ" کہا جاتا ہے۔ ویسے اپنے اس مخصوص ترجمہ، قرآن کا نام احمد رضا خاں صاحب نے "کنز الایمان" رکھا ہے جو کہ اہل تشیع کی مشہور تفسیر "کنز العرفان" کے نام سے مماثل اور مستفاد ہے۔ یا پھر اسے اُس کا عکس یا "چربہ" اور نمونہ کہہ لیجئے۔ واضح رہے کہ اہل تشیع نے بھی اپنی شیعی فکر کے مطابق —— موجودہ قرآن پر ایمان نہ رکھنے کے باوجود بطور تقیہ —— اس کے ترجمے بھی کئے ہیں اور "تفسیر قرآن" کے نام سے اپنے مذہب کے عقائد کا زبردست پروپیگنڈہ کرنے کے لئے ضخیم جلدیں تصنیف کی ہیں۔ ان کی مشہور و معروف شیعی تفاسیر و تراجم میں محمد بن حسن طوسی کی "تفسیر البیان" حسن عسکری کی "تفسیر عسکری" حیدر آملی کی "تفسیر المحیط الاعظم" طبری کی تفسیر "مجمع البیان" مقداد کی تفسیر "کنز العرفان فی احکام القرآن" تفسیر "عیاشی" اور "تفسیر النعمان" شیعی لٹریچر میں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی بطور مصلحت یا حکمت عملی لفظی ترجمہ سے بچنے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے جو عذر تراشا ہے وہ ان کے ترجمہ "کنز الایمان" کے مقدمہ نگار رضا المصطفیٰ اعظمی کے الفاظ کے مطابق یہ ہے:

"اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی۔ کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہو گی اور کہیں شان انبیاء میں تو کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہو گا" (۱)

واضح رہے کہ یہ ٹھیک وہی بات اور وہی اعتراض ہے جو دشمن اسلام مسیحی پادری عبدالحق نے قرآن کے عربی متن اور نفس قرآن پر کیا تھا۔ رضا المصطفیٰ صاحب نے پادری عبدالحق کے الفاظ کو اردو ترجمہ پر چسپاں کر دیا ہے۔

---

(۱) "مقدمہ کنز الایمان" رضا المصطفیٰ اعظمی ص ۹

پادری عبد الحق کا کہنا ہے کہ:

"قرآن کہیں انبیاء کو بے گناہ نہیں بتاتا۔ آدم اور داؤد کے واقعات غور سے پڑھو، عصمت انبیا کہاں ہے؟ خدا واقعات ہو چکنے کے بعد انہیں جانتا ہے۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ کے الفاظ مسلمانوں کے خدا کا علم حادث بتا رہے ہیں۔ قرآن کا مطالعہ کریں تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو۔ اور کوئی عیب نہیں جو انبیاء میں نہ ہو۔ محمدی علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں۔ اور ہمارے دعوی کی تصدیق کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیریں کچھ۔ سو نجات کی راہ "صحف مقدسہ" ہیں" (۱)

بہر حال: جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ "کنز الایمان" کے "تفسیری ترجمہ" ہونے کی بات وزن دار جب تھی کہ اس کے ساتھ تفسیری حاشیے نہ لکھے گئے ہوتے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے "ترجمہ قرآن" کے ساتھ یا تو ان کے خلیفہ اور دست راست نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیے ہوتے ہیں یا پھر مفتی احمد یار خاں گجراتی کی تفسیر "نور العرفان" کا تشریحی مسالہ! ایسی صورت میں خاں صاحب بریلوی کی ترجمہ قرآن کی کوششوں کو "تفسیری ترجمہ" کہنا خود ہی اس ترجمہ کا مذاق اڑانا ہے کیونکہ ایسا کہنے سے ان کا یہ ترجمہ اپنے ان دونوں "خلفاء" کی تفسیروں کا تابع قرار پاتا ہے اور یہ دونوں حضرات ان "اعلی حضرت" کے متبوع۔

بہر کیف: ترجمہ کے نام پر احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے الفاظ و متن قرآن کی طرح قرآن کے مفہوم و مدعا میں بھی تحریف و تلبیس اور حذف و اضافہ کی جو مذموم کوششیں کی ہیں ان کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

(۱) قرآن مجید میں سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیتیں اس طرح ہیں:

(۱) "صحف مقدسہ" پادری عبد الحق ص ۱۷

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ

ترجمہ: رحمٰن نے ـــــ سکھلایا قرآن ـــــ بنایا آدمی ـــــ پھر سکھائی اس کو بات (ترجمہ شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ)

ان آیتوں کا ترجمہ "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اس طرح کیا ہے:

"رحمٰن نے ـــــ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ـــــ انسانیت کی جان کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان سکھایا"

عربی زبان کی واقفیت رکھنے والا کوئی بھی شخص جب سورۃ الرحمٰن کی ان ابتدائی آیات کا مطالعہ کرنے کے بعد خاں صاحب بریلوی کا یہ انوکھا ترجمہ دیکھتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ خط کشیدہ الفاظ "اپنے محبوب کو" اسی طرح "انسانیت کی جان کو" اور "ماکان ومایکون کا" آخر ان آیات میں سے کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ یہ الفاظ بریکٹ (   ) میں بھی نہیں کہ انہیں وضاحتی الفاظ سمجھ لیا جائے۔ لہٰذا اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خاں صاحب بریلوی نے قرآن کے ترجمہ کے نام سے ان خط کشیدہ الفاظ کو، جو ان کے اپنے وضع کردہ ہیں، اللہ کے کلام میں شامل کیا ہے اور وہ اپنی اس تشریح کو خدا کے الفاظ بنا کر پیش کر رہے ہیں رحمٰن کے کلام میں انسان کا کلام ملانا کیا ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف نہیں ہے۔

اور پھر اس آیت میں "خَلَقَ الْاِنْسَانَ" کے الفاظ مطلق انسان یا نوعِ انسانی کی پیدائش پر دلالت کرتے ہیں "جانِ انسانیت" کا ترجمہ کہاں سے آ گیا۔ جلال الدین سیوطیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے وقت "ای جنس" کے تشریحی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسانی کو تخلیق بخشی (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین) اس کے علاوہ قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اگر یہاں خاں صاحب "جانِ انسانیت" کے الفاظ سے حضور ﷺ کی ذات مبارکہ مراد لیتے ہیں تو پھر انہیں یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہتا کہ حضور ﷺ

کی پیدائش نور سے ہوئی تھی اور آپ خاکی انسان نہیں تھے! واضح رہے کہ "انسانیت" ان تمام اوصاف کا نام ہے جو ایک انسان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں یعنی شکل و صورت، موزونیت اعضاء، کھانا، پینا، سونا جاگنا اور پیشاب پاخانہ وغیرہ دیگر تمام انسانی حاجات اور ضروریات و خصوصیات! جانِ انسانیت وہ کہلائے گا جو تمام انسانی اوصاف میں "کامل ترین" اور بھرپور انسانی صفات کا حامل ہو۔ اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ نہ صرف باعتبار خلقت بلکہ اپنے خُلق و عادات اور تمام انسانی صفات و خصوصیات میں ہر لحاظ سے "انسان کامل" تھے، محسن انسانیت تھے، جانِ انسانیت تھے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ الرحمٰن کی ان آیات کے ترجمہ میں "انسانیت کی جان" قرآن کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

کیا خاں صاحب بریلوی کے متوسلین اور زعمائے بریلویت اس بات کی وضاحت کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے؟

اور پھر یہ بات بھی تشریح طلب ہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے ترجمہ میں "ماکان ومایکون" کے علم کا شیعی نظریہ آخر کس بنیاد پر داخل کیا ہے؟ تفسیر کی بات ہوتی تو صبر آجاتا کہ مفسر نے اپنے "آبائی معتقدات" بطور وضاحت اپنے الفاظ میں اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہاں تو ترجمہ ہو رہا ہے۔ یعنی اصل الفاظ قرآن کے لغوی مفہوم کی بات ——— ایسی صورت میں خاں صاحب بریلوی کا اپنی طرف سے بریکٹ کے بغیر "ماکان ومایکون" کی شیعی اصطلاح کو ترجمہ میں داخل کرنے کی جرأت و جسارت کو کیا "ترجمہ قرآن میں تحریف" نہیں کہا جائے گا؟؟

سورۃ الرحمٰن کی آیت ۱ تا ۹ کے الفاظ پر غور کرنے سے جو سادہ اور بے غبار مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے

"رحمٰن (اس مہربان ہستی کا نام ہے) جس نے (آپ ﷺ کو) قرآن سکھایا۔ نوع انسانی کی تخلیق بھی اسی کا کارنامہ ہے۔ اور انہیں نطق

شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

و قوت گویائی بھی اسی نے (اپنی رحمت و مہربانی سے) عطا فرمائی ہے (اور یہ نطق کی صلاحیت صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ) سورج، اور چاند (تک) اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور (آسمانوں کی وسعتوں میں چمکتے) ستارے اور (زمین کی سطح پر اُگے ہوئے) درخت (سب ہی) اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور اسی نے آسمان کو یہ (سربلندی اور) رفعت عطا کی۔ اور پھر (آسمان میں موجود اجرام فلکی، سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کے درمیان) ایک توازن (Balance) پیدا کیا۔ (جب یہ بڑے بڑے اجرام فلکی بھی) اس توازن (اور نظم) سے سرتابی کی ذرا بھی جرأت نہیں کرتے تو (اے انسانو!) تم بھی ناپ تول کے وقت انصاف اور توازن کو لازم پکڑو، اور کم تولنے اور ناپ میں کمی کرنے سے پرہیز کرو"

یہ مفہوم قرآن کے الفاظ کا بعینہٖ "لفظی ترجمہ" تو یقیناً نہیں ہے۔ مگر ان آیات سے جو مفہوم مترشح ہوتا ہے وہ تقریباً یہی ہے۔ اس مفہوم کو درج کرنے سے ہمارا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ قارئین کرام سادہ الفاظ میں یہ سمجھ لیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کی قرآن کے الفاظ سے "انسانیت کی جان" اور "ماکان ومایکون" کے مفہوم کو زبردستی کشید کرنے کی کوشش، تحریف سے قطع نظر کتنی غلط اور بے بنیاد ہے!

(۲) قرآن مجید میں سورۃ "الفتح" کی ابتداء ان آیات سے ہوتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ان آیات کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ ــــ تمہارے سبب سے گناہ بخشے ــــ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے

اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھاوے اور تمہاری زبردست مدد فرمائے" (کنزالایمان: ص ۷۳۹)

یہاں خاں صاحب بریلوی نے حسب عادت قرآن کے الفاظ کے ترجمے کے ساتھ وہی محرفانہ سلوک کیا ہے اور اپنی طرف سے "بریکٹ" کی تحدید کے بغیر "تمہارے سبب سے" اور "تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے" الفاظ کا اضافہ کر کے اللہ کے کلام کی (نعوذ باللہ) اصلاح و تصحیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اس آیت کے الفاظ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ سے براہ راست حضور ﷺ کی توہین کی بو آتی ہے۔ اور یہ کہ ان کے نزدیک یہاں اللہ تعالیٰ کا مقصد "حضور ﷺ کے گناہوں" کی بخشش کا اعلان نہیں، بلکہ آپ کی امت کے سب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی معافی کا اعلان عام تھا مگر خاں صاحب بریلوی کے "عقیدہ بداء" کے مطابق یہاں الفاظ کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ سے (نعوذ باللہ) کچھ چوک ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس بھول چوک کی اصلاح "اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی" نے بقلم خود فرما دی ہے۔

حالانکہ ہم جب سورۂ فتح کی ان آیات کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کے لئے ان کے شان نزول پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سورۂ فتح کی یہ آیات "صلح حدیبیہ" کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ کفار مکہ سے حضور ﷺ کے "معاہدہ صلح" کی بعض شرائط پر مسلمان کچھ دل شکستگی محسوس کر رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا جب ہم حق پر ہیں تو پھر دب کر صلح کی کوئی شرط تسلیم کیوں کریں؟ لیکن مصلحت نبوی اور مشیت الٰہی کچھ اور تھی بہر حال اطاعت رسول مقدم تھی اس لئے شرائط صلح نا دل پسند نہ ہونے کے باوجود حضرات صحابہ سمع و طاعت سے معمولی انحراف کرنے کی بھی جرأت نہ کر سکتے تھے تاہم فطری طور پر دلوں میں حزن و ملال ہونا لازمی تھا۔ ایسے یاس وانزدہ کے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل

فرمائی ہیں ان آیات میں آئندہ کی فتوحات کی خصوصاً فتح مکہ کی خوشخبری دی گئی ہے ان آیات کو نازل کرنے سے اصل مقصود صحابہ کرام کی تسلی تھی۔

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام معصوم ہیں۔اس بات پر اہل سنت والجماعت کا ایمان وعقیدہ ہے۔انبیاء کرام کی عصمت کے معنی یہ ہیں کہ وہ کبھی معاصی یعنی گناہوں میں نہیں پڑتے۔نہ تو قبل تفویض کار نبوت اور نہ بعثت کے بعد اس طرح کا کوئی کام خلاف مرضی حق تعالیٰ ان سے ارادتاً صادر ہو سکتا ہے اور "غفران ذنوب" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپؐ سے لازمی طور پر گناہوں کا صدور ہوا ہے یا ہو سکتا ہے، بلکہ یہ ٹھیک ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی مصاحب سے کسی بات پر خوش ہو کر کہہ دیتا ہے کہ جاؤ! ہم نے تمہارے سات خون معاف کئے! حالانکہ وہ بادشاہ خود بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ایسے شخص سے کسی کے خون کرنے کا جرم نہ تو پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی صادر ہو سکتا ہے۔در اصل یہ انداز بیان اس شخص کے اپنی بارگاہ میں بلند مرتبہ اور شرف ومقام کا اظہار اور اس کی قدر ومنزلت کا ایک شاہانہ طریقہ ہے تاکہ دنیا یہ جان لے کہ فلاں شخص بادشاہ کا مقرب خاص اور معتمد علیہ ہے اور بادشاہ اس پر خصوصی طور پر مہربان ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب "اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"در توجیہ غفران ذنوب آنحضرت ﷺ کہ قرآن مجید بداں ناطق است، اقوال است، بہترین قول آنست کہ ایں کلمہ تشریف است مر آنحضرت راجانب مولیٰ تعالیٰ بے آنکہ ذنب وجود داشتہ باشد"(۱)

قرآن مجید ناطق ہے کہ یہاں گناہوں کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے مگر یہ اضافت تشریف کے طور پر ہے کہ اگرچہ آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا پھر بھی اللہ رب العزت سب کچھ معاف فرماتے ہیں۔

(۱)"اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ج ۱ ص ۱۲۷

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کے لئے غفران ذنوب کے الفاظ کی توجیہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں مگر بہترین قول یہ ہے کہ یہ "کلمۂ تشریف" ہے۔ یعنی آپ کی شرف وعزت افزائی اور قدرو منزلت کے لئے ایسا فرمایا گیا ہے ورنہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو گناہوں کا مرتکب ٹھہرایا جائے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جنہوں نے سورہ فتح کی اس آیت کے ترجمہ میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ سے مراد آپ کے بجائے "آپ ﷺ کی امت کے اگلے اور پچھلوں کے گناہ" کی دوراز کار تاویل اور اضافت کی ہے۔ لیکن جب وہ سورۃ النصر کی آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کا ترجمہ کرتے ہیں تو ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو
بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے" (کنزالایمان)

یہاں خاں صاحب بریلوی نے صاف طور پر اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے کا حکم تھا اور یہ کہ اللہ آپ کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خاں صاحب بریلوی یہاں خود بھی گناہوں کی نسبت حضور کی طرف کر رہے ہیں۔ ورنہ جب حضور ﷺ معصوم ہیں اور گناہوں کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہوتی تو یہ بخشش مانگنا کیا اور توبہ کرنا کس لئے؟

دوسری اہم بات یہ کہ سورہ فتح میں خاں صاحب نے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ میں ذَنْبِكَ سے حضور ﷺ کے نہیں بلکہ آپ کی امت کے گناہ مراد لئے ہیں حالانکہ خاں صاحب نے اس بات کو قطعی فراموش کر دیا ہے کہ مومنین و مومنات کے لئے بخشش مانگنے کا حکم تو اس سے قبل سورۂ محمد میں باقاعدہ طور پر اور بالتصریح آچکا ہے۔ جو نہ صرف باعتبار

ترتیب سور قرآن سورہ فتح سے پہلے ہے بلکہ باعتبار نزول بھی سورہ فتح سے مقدم ہے۔ ترتیب نزول کے اعتبار سے سورہ محمد ۹۵ نمبر پر ہے جبکہ سورہ فتح کا نمبر ۱۱۱ ہے۔

اسی سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد: آیت ۱۹) اچھی طرح جان لو کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی سے اپنے اور تمام مومنین و مومنات کے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔

یہاں ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف علیحدہ کی گئی ہے اور مومنین کی طرف علیحدہ، اس کی نسبت ہے۔ لہٰذا یہاں ذنبك سے امت کے گناہ مراد لینے کا احتمال نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ خاں صاحب بریلوی کے خلیفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی کو یہاں یہ تسلیم کرنا ہی پڑ گیا کہ تاویل سے قطع نظر گناہ کی نسبت یہاں حضور ہی کی طرف ہے۔ اگرچہ یہ نسبت تصیر کی ہو کسب کی نہ ہو۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی اپنی تفسیر "نور العرفان" میں سورہ محمد کی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یہاں گناہ کی نسبت حضور کی طرف کسب کی نہیں تصییر کی ہے"(۱)

حاصل بحث یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ادب و احترام کا تقاضا یہ نہیں کہ سورۂ فتح کی آیت لیغفرلك اللّٰه ماتقدم من ذنبك وما تاخّر میں "غفران ذنوب" کی نسبت حضور سے نہ کی جائے اور نہ یہ کہ اس کی غیر عقلی و غیر شرعی تعبیر کر کے تمام امت کے اگلے اور پچھلوں کے گناہ مراد لئے جائیں۔ ورنہ اس طرح تو پیشگی معافی ملنے کی بشارت اور گارنٹی کے بعد اسلام کا سارا نظام عبادت و اطاعت ہی معطل ہو کر رہ جائے گا اور ہر شخص اسی پر تکیہ کر کے بیٹھا رہے گا کہ حضور ﷺ کے طفیل جب سارے گناہ

(۱) "تفسیر نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۹۶۴

دنیا میں ہی معاف ہو چکے تو کیا ڈر ہے؟

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

بریلوی فکر کے لوگوں میں ہر طرف پھیلی ہوئی بے عملی، شرک و بدعات کے شیوع کا بے پناہ شوق، زنا، چوری، شراب، جوا، حق تلفی کے مظاہر اور دیگر معاصی کی کثرت، معاشی و معاشرتی معاملات میں ان کی بے راہ روی اور عبادات سے غفلت و بے پرواہی کا سبب شاید کہیں اسی کا شعوری یا غیر شعوری اثر تو نہیں ہے؟؟

(۳) قرآن مجید کی سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

"وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں"

"فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیرے سے اجالے کی طرف نکالے"

قرآن مجید کی اسی سورۃ "الاحزاب" کی آیت نمبر ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ اس آیت کی نص صریح کے مطابق 'صلی اللہ علیہ وسلم' کے الفاظ حضور ﷺ کے لئے مخصوص ہیں دوسرے مسلمانوں پر "درود" نہیں بھیجا جا سکتا۔ خواص مومنین کے لئے قرآن مجید میں جہاں " صَلّٰی، يُصَلِّيْ" کے الفاظ آئے ہیں وہاں

مترجمین نے امتیاز نبوت باقی رکھنے کے لئے اس کا ترجمہ "رحمت" کے لفظ سے کیا ہے جیسا کہ آپ نے سطور بالا میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے ترجمہ میں ملاحظہ فرمایا۔ لیکن بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب نے اس آیت کے مفہوم میں تحریف کر کے عام مسلمانوں پر بالتزام درود جائز کر کے مقام نبوت کے اختصاص کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔

واضح رہے کہ عربی زبان میں "صلی یصلی کے معنی دعا، رحمت، مغفرت اور درود کے آتے ہیں(۱) اور "صلی اللہ علیہ وسلم" کے معنی ہوتے ہیں "آپ پر درود و سلام نازل ہو"(۲) اسی طرح" صلة" کا لفظ انعام، بخشش اور خالص دوستی کے لئے مستعمل ہے(۳) لفظ صلوٰۃ بھی عربی لغت میں دعا، مغفرت اور رحمت کے معنوں میں مذکور ہے(۴) مگر جس طرح قرآن وحدیث میں "صلوٰۃ" دعا کے معنی دینے کے باوجود ایک اہم عبادت نماز کے لئے مخصوص اصطلاح ہے ٹھیک اسی طرح "صلّٰی یُصلّٰی" بھی رحمت و مغفرت کے مفہوم کی ادائیگی کے باوجود خاص طور پر رسول اللہ ﷺ پر دُرود کے لئے ہی مستعمل ہے قرآن مجید میں جہاں یہ لفظ حضور ﷺ کے بجائے مومنین کے لئے استعمال ہوا ہے وہاں بلاشبہ یہ رحمت و مغفرت کے معنی دے گا۔ لیکن جب اس لفظ کا استعمال قرآن مجید سے ہٹ کر بندوں کی زبان میں کسی دوسری جگہ کیا جائے گا تو لازمی طور پر اور ہر حال میں اس کا مفہوم و معنی نماز یا پھر صرف رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے ہی ہوں گے۔ شریعت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ آپ کی نبوت کا امتیاز اور خصوصیت قائم

(۱) بیان اللسان قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی ص ۴۰۲

(۲) القاموس الجدید، مولانا وحید الزماں کیرانوی، ص ۳۷۲

(۳) بیان اللسان قاضی زین العابدین میرٹھی ص ۴۰۲

(۴) بیان اللسان ص ۴۰۲

ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ تبع تابعین، اور ائمہ و محدثین جیسی جلیل القدر ہستیوں کے لئے بھی کسی نے آج تک بطور دعا "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنے یا لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ جرأت وجسارت بھی بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب ہی کا خاص حصہ اور ان کا طرۂ امتیاز ہے کہ انھوں نے اس آیت کے ترجمے کے ذریعہ عام مومنین پر بالاستقلال درود بھیجنے کو جائز قرار دیا اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا اختصاص بالکل ہی ختم کر دیا۔

سورہ احزاب کی آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "درود" یعنی رحمت وغفران، فضل وکرم، انعام واکرام اور بخشش وعطا آپ کی شایان شان بھیجنے کا عمل در حقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور ملائکہ اور تمام مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی ہم سے یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! ہمارے نبی پر درود یعنی خصوصی رحمت ومغفرت، بے پایاں انعام واکرام، اور وسیع فضل وکرم کا معاملہ فرما۔ اس طرح اس عمل میں ملائکہ اور مومنین کی دعاؤں کو شریک فرما کر رب العزت نے نہ صرف درود کی فضیلت وعظمت کا اظہار فرمایا بلکہ اس دعا کے بدلے اپنے بندوں کے درجات کی بلندی اور نزول رحمت ومغفرت کی خوش خبری بھی عطا فرمائی۔ احادیث کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ یہ ٹھیک ایسا ہی ہے جس طرح میدان حشر میں وہ وحدہ لاشریک اپنے جس بندے کو اس کی فرد معاصی سے صرف نظر فرما کر اسے بخشنے اور جنت میں بھیجنے کا فیصلہ فرمائے گا تو فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہونے کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شفاعت کا اذن دے گا اور فرمائے گا کہ آپ اس بندے کی سفارش ہمارے حضور کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر وہ بندہ بخش دیا جائے گا۔

اس طرح وہ اپنے اس گنہ گار بندے کو ازراہ رحمت بخشنے کا فیصلہ فرما لینے کے باوجود بطور اظہار شرف حضور ﷺ سے شفاعت کے لئے فرمائے گا تاکہ اس رحمت میں حضور کی شفاعت سے نہ صرف یہ کہ اضافہ ہو بلکہ میدان حشر میں تمام انبیاء سابقین کی امتوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا اعزاز و مقام قدر و منزلت اور شرف شفاعت کا اظہار ہو سکے۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ اور اس کے ملائکہ کے ساتھ حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا تذکرہ اور تمام مسلمانوں کو آپؐ پر درود و سلام بھیجنے کی تاکید و حکم تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہی ہے اور نماز میں التحیات کے دوران ہم روزانہ سلام پڑھتے ہی ہیں مگر درود کیسے پڑھیں؟ اس کا طریقہ بھی ہمیں بتایا جائے۔ اس پر آپؐ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو درود کے جو الفاظ تعلیم فرمائے تھے وہ "درود ابراہیمی" کے نام سے معروف ہیں: یعنی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ترجمہ: اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کے ساتھ آپ کے اہل خانہ پر جس طرح آپ نے درود فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل اولاد پر۔ بیشک تو تعریف کے لائق بڑی شان اور بزرگی والا ہے۔

گویا آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ درود کے ذریعہ جب اللہ تعالیٰ سے اپنے نبی ﷺ کے لئے اس کے خصوصی فضل و انعامات اور بے پایاں الطاف و عنایات کے نزول کی درخواست کیا کریں تو آپ کے اہل بیت اطہار کو بھی اس دعا میں ضرور شامل کر لیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل و اولاد کی طرح آپ کی آل بھی اس خصوصی انعامات و عنایات ربانی میں شریک ہو جائیں۔

واضح رہے کہ قرآن مجید میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ہود: آیت ۷۳)

ترجمہ: (فرشتوں نے) کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اور خصوصا اس خاندان کے لوگو! تم پر اللہ کی (خاص) رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بیشک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے۔

اگر صلو علیہ یعنی آپ پر درود بھیجنے کا معاملہ صرف مسلمانوں کی صوابدید پر منحصر ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار الفاظ درود پر انہیں "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے مختصر الفاظ بھی تعلیم فرما سکتے تھے۔ مگر چونکہ حضور ﷺ کی شایان شان درود بھیجنا بندوں کی دسترس سے باہر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اے الہ العالمین! آپ کے حکم کی تعمیل میں ہم حاضر ہیں مگر حضور ﷺ کے بلند ترین مقام و مرتبہ کے مطابق ہم ان کی تعریف و توصیف کرنے اور آپ کو خراج تحسین و عقیدت پیش کرنے کے لئے اپنی زبان کو ناکافی پاتے ہیں اس لئے اے ہمارے رب! آپ ہی ہماری طرف سے حضور کی شایان شان جو قدر و منزلت اور عزت افزائی و اعزاز ممکن ہو فرما دیں۔ بلاشبہ آپ حمید و مجید یعنی تمام تعریفوں کے لائق اور عزت و شرف کے مالک ہیں۔

"درود ابراہیمی" کے علاوہ احادیث میں درود کے جتنے طریقے بھی منقول ہیں ان سب میں ہی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے الفاظ ہیں۔ یعنی ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے التجا کی گئی ہے کہ اے اللہ! رسول اللہ ﷺ پر ان کی شایان شان درود ہماری طرف سے آپ ہی بھیج دیں ہم بندوں کی ناقص زبان سے حضور کی تعریف و توصیف کا صحیح حق ادا نہیں ہو سکتا۔

معراج کی رات میں جبکہ خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے حضور بلا بھیجا تھا اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کے بعد سدرۃ المنتہیٰ ہوتے ہوئے جب آپ عرش کے قریب پہونچے تو آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے براہ راست کلام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی التحیات للہ والصلوات والطیبات کے جواب میں بارگاہ خداوندی سے السلام علیك ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا خصوصی اعزاز عطا ہوا تھا تو اس خصوصی اعزاز واکرام کے جواب میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فرما کر اپنی امت کے نیک اور صالح افراد کو بھی شریک اعزاز فرمالیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح جب آپؐ کے لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے درود بھیجنے کا تمغۂ اعزاز آپؐ کو دیا گیا تو آپؐ نے اس شرف میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک کرنا پسند فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود کی تعلیم دیتے وقت یہ ہدایت کی کہ وہ رب العزت کے ارشاد کی تعمیل میں جب اپنے نبی پر درود بھیجیں تو آپ کے گھر والوں کو بھی شامل دعا کرلیا کریں اور اس شمولیت کی وجہ بھی ظاہر کردیا کریں کہ کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید. اس سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آل کو بھی شامل درود کرنے لئے وجہ جواز آل ابراہیم کی شمولیت کو قرار دیا تھا۔ ورنہ حقیقت میں درود کا یہ خصوصی اعزاز جو آپ کو عطا ہوا تھا وہ خالصتاً صرف اور صرف آپؐ ہی کے لئے تھا۔

یہ خصوصی عنایات، فضل وکرم اور عطایات الٰہی کا معاملہ جب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے لئے مخصوص ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس دعا کے مستحق نہیں، تابعین، تبع تابعین کو بھی اس کا حق نہیں پہونچتا تو بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں بریلوی، ان کے اہل خانہ اور اعیان واعوان کو اس بات کا حق کہاں سے مل گیا کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ اپنے آپ پر بھی درود بھیجنے

کی اللہ سے دعا کریں کیا وہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ محدثین سب سے افضل ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جناب احمد رضا خاں صاحب بانی بریلویت کے مذکورہ بالا آیت قرآن میں معنوی تحریف کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان کے لئے اور ان کے متعلقین کے لئے درود بھیجنے کا راستہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے ان کی اس شہ پر ان کے متعلقین نے کیا گل کھلائے ہیں۔

بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب پر درود

"سگ بارگاہ رضویت" جناب حشمت علی خاں نے "شجرۂ حشمتی" کے نام سے جو نسب نامہ ترتیب دے کر کتب خانہ اہل سنت پیلی بھیت سے شائع کیا تھا اس میں انیس القابات کے ساتھ "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں صاحب پر درود پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم وہ القابات حذف کر کے اس رضا خانی درود کے الفاظ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

" اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى ...... احمد رضا خاں رضی الله تعالى عنه بالرضا السرمدی "(۱)

حامد رضا خاں پر درود

" اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعًا وعلى الشيخ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خاں رضی الله تعالى عنه.

مصطفیٰ رضا خاں پر دورد

"اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعًا وعلى الشيخ ......

(۱) شجرۂ حشمتی " و شجرۂ طیبہ رضویہ ص ۱۳ شائع کردہ سنی رضوی سوسائٹی ماریشس

مولانا مصطفی رضا خاں رضی اللّٰہ تعالی عنہ.

حشمت علی خاں بریلوی کا خود اپنے اوپر درود پڑھنا

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى عبدك الفقير ابو الفتح عُبيد الرضا محمد حشمت على خان القادرى ، البركاتى، الرضوى، المجددى اللكهنوى .

اسی نہج پر اور بھی بہت سے اکابرین بریلویت پر اس "شجرہ طیبہ" نامی کتاب میں درود لکھے ہوئے ہیں جیسے پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، بابا فتح محمد صاحب، مولوی عارف اللہ قادری اور محمد ابراہیم خوشتر صدیقی وغیرہم۔ ان تمام درود کے کلمات میں قابل غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی لکھنے سے گریز کیا گیا ہے اور " علیہ" لکھ کر صرف ضمیر "ہ" سے اشارہ کر دینا کافی سمجھا ہے۔ جبکہ اپنے ممدوح کے نہ صرف نام بلکہ انیس القابات تک بالتفصیل درج ہیں۔ کیا اسے گستاخی رسولؐ نہیں کہا جائے گا؟

بریلوی حضرات اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت اور امام ابو حنیفہؒ کا پیروکار کہتے ہیں۔ مگر امام اعظمؒ کا اس سلسلے میں کیا فتوی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"لايصلّى على غير الانبياء والملئكة ومن صلّى على غيرهما الا على وجه التبعية فهو غال من الشيعة التى تسماها "الروافض" (۱)	انبیاء وملائکہ کے علاوہ کسی اور پہ درود وسلام نہ پڑھا جائے۔ اور جو شخص ان کے علاوہ کسی پر درود وسلام پڑھے اور وہ بطور تبعیت نہ ہو (جیسے آل محمد پر بطور تبعیت) تو وہ غالی شیعہ ہے جن کو "رافضی" کہتے ہیں:

بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن میں تحریف اور اس کے مفہوم میں تبدیلی کے یہ چند نمونے ہیں "کنز الایمان" کا مطالعہ کیجئے تو

(۱) "فقہ اکبر" امام ابو حنیفہؒ ص ۲۰۴

قسم کی بے شمار تحریفات ایک تسلسل کے ساتھ۔ شروع سے آخر تک نظر آئیں گی۔ علامہ خالد محمود، ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر (انگلینڈ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مطالعہ بریلویت" جلد دوم میں صفحہ ۱۰۰ سے ۱۲۶ تک تقریباً ۶۱ نمونے خاں صاحب بریلوی کی قرآن کے ترجمے میں تحریف معنوی کے پیش کئے ہیں۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفر پانے کا لایعنی دعوی بھی ہے اور امہات المومنینؓ کے دل راہ سے ہٹ جانے کا بے بنیاد الزام بھی، استہزاء کو اللہ تعالیٰ کی صفت بتانے کی بے جا جسارت بھی اس میں نظر آئے گی اور سورہ "الم نشرح" کے ترجمہ میں اَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا ترجمہ "آپ کی کمر کو جھکادیا" کرنے کے بجائے "تمہاری پیٹھ توڑ دی" کے توھین آمیز الفاظ کا استعمال بھی ملے گا حقیقت یہ ہے کہ اردو تراجم میں احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ "کنز الایمان" کے اندر تحریف اور من مانی تاویلات اتنی کثرت سے ہیں اور خاں صاحب بریلوی نے اپنے الفاظ اس بے دردی سے قرآن کے ترجمے میں بڑھائے ہیں کہ قرآن پاک کی پوری تاریخ میں —— اہل تشیع کے تراجم و تفسیر کو چھوڑ کر —— اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد قادیانی سر سید احمد خاں اور مقبول احمد دہلوی قرآن کی تفسیر و مرادات میں بلاشبہ ارتداد والحاد کی پرخار وادیوں میں دور تک بھٹکتے چلے گئے ہیں لیکن ترجمہ میں یہ لوگ غلط یا صحیح کے درجے میں ہی رہے ہیں قرآن کے الفاظ یا ترجمے میں اپنے لفظوں کے اضافے کرنے کی جرأت انہیں بھی نہ ہو سکی۔

قرآن مجید اللہ کی صفت ازلی ہے اور غیر مخلوق۔ قرآن مجید کا اعجاز یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کرنے والوں اور خود سے روگردانی کرنے والوں کے قلوب و اذہان میں بالکل نہیں ٹھہرتا اور اپنے ذریعہ انہیں عزت و سرفرازی سے محروم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر اہل تشیع نے قرآن مجید میں تشکیک و تحریف اور انکار کی روش اپنائی۔ قرآن نے ان کے سینوں

میں اترنے سے انکار کردیا۔ آپ کو اہل تشیع میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی حافظ قرآن نہیں ملے گا۔ یہ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ اسی طرح قرآن پر ایمان کے جھوٹے دعوے داروں نے جب اس کے معانی و مفاہیم میں الحاد کیا تو ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان تمام محرفانہ تراجم و تفاسیر کو عوامی مقبولیت اور علمی حلقوں میں وزن اور وقار، دوسروں میں تو کیا ہو تا خود ان کے پیروکاروں میں بھی حاصل نہ ہوسکا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ بریلوی حضرات نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ معاصر تراجم و تفاسیر پر حرف گیری اور الزام تراشیوں کا طوفان کھڑا کیا۔ مگر پھر بھی وہ "کنزالایمان" کو مقبول عام نہ بنا سکے، جبکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ـــــ جن کو دن رات گالیاں دیتے ان کی زبان نہیں تھکتی ـــــ ان کا ترجمہ قرآن اور تفسیر "بیان القرآن" نہ صرف ہندوستان و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پڑھی جاتی ہے بلکہ برصغیر کے علاوہ دیگر ممالک کے اردو داں حلقوں میں بھی اسے بلند مقام اور بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ موجودہ دور میں تعداد اشاعت کے لحاظ سے اردو تراجم میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ پہلے نمبر پر ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے مولانا تھانویؒ کی دینی خلوص اور خدمت قرآن کے بے لوث جذبے کا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

"کنزالایمان" کے تفسیری حاشیوں پر ایک نظر

شیعہ حضرات قرآن پر ایمان نہیں رکھتے مگر پھر بھی انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھنے کی ضرورت محسوس کی کیونکہ وہ اس طرح اس کی آیات کے مفہوم و مرادات میں توڑ مروڑ کر کے اپنے شیعی معتقدات کو صحیح ثابت کرنا چاہتے تھے تاکہ ان خرافات کی "سند" قرآن مجید سے ہی پیش کرنے کا دعوی

کرتیں — چنانچہ جب ہم ان کی مشہور تفاسیر جیسے "تفسیر عسکری"، "تفسیر المحیط الاعظم"، "تفسیر عیاشی اور "تفسیر کنز العرفان" وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں ائمہ اہل بیت کی ماموریت من اللہ، حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کے شیعی نظریات۔ عقیدہ بداء اور تبرا اصحابہ کرام ﷺ پر خود ساختہ دلیلوں کی بھرمار ملتی ہے، کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا کے جاہلانہ طرز عمل کے مطابق آپ ان تمام شیعی خرافات و معتقدات کو ان کی تفاسیر میں مختلف آیات قرآنی سے منسلک اور ان کا "منطقی نتیجہ" پائیں گے اور ایک عام کم شعور اور کم علم آدمی ان کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ مرعوب و متاثر ہو جائے گا بلکہ وہ اپنی ناقص فہم کے مطابق ان باتوں کو ہی درست اور حق و صداقت کی پہچان سمجھنے لگے گا۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" کے تفسیری حاشیوں کا جب ہم بے لاگ جائزہ لیتے ہیں تو شیعی تفاسیر کی یہ مشہور "ٹیکنک" ان میں اپنے عروج پر جلوہ گر نظر آتی ہے۔ شرک و بدعت، اور جاہلی اوہام و خرافات کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جس کو قرآن سے ثابت کرنے کی اس میں کوشش نہ کی گئی ہو — "کنز الایمان" کے حاشیوں پر حلوے مانڈے کے مسائل اور تیجے، دسویں، چالیسویں اور گیارھویں وغیرہ کے کھانوں کے وجوب نذر و نیاز اور فاتحہ کے خود ساختہ طریقوں کی تاکید و تائید میں "خانہ ساز" دلائل کا انبار اور شرک و بدعت کی تمام رسومات کے جواز کی کوششیں اس طرح چھائی ہوئی ہیں اور اس خوش اسلوبی سے انہیں قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ایک عام قاری ان سے یہی سبق لے گا کہ قرآن کی اصل تعلیمات حقیقت میں یہی ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والے انہیں غلط بتانے والے، وہابی دین سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔

بطور نمونہ ان تفسیری حاشیوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حاشیہ احمد رضا خاں صاحب کے دست راست اور خلیفہ جناب نعیم الدین مراد آبادی

اور مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی کے لکھے ہوئے ہیں۔ اول الذکر کے تفسیری حاشیے "خزائن العرفان" اور ثانی الذکر کے "نور العرفان" کے نام سے موسوم ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (البقرہ: آیت ۲۶۱)	جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کی حالت، جس سے (بالفرض) سات بالیں نکلیں (اور) ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں۔

اس آیت پر مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی نے اس طرح حاشیہ آرائی کی ہے:

"اس میں ایصال ثواب کے لئے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہے لہٰذا تیجہ، چالیسواں سب ہی شامل ہیں"(۱)

واضح رہے کہ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کے لئے یا ایصال ثواب کے واسطے کسی مخصوص دن کے التزام کی کوئی بات نہ تھی۔ مگر مفتی صاحب نے نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے تیجہ، اور چالیسواں اس میں لا کھڑا کیا۔ گویا وہ لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قرآن اسی طرح دن معین کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ہدایت اور تاکید کر رہا ہے۔ نتیجۃً جاہل عوام اگر یہ سمجھنے لگیں کہ تیجہ اور چالیسویں کی فاتحہ کی تعلیم خود قرآن مجید نے دی ہے تو ان کا کیا قصور؟ اور یہ بھی غور فرمائیں کہ اس مقام پر انفاق فی سبیل اللہ کا لفظ دیکھ کر مفتی صاحب کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کوئی طریقہ یاد نہ آیا۔ سیدھے ایصال ثواب کی طرف دوڑ پڑے؟

(۱) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۶۸

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے اس موقعہ پر صرف تیجہ اور چالیسواں کا تذکرہ کیا ہے، دسویں اور بیسویں کو وہ شاید بھول گئے تھے۔ ان کے استاذ اور خاں صاحب بریلوی کے خلیفہ خاص نعیم الدین مراد آبادی نے اس مقام پر اپنے عزیز شاگرد کی بھول کی اصلاح کرتے ہوئے تیجہ کے ساتھ دسویں اور بیسویں کا بھی تذکرہ کردیا ہے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ لکھتے ہیں:

"اموال کے ایصال ثواب کے لئے تیجہ، دسویں اور چالیسویں کے طریقہ پر مساکین کو کھانا کھلایا جائے"(۱)

(۲) قرآن مجید کی سورۃ المعارج کی آیت ۲۵ اس طرح ہے:

وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

اور وہ نیک لوگ جن کے مال میں ایک مقررہ حق ہے سائلین کے لئے اور محرومین کے لئے

اس آیت میں واضح طور پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے شریعت میں مقرر کردہ نصاب کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ مستحق امداد لوگوں کو بقدر استحقاق و ضرورت زکوٰۃ اور فطرہ کے علاوہ بھی ان کی مالی امداد کرنا اہل خیر کے مالوں میں ان غریبوں کا ایک حق بتلایا گیا ہے۔ لیکن احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی کو لفظ "مَعْلُوْمٌ" دیکھتے ہی "ختم شریف" کا خیال آیا اور انھوں نے پہلی فرصت میں نہایت چابکدستی سے اس آیت کے ذریعہ "گیارہویں" ثابت کر ڈالی۔

لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ صدقہ نفلی کی مقدار اور خرچ کا وقت مقرر کرنا اچھا ہے جیسے ہر گیارہویں تاریخ کو گیارہ آنے"(۲)

---

(۱) "خزائن العرفان (حاشیہ کنزالایمان) نعیم الدین مراد آبادی ص ۲۶
(۲) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۹۰۸

ان کے استاذ نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں صدقات مستحبہ کے لئے وقت کے تعین کو جائز ٹھہرا لیا ہے۔

لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لئے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز اور قابل مدح ہے"(۱)

(۳) قرآن مجید کی سورۃ الماعون میں فرمایا گیا ہے:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ	کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے سے کوئی رغبت اور دلچسپی نہیں رکھتا۔

اس آیت کی تفسیر میں احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رقم طراز ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ حیلے بہانے بنا کر صدقہ و خیرات سے روکنا ابو جہلی طریقہ ہے۔ اس سے وہابی عبرت پکڑیں جو میلاد شریف، گیارھویں شریف محرم وغیرہ کی خیراتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ جوئے شراب سے نہیں روکتے(۲)

اس آیت میں مفتی احمد یار خاں نعیمی کو گیارھویں شریف، میلاد شریف اور محرم کی خیراتوں کا تو فوراً خیال آ گیا جس سے ان کی دانست میں وہابی منع کرتے ہیں لیکن یہ نہ سوچا کہ اس آیت میں تو اس شخص کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن اور جزاؤ سزا کا سرے سے ہی منکر ہے۔ مسکینوں اور یتیموں کا حق مارتا ہے اور اسے اس بات کا ذرا بھی خوف نہیں کہ ایک دن ان تمام کاموں کا اسے

(۱) "حاشیہ کنزالایمان" نعیم الدین مراد آبادی ص ۸۲۷
(۲) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص ۹۸۵

بھی دینا ہوگا ——— حالانکہ "وہابی" جن کو کہا جاتا ہے وہ تو قیامت اور حساب
و نشر کے منکر نہیں ہیں بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے حشر
خیرات کرنے کے لئے کسی خاص دن یا خاص کھانے کی تعداد مخصوصہ (جیسے
گیارہ آنے وغیرہ) کا تعین نہیں کیا ہے لیکن ان مفتی صاحب کی کاری گری
اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس آیت کو جھٹ "وہابیوں" پر چسپاں کر دیا۔

(۴) سورۂ یونس آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا

(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ رزق تمہارے لئے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم کچھ کو حرام قرار دے لیتے ہو اور کچھ کو حلال ٹھہراتے ہو۔ (یونس: آیت ۵۹)

اس آیت میں تخاطب ہے یہود کی طرف جو تورات کے احکام میں تغیر اور تبدیلی کرتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی اشیاء رزق کو ان کے عالم اور ربی دنیاوی مصالح کے پیش نظر جب چاہتے ان میں سے کچھ کو حلال کر دیتے اسی طرح وہ حلال اشیاء رزق کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنے کے عادی تھے۔ اور اپنی مرضی سے بہت سی حلال چیزوں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔

لیکن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جناب نعیم الدین مرد آبادی کیا فرماتے ہیں۔ یہ بھی دیکھئے۔ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مصر ہیں جیسے محفل میلاد کو فاتحہ کو گیارھویں کو اور دیگر طریقہ ہائے ایصال ثواب کو، بعض میلاد شریف، فاتحہ و توشہ کی شیرینی اور تبرک کو جو سب حلال وطیب چیزیں ہیں ناجائز و ممنوع بتاتے ہیں۔ اسی کو قرآن پاک نے خدا پر افترا بتایا ہے"(۱)

(۱) "حاشیہ کنزالایمان" نعیم الدین مراد آبادی ص ۳۱۱ (حاشیہ نمبر ۱۴۱)

غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیت میں صرف حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر ہی نکیر نہیں ہے بلکہ حرام چیزوں کو حلال بنانے والوں کو بھی سرزنش کی گئی ہے۔ مگر نعیم الدین صاحب مراد آبادی اپنی مقصد براری کے لئے کس طرح اس آیت کو صرف ایک پہلو پر لے آئے ہیں؟ جہاں تک افتراء علی اللہ کی بات ہے تو کیا اپنی طرف سے تاریخوں کا التزام اور فاتحہ کی چیزوں کا انتخاب اور انہیں پر اصرار کرنا اور ان مزعومہ بدعات و خرافات کو خدا کی طرف سے معین بتانا کیا خدا پر افترا اور جھوٹ گھڑنا نہیں کہلائے گا؟ شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں اور توشہ و فاتحہ کی شیرنی کے جواز کے لئے نعیم الدین مراد آبادی نے کس طرح اس آیت کو تختۂ مشق بنایا ہے، محتاج بیان نہیں۔

(۵) قرآن مجید کی سورہ "بنی اسرائیل" کے تیسرے رکوع کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جائیں تو انہیں "اُف" بھی نہ کہیں اور ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کیا کریں اور ادب و احترام سے پیش آئیں اور ان کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کریں۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

یعنی: اے ہمارے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی اور دیکھ بھال کی تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

"ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا تیجہ، چالیسواں فاتحہ وغیرہ کرنی چاہئے"(۱)

گویا تیجہ، چالیسواں کرنا بھی ماں باپ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم تھا

(۱) "نور العرفان" احمد یار خاں نعیمی ص ۴۵۳

تھا (استغفر اللہ) اس کو بتانا اللہ تعالیٰ کو یاد نہ رہا اس لئے مفتی صاحب نے اللہ کے کلام کی اصلاح فرمادی۔

(۶) قرآن مجید کی سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۵ میں ارشاد ربانی ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

اس کی تفسیر میں نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح بزرگوں پر اللہ کی جو نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظیمہ پیش آئے جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ۔ ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر ایام اللہ میں داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں، انہیں اس آیت سے نصیحت پکڑنی چاہیے"(۱)

طرفہ تماشا یہ ہے کہ نعیم الدین مراد آبادی صاحب اسی حاشیے کے شروع میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ:

"قاموس میں ہے کہ ایام اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ و ابی بن کعبؓ، مجاہد، قتادہ نے بھی ایام اللہ کی تفسیر اللہ کی نعمتیں فرمائیں"

تو کیا دسویں محرم کے دن کربلا کا واقعہ ہائلہ، اللہ تعالیٰ کی کوئی "نعمت" تھا جس کی یادگاریں قائم کرنے کی مفتی صاحب صلاح دے رہے ہیں؟ اگر مفتی صاحب کے نزدیک "بعض مفسرین" نے اس آیت میں بڑے بڑے واقعات وحادثات کو شامل بھی کرلیا ہے تو کیا ان کے خیال میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کے اقوال کو پس

(۱) "حاشیہ کنزالایمان" نعیم الدین مراد آبادی ص ۳۷۰ (حاشیہ نمبر ۱۴۱)

پشت ڈالنا اور مجاہد و قتادہ جیسے تابعین کی آراء کو نظر انداز کر کے محض "بعض مفسرین" کے مجہول اقوال و آراء پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر لینا اور ان کی بنیاد پر اپنی فکر و عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنا درست ہے؟

اور اگر یہ درست ہے تو کیا اس طرح شیعوں کے تعزیہ، دس محرم کو گھوڑے نکالنا، کٹے پنجوں کے نشان لگانا اور رونے رُلانے کی مجلسیں منعقد کرنا اور اسی قبیل کے دیگر شیعی معتقدات کو "ایام اللہ" میں داخل کرنا، کیا اس طرح چور راستے سے عوام الناس کو شیعیت کی آغوش میں بتدریج دھکیلنے کا جامع منصوبہ ترتیب نہیں دیا گیا ہے؟ واضح رہے کہ "ذکر شہادت" کی مجالس میں بریلوی حضرات جو مرثیے پڑھتے ہیں وہ سب مشہور و معروف شیعہ مرثیہ نگار میر انیس اور مرزا دبیر کے لکھے ہوئے ہی ہوتے ہیں۔

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے مفسر قرآن صحابی رسول ـــــ جن کے لئے فہم قرآن کی دعا خود حضور ﷺ نے فرمائی تھی ـــــ اور حضرت ابی بن کعبؓ جن کو قرآن کی سورہ "لم یکن" جا کر سنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا۔ ـــــ ایسے عظیم المرتب اور جلیل القدر صحابہ کرام کے فہم قرآن پر بھروسہ نہ کرنا اور ان کی آراء کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا کیا شیعی ذہنیت کی غمازی نہیں کرتا؟؟

(۷) سورۃ البقرہ رکوع ۳۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے خواہش کی تھی کہ انھیں مردہ کے زندہ ہونے کی کیفیت دکھائی جائے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ چار پرندے لے کر انھیں اپنے ساتھ سدھالو جب وہ مانوس ہو جائیں تو پھر ان سب کو ذبح کر کے ان کے گوشت کے مختلف ٹکڑے الگ الگ پہاڑوں پر بکھیر دو۔ پھر انہیں آواز دو وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے لہٰذا تم جان لینا کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔

اس واقعہ میں ان پرندوں کو بلانا یا آواز دینا خدا کے حکم کی تعمیل میں تھا نہ کہ از خود اپنی مرضی سے۔ مقصد یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندگی بخشیں تو وہ اپنے مالک کی آواز پہچان کر اس آواز پر دوڑے چلے آئیں گے۔

اس واقعہ میں خدا کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے لیکن مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی نے اس آیت پر جو حاشیہ چڑھایا ہے وہ معرکہ کی چیز ہے۔ لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ بے جان جانوروں کو بھی پکارنا جائز ہے۔ فیض دینے کے لئے، تو گزشتہ نبیوں، ولیوں کو پکارنا جائز ہے فیض لینے کے لئے"(۱)

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پرندوں کو فیض حیات دینے کے لئے بلایا تھا اور ان کو دوبارہ زندگی دینے کا فعل اللہ تعالیٰ نے انجام نہیں دیا تھا؟ تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى یعنی اے اللہ! تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنے کی خواہش نہیں کی تھی؟ یا انھوں نے اپنی قدرت کا جلوہ دکھانے کا (نعوذ باللہ) دعویٰ کیا تھا؟ اور پھر جانوروں کو بلانے اور انبیاء واولیاء کو مدد کے لئے پکارنے میں کیا نسبت ہے؟ کیا ان برگزیدہ ہستیوں کو آپ (نعوذ باللہ) جانوروں پر قیاس کرنا چاہتے ہیں؟ کاش! مفتی صاحب کچھ تو سوچتے؟؟

(۸) مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی نے اسی طرح کی ایک اور جرأت وجسارت سورۃ الکہف کی آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے بھی کی ہے۔ وہ كُمْ کی ضمیر سے کفار مراد لیتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں بھی انسان ہوں جیسے تم، اُس سے مراد عام بنی نوع انسان نہیں ہیں بلکہ آپ صرف کافروں کو کہہ رہے ہیں کہ میں

(۱) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۶۸

تمہاری جنس سے ہوں! غور طلب بات یہ ہے کہ ان کے "اعلیٰ حضرت" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کو ظاہر صورت میں (نعوذ باللہ) کفار مکہ (ابوجہل ابولہب وغیرہ) جیسا انسان ہونے کا دعوی کیا تھا ان کے خلیفہ جناب احمد یار خاں نعیمی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور آپ کو بالکلیہ "جنس کفار" بنا کر رکھ دیا (استغفر اللہ ونعوذ باللہ من ذلک)

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

"اس آیت میں کفار سے خطاب ہے.......... فرمایا گیا اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں، اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے"(۱)

اس تحریر کے مطابق احمد یار خاں نعیمی نے تین صریح گستاخیاں کی ہیں:

(۱) حضور ﷺ کو شکاری کہا۔

(۲) قرآن جو اللہ کا کلام ہے اسے جانوروں کی بولی سے تشبیہ دی۔

(۳) قرآن کی اس آیت کو خلاف حقیقت محض شکار کا حیلہ قرار دیا۔

(۹) مفتی احمد یار خاں نعیمی جو بریلویوں کے "حکیم الامت" کہے جاتے ہیں ان کی حکمت اور دانائی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۹۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ رَّبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنَ : یعنی: آپ کہئے کہ میں تری پناہ چاہتا ہوں اے میرے رب! شیاطین کی وسوسہ اندازی سے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" رب أعوذ بك دعا ہے۔ قُلْ میں حضور ﷺ کی زبان مبارک کی

(۱) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۱۷۶

طرف اشارہ ہے۔ یعنی اے محبوب! دعا ہماری بتائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو، کارتوس رائفل سے پوری مار کرتا ہے"(۱)

بریلویوں کے ان مفتی صاحب کی گستاخی ملاحظہ ہو۔ کس ڈھٹائی سے اس ظالم اور بے ادب نے حضور ﷺ کے دہن مبارک کو رائفل سے تشبیہ دی ہے اور قرآن کریم کی اس عظیم دعا کو کارتوس بتایا ہے۔ اتنی صریح گستاخی کے باوجود یہ لوگ "عاشق مصطفیٰ" اور "فدائی رسول" کہلانے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور جو لوگ صحیح معنی میں عاشق و شیدائی رسولؐ ہیں ان پر کفر و فسق کے پتھر اچھالتے ہیں ان کی صحیح عبارتوں میں توڑ مروڑ کر غلط معنی پیدا کرتے ہیں؟؟

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء: آیت ۲۲۷)

(۱۰) اب آخر میں بریلویوں کے انہیں مفتی احمد یار خاں نعیمی کا ایک اور "شگوفہ" ملاحظہ فرماتے چلیں:

ارشاد فرماتے ہیں:

"خیال رہے کہ قرآن سے ہدایت بھی ملتی ہے اور گمراہی بھی۔ يَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا مگر حضور ﷺ سے صرف ہدایت ملتی ہے"(۲)

یہاں مفتی صاحب کی "فہم رسا" نے جو زبردست ٹھوکر کھائی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے قرآن کی طرف ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کی نسبت کی ہے حالانکہ ہدایت و گمراہی کلیۃً اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ قرآن کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور قرآن کریم میں گمراہی ہرگز نہیں ہے، اس میں تو ہدایت ہی ہدایت ہے، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل: آیت ۹) ساری دنیا مل کر بھی قرآن مجید

(۱) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۵۵۵

(۲) "نور العرفان" مفتی احمد یار خاں نعیمی ص ۸۲۱

میں ایک آیت بھی ایسی نہیں دکھا سکتی کہ جس سے گمراہی ملتی ہو۔ اس کے برعکس ہدایت قرآن کی یہ سخت توہین اور بے عزتی ہے کہ اس سے گمراہی بھی ملنے کی بات کی جائے۔

دوسری بات جو اس سلسلہ میں قابل غور و توجہ ہے وہ یہ کہ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶ اس طرح ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ

مفتی احمد یار خاں نے قرآن سے گمراہی ملنے کی اپنی غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کے الفاظ میں الٹ پھیر بھی کر ڈالی۔ یعنی یھدی بہ کثیرا کو پہلے لے آئے اور یضل بہ کثیرا کو بعد میں کر دیا۔ قرآن کے الفاظ میں یہ تحریف اور تبدیلی کرنے کی جرأت مفتی صاحب کو اسی لئے ہوئی کہ ان کے مقتدی، و پیشوا "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے قرآنی آیات میں قطع و برید، اس کے الفاظ میں ردوبدل اور ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے کا مشغلہ اختیار رکھا تھا جس کی ایک جھلک آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائی، جب "پیر" کے دل میں قرآن کی عزت و وقعت نہیں تو پھر مرید کیوں اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھے گا! بہر طور ان لوگوں کی یہ محرفانہ ذہنیت لاکھ چھپانے کے باوجود ان کے درپردہ شیعیت کی غمازی کرتی ہے۔

گذشتہ صفحات میں ہم "بریلوی فکر کے اجزائے ترکیبی" کے عنوان کے تحت یہ واضح کر چکے ہیں کہ "بریلویت" اپنی ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے کوئی مخصوص دینی مسلک، باقاعدہ مکتب فکر یا ٹھوس نظریاتی گروہ نہیں ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت کی نصوص اور علمی دلائل پر رکھی گئی ہو۔ اصلیت میں یہ محض ایک "پیٹ کا فلسفہ" ہے اور ایسا مفسدہ یا فکری الحاد اور زندقہ ہے جس کی بے ہنگم عمارت کے در و بام کی تعمیر اگرچہ شیعی نقشے کے مطابق کی گئی ہے مگر اس کی تزئین و آرائش میں سنی عقائد کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ خوارج

اور عیسائیت کے معتقدات کا رنگ روغن ارباب کلیسا کے اصول " ثالث ثلاثہ " کی میناکاری بھی اس میں ملتی ہے اس کے علاوہ ہندو مذہب کے مختلف رسوم و معتقدات بھی اس کی آرائش و تعمیر میں شامل ہیں! چنانچہ اس ضمن میں شیعی افکار و عقائد کا تفصیلی احوال گذشتہ صفحات میں آپ بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کے حوالے سے ملاحظہ فرما چکے۔ اب ہم اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بریلوی فکر کے دوسرے عناصر کا ایک مختصر سا جائزہ سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

عیسائیت اور بریلویت کی مشترکہ قدریں

مسیحی پادری فنڈر اپنی کتاب "مفتاح الاسرار" میں لکھتا ہے:

"مسیح از جنس بنی نوع بشر نیست — مسیح بنی نوع انسان میں سے نہیں ہے
بلکہ مرتبہ اش اعلیٰ است[1] — بلکہ مرتبہ اس کا بشر سے اونچا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی بھی یہی بات رسول اللہ ﷺ کے لئے لکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" میں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں"

یعنی جس طرح عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ ہے کہ حقیقت اور ذات میں آپ ہرگز بشر نہیں 'بشریت" آپ کا صرف ظاہری لباس ہے۔ اندر سے آپؑ وہی ہیں جس نے آپ کو یہاں دنیا میں بھیجا تھا ٹھیک وہی عقیدہ احمد رضا خاں صاحب بھی حضور ﷺ کے بارے میں رکھنے کی تلقین کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ ظاہر صورت بشری میں تو انسان

(۱) "مفتاح الاسرار" پادری فنڈر مطبوعہ ۱۸۴۳ء بحوالہ "مطالعہ بریلویت" علامہ خالد محمود ج ۳ ص ۱۵۴

نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں آپ خود خدا ہیں اور معراج کی رات اصلیت میں حضور ﷺ خود اپنے آپ سے ملنے ہی عرش پر گئے تھے۔

خاں صاحب بریلوی کا مشہور شعر ہے:

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے، اسی سے اس کی طرف گئے تھے (۱)

(۲) عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذات واجب (یعنی واجب الوجود) سمجھتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے ذہن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درجہ ذات واجب یعنی اللہ تعالیٰ سے کچھ نیچے ہے۔ یعنی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذات واجب سمجھتے ہوئے بھی بہر حال خدا کو باپ کا درجہ دیتے ہیں اور انہیں بیٹے کا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریک سمجھتے ہیں باپ اور بیٹے کی یہ تفریق اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کی نگاہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام واجب الوجود یعنی خدا ہو کر بھی اس سے جدا ایک بیٹے کی حیثیت رکھتے ہیں اور ساری صفات الٰہی کے مالک ہونے کے باوجود ان کا درجہ واجب الوجود اور ممکن الوجود (یعنی خدا اور مخلوق) کے درمیان ہے۔ یعنی بظاہر وہ انسان دکھائی دیتے ہیں مگر اصلیت کے اعتبار سے وہ (نعوذ باللہ) خدا ہیں اور اس کے بیٹے بھی۔

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے جب رسول اللہ ﷺ کے لئے ظاہر صورت بشری کا دعوی کیا تھا تو پھر ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ بھی عیسائیوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کو عالم امکان سے ذرا اوپر لے جائیں اور آپ کی ذات گرامی میں کچھ واجب الوجود کا ابہام پیدا کریں۔ چنانچہ عیسائیوں کی تقلید میں خاں صاحب بریلوی، آنحضرت ﷺ کو بھی واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) اور ممکن الوجود (مخلوق) کے مابین ایک مقام دیتے ہیں یعنی ان کے

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۱۴

نزدیک حضور ﷺ کا مخلوق ہونا کوئی قطعی بات نہیں بلکہ ایک امر موہوم ہے۔

احمد رضا خاں صاحب کا ایک شعر ہے:

ممکن میں قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں(۱)

اسی طرح وہ "حدائق بخشش" حصہ دوم میں لکھتے ہیں:

معدن اسرار علام الغیوب برزخ بحرین امکان ووجوب(۲)

اسی طرح یہ اشعار بھی قابل غور ہیں:

گمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے(۳)

بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے اس قسم کے اشعار اور خیالات سے شہ پاکر ہی شاید ان کے معتقدین بریلوی شعراء کو ایسے صریح شرکیہ اشعار کہنے کی ہمت ہوئی کہ

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

جناب احمد رضا خاں صاحب کے والد ماجد نقی علی خاں فرماتے ہیں:

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے(۴)

حامد رضا خاں صاحب بریلوی کے صاحبزادے بھی زندگی بھر اسی ورطۂ

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۴۹
(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۸۹
(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۱۴
(۴) "سرور القلوب" مولانا نقی علی خاں ص ۵

حیرت سے نہ نکل سکے کہ آپ آخر کیا ہیں؟ خدا ہیں یا خدا کے علاوہ کچھ اور ہیں؟

ان کا ایک شعر ہے

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی

خدا پر اس کو چھوڑا ہے، وہی جانے کہ کیا تم ہو(۱)

اس سے واضح ہوا کہ بریلوی حضرات رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تشکیک اور سفسطہ میں مبتلا ہیں۔ وہ آپ ؐ کو ممکن الوجود (مخلوق) نہیں ماننے اور کھل کر خدا بھی نہیں کہتے۔ ان کے ہاں آپ ﷺ نہ خالق ہیں نہ مخلوق۔ حضور ﷺ کو واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین برزخ ماننے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم اصولی طور پر اللہ کے لئے ہو اور ضمنی طور پر حضور ﷺ پر بھی صادق آئے۔ عیسائیوں کا نکتہ نظر اور عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہی ہے کہ وہ ان کے نزدیک خدا بھی ہیں اور اس کے بیٹے بھی۔ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "بظاہر بشر" مانتے ہیں اور حقیقت میں کچھ اور، بریلوی بھی حضور ﷺ کے لئے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ظاہر صورت بشری میں انسان نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں خدا جانے کیا ہیں؟!

واضح رہے کہ "واجب الوجود" اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کا ہمیشہ سے موجود ہونا واجب یعنی ضروری ہو اور اس پر کوئی عدم (No Existance) نہ پہلے کبھی گذرا ہو اور نہ آئندہ کبھی آئے۔ اس طرح واجب الوجود یعنی ازلی وابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات واجب الوجود نہیں ہو سکتی، جو بھی ہے وہ حادث یعنی فنا ہونے والا اور مخلوق ہے (قرآن مجید کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں بلکہ اس کی صفت ازلی ہے) اور ممکن الوجود، یعنی نہ اس کا ہونا ضروری تھا اور نہ اس کا عدم یعنی نہ ہونا ضروری ہے۔ تمام مخلوق کو کہا جاتا ہے۔ عقلاء کے نزدیک وہ فرضی وجود جس کے "نہ

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۰۴

ہونے" پر ایمان لانا ضروری ہو اس کو "ممتنع الوجود" کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے وجود صرف تین ہیں۔ واجب الوجود، ممکن الوجود، اور ممتنع الوجود! اللہ تعالیٰ "واجب الوجود" ہے اور شریک باری جس کا ہونا محال ہے اسے ممتنع الوجود کہیں گے۔ اور باقی سب مخلوق "ممکن الوجود" ہے ــــ واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان کوئی برزخ یعنی درمیانہ درجہ نہیں۔ اگر کسی چیز کو کسی پہلو سے "برزخی درجے" میں سمجھا جاسکتا ہے تو وہ قرآن مجید ہے جو واجب الوجود کی صفت ہونے کے لحاظ سے مخلوق نہیں اس کا کلام ہے اور ہمارے تلفظ کے لحاظ سے اس میں ایک گونہ عالم امکان کی جھلک نظر آتی ہے۔ تاہم باتفاق اہل سنت والجماعت قرآن مجید کو مخلوق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کوئی بھی صفت باری تعالیٰ اس کی ذات سے علیحدہ شمار نہیں کی جاسکتی، جو شے ذات باری سے علیحدہ ہو اسی کا نام مخلوق ہے اور ممکن الوجود۔

اسلامی عقیدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ بھی "ممکن الوجود" تھے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی جناب میر محمد نعمان کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اے برادر! محمد رسول ﷺ اتنی اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے اور ممکن الوجود ہونے کے نشان سے نشاندار تھے۔ بشر، خالق بشر سے کیا کچھ پاسکتا ہے اور ممکن الوجود، واجب الوجود کو کہاں گرفت میں لے سکتا ہے اور پیدا ہونے والا ذات قدیم کا اس کی عظمت بہت اونچی ہے کیسے احاطہ کرسکتی ہے اسکے علم کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا یہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔	ے برادر محمد رسول ﷺ با علو شان بشر بود، و بداغ حدوث و امکان متسم، بشر از خالق بشر جل شانہ چہ دریابد، و ممکن از واجب چہ فراگیرد و حادث قدیم را جلت عظمتہ چہ طور احاطہ نماید لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا نص قاطع است (1)

(1) "مکتوبات شریف دفتر اول مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۱۷۳ ص ۱۷۷

(۳) عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مافوق الامکان قدرت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور تمام صفات خداوندی سے متصف۔ دفع بلاء، تقسیم رزق، استعانت مخلوق اور تملیک جنت ونار آپ سے ہی متعلق سمجھتے ہیں۔ احمد رضا خاں صاحب اور ان کے متبعین بھی آنحضرت ﷺ کے لئے ایسی تمام صفات الٰہی کے قائل ہیں جو آپؐ کے "ممکن الوجود" یعنی مخلوق ہونے کی نفی کرتی ہوں جیسے ہر جگہ حاضر وناظر ہونا، سمیع وبصیر، علیم وخبیر، رازق یعنی بندوں کو رزق پہونچانے والا ہونا وغیرہ۔

(۴) عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہر چیز پر قادر مانتے ہیں ساتھ ہی انہیں قیامت کے دن اللہ کے حضور شفاعت کرنے والا بھی۔ بریلوی بھی حضور ﷺ کے لئے "مختار کل" کا عقیدہ رکھتے ہیں، جنت ونار کا مالک کہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ آپ کی شفاعت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ حالانکہ جو "مالک جنت" اور "مختار کل" ہو اس کو شفاعت کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے مختار کل کا عقیدہ حضور ﷺ کی شفاعت کے عقیدے سے بالواسطہ انکار ہے۔

(۵) عیسائی، انبیاء علیہم السلام کو غیب بین (Seer) کہتے ہیں۔ یعنی غیب کا ایسا ملکہ اور ایسی صفت رکھنے والے کہ جب چاہیں پردۂ غیب کی بات معلوم کرلیں۔ یا یہ کہ خدا نے ان کو ایسی قدرت عطا کردی ہے کہ خدا کے بتائے بغیر جب چاہیں غیب کے اسرار بتاتے جائیں اور ان سے غیب وشہادت کی کوئی بات پوشیدہ نہ ہو۔

موجودہ انجیل یا "بائبل" (Bible) کا پہلا حصہ جو ان عیسائیوں کے نزدیک آج کل "عہد نامہ قدیم" (Old Testament) کہلاتا ہے۔ اس میں "سموئیل پیغمبر کی کتاب" کے عنوان کے تحت نویں باب میں جو درس نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ ہے اس میں واضح طور پر یہ بات تحریر کی گئی ہے کہ:

"اگلے زمانہ میں اسرائیلیوں میں جب کوئی خدا سے مشورہ کرنے جاتا تو یہ

کہتا تھا کہ آؤ غیب بین (Seer) کے پاس چلیں۔ کیونکہ جس کو اب نبی کہا جاتا ہے اس کو پہلے غیب بین (غیب کی باتوں کا ماہر) کہتے تھے۔ تب ساؤل نے اپنے نوکر سے کہا، تو نے کیا خوب کہا۔ آ ہم چلیں پھر اس شہر کو جہاں وہ "مرد خدا" تھا وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ اس شہر کی طرف ٹیلے پر چڑھتے ہوئے ان کو کئی جوان لڑکیاں ملیں جو پانی بھرنے جاتی تھیں انہوں نے ان سے پوچھا کیا "غیب بین" یہاں ہے؟ انھوں نے ان کو جواب دیا۔ ہاں ہے"(۱)

اہل کتاب یہود و نصاری کے نزدیک "نبوت" ایک ایسا "فن" تھا جس کا ماہر، نجوم و کہانت اور جفر کے علوم پر دسترس رکھنے کی وجہ سے غیبی امور کو بآسانی جان لیتا تھا۔ ایسے ماہر فن کو یہ لوگ "مرد خدا" اور غیب جاننے والا، غیب کی باتیں بتانے والا اور حاضر و ناظر کہتے تھے، Seer کی اصطلاح ان تینوں خصوصیات پر محیط ہے۔ اور یہ سب باتیں اس مرد خدا کی صفات سمجھی جاتی تھیں۔

موجودہ "بائبل" کے نئے "عہد نامے" (New Testament) سے اس کا ثبوت ملتا ہے ملاحظہ ہو:

"دوسرے دن ہم روانہ ہو کر قیصریہ میں آئے اور فلپس مبشر کے گھر جوان ساتوں میں سے تھا، اتر کر اس کے ساتھ رہے۔ اس کی چار کنواری بیٹیاں تھیں جو نبوت کرتی تھیں"(۲)

ظاہر سی بات ہے کہ "نبوت" عورتوں کو کبھی نہیں ملی، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں ایک بھی عورت نہیں، سب کے سب مرد تھے۔ ایسی صورت میں بائبل میں مذکورہ فلپس کی ان چاروں کنواری بیٹیوں کی نبوت کرنے کی بات کا مطلب نجوم، کہانت اور علم جفر کے ذریعہ غیب کی خبریں بتانا

(۱) "سموئیل" باب ۹ درس ۹، ۱۰

(۲) "رسولوں کے اعمال" باب ۲۱

ہی ہو سکتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی ''کنزالایمان'' میں ''نبی'' کا ترجمہ ''اے غیب کی خبریں دینے والے'' کرتے ہیں۔ وہ آپ کے لئے ماکان وما یکون کے علم کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بھی تمام امور غیب حضور ﷺ پر ہمہ وقت منکشف ہیں۔

حالانکہ انبیاء کی طرف غیب دانی کی نسبت اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ یہود ونصاریٰ کی میراث ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق حضور ﷺ کے لئے غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے ملا علی قاریؒ: ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں:

ذکر الحنفیۃ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ: قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ (۱)	حنفیہ نے صراحت کے ساتھ اس شخص کو کافر کہا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے تھے۔ کیونکہ یہ قرآن کی آیت قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلاَّ اللّٰہُ کے خلاف ہے یہ بات مسایرہ ابن ہمام میں مذکور ہے۔

اپنے آپ کو حنفی وسنی بتانے والے بریلوی حضرات ذرا سنجیدگی سے اس پر غور کریں!

(۵) عیسائی عقائد کی خصوصیات میں ایک اہم عقیدہ ''ثالث ثلاثہ'' بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ذات واحد جانتے ہوئے بھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ''رُوح القدس'' یعنی جبرئیل علیہ السلام کو بھی خدائی ذات وصفات میں شریک کرنا اور انہیں بھی ''عین خدا سمجھنا۔ عیسائیوں کا ''تین میں ایک اور ایک میں تین خدا یا قرآن کے الفاظ میں ''ثالث ثلاثہ'' کا باطل عقیدہ اہل

(۱) ''شرح فقہ اکبر'' ملا علی قاریؒ ص ۱۸۵ (طبع کانپور)

شیع نے اللہ تعالیٰ، محمد ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کی باہم "عینیت" اور متحدۃ الذات والصفات ہونے کی صورت میں قبول کیا تھا اور بریلویت جو کہ شیعیت ہی کی ایک "تقیہ صفت" شاخ ہے اس نے بھی عیسائیوں کے عقیدہ "ثالث ثلاثہ" کو پوری طرح خوش آمدید کہا ہے۔ البتہ یہاں خدائی صفات اور نور ذات باری میں شرکت اللہ، محمد ﷺ، اور علی رضی اللہ عنہ میں نہ رہ کر اللہ، محمدؐ اور غوث میں تسلیم کی گئی ہے۔

"مصطفیٰ را مرتضی داں، مرتضی را مصطفیٰ" اور "علی با مصطفیٰ ہر دو خدا یند" میں تو شیعیت اور بریلویت متحد الخیال ہیں ہی، کیونکہ " لی خمسة اطفی بھا" یا "عقیدہ پنج تن پاک" دونوں میں مشترک ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو تیسرے خدا کا درجہ دینے میں احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جس قدر محنت کی ہے اور انہیں بالا طلاق خدا کی صفات میں شریک و سہیم ہی نہیں بلکہ معبود اور قاضی الحاجات گردانا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ گذشتہ صفحات میں قارئین کرام "غوث اعظم" کے بارے میں ان کی مبالغہ آرائی کے نمونے ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

بریلویت اور افکار خوارج

"سُنّت" کے لغوی معنی "راستہ" کے ہیں۔ اور "سنت نبوی" کا مطلب یہ ہے کہ: اسلام کا وہ راستہ یعنی "صراط مستقیم" جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین گامزن تھے اور جس پر چلنے کی آپؐ نے امت مسلمہ کو ہدایت اور تلقین فرمائی۔ اس طرح اہل السنۃ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اقوال واعمال اور عقائد میں سر تا پا سنت نبوی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور الجماعت سے مراد صحابہ کرام کی وہ جماعت ہے جو حتی الامکان خلوص دل کے ساتھ قرآن واحادیث نبوی کی حقیقی تعلیمات اور اس کے

احکام و قوانین پر گامزن تھی۔ لہٰذا ''اہل السنۃ والجماعت'' مسلمانوں کا وہ ''سواد اعظم'' ہے، یا ساری دنیا کے ان تمام مسلمانوں کے مجموعے کا نام ہے جو فقہی مسائل میں مختلف الرائے ہونے کے باوجود بنیادی طور پر قرآن و سنت کے احکام قطعیہ پر مخلصانہ طور پر عامل ہیں۔ اور صحابہ کرام کے طریقہ پر گامزن ہیں۔ اور دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں میں پھیلے ہوئے ہونے کے باوجود باہمی اسلامی اخوت اور اتحاد ملت کی دوڑ میں پڑے ہوئے ہیں، فروعی مسائل میں اختلاف فکر و عمل، ان کے رشتۂ اخوت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی وہ سب اختلاف مسائل کے باوجود باہم متحد اور امت مسلمہ کا ''جسد واحد'' ہیں سب کے سب راہ حق و صواب پر اور اہل سنت والجماعۃ ہیں۔

''اہل بدعت'' سے مراد مسلمانوں کے درمیان وہ ''فتنہ پرداز'' عناصر یا منافقین کا گروہ ہے جو ظاہر طور پر اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی صفوں میں گھلا ملا رہتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے خود کو ''اہل سنت والجماعت'' ہی باور کراتا ہے مگر حقیقت میں یہ لوگ سنت نبوی کے مخالف اور اسلام کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر اپنے اختراع کردہ اعتقادات و اعمال اور ایک نئے طور طریق اور راستے کے داعی ہوتے ہیں۔ دین کے مسلمات اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے علی الرغم یہ لوگ اپنے خود ساختہ افکار و خیالات کو سنت نبوی بتا کر جاہل عوام کو بے وقوف اور امت مسلمہ کو گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ کے مطابق قرآن و سنت سے ہٹ کر جو بھی نئی بات دین میں نکالی جائے گی وہ بہر حال بدعت ہی ہوگی رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے ہر محدث یعنی دین میں نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے (بخاری و مسلم و نسائی)

خوارج لفظ خارجی کی جمع ہے جس کے معنی ہوتے ہیں علحدہ اور باہر ہونے والا۔ اسلامی اصطلاح میں خوارج اس گروہ کا نام ہے جو دور صحابہ میں جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر ان کے لشکر سے از خود علحدہ ہوگئے تھے۔ اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کے سخت مخالف اور دشمن بن گئے تھے۔ ان دونوں اصحاب رسول ﷺ کے حمایتیوں کو جن میں زیادہ تر صحابہ کرامؓ ہی تھے وہ کافر اور مرتد کہنے لگے تھے جس کی وجہ سے انہیں امت مسلمہ سے خارج اور گمراہ گروہ قرار دیا گیا تھا۔ یہ لوگ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جماعۃ المسلمین سے کٹ کر خود ہی علحدہ ہوگئے تھے اور خود کو دیگر تمام مسلمانوں سے الگ شمار کرنے لگے تھے اس لئے انہیں تاریخ میں "خوارج" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں خوارج کے مختلف گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ ان سب میں جزوی طور پر باہمی اختلاف عقائد کے باوجود چند عقیدے مشترک تھے چنانچہ علامہ ابن جوزی کی تصریح کے مطابق فرقہ اَزرَقِیہ (جس کا بانی ابو راشد نافع بن ازرق خارجی تھا) یہ گمراہ عقیدہ رکھتا تھا کہ:

"جو کوئی ہمارے مذہب سے مخالف ہو وہ کافر ہے اور جس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو وہ مشرک ہے اور جو کوئی لڑائی میں ہمارے ساتھ نہ ہو وہ بھی کافر ہے"(۱)

واضح رہے کہ خوارج ہی وہ پہلا گمراہ گروہ ہے جس نے اپنے علاوہ تمام اہل قبلہ کو کافر قرار دیا تھا۔ حالانکہ ان کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت اور تابعین و تبع تابعین کثرت سے موجود تھے، ان سب کو ان ظالموں

(۱) "تلبیس ابلیس" علامہ ابن جوزیؒ ص ۱۲۶

نے کافر قرار دیا کیونکہ وہ ان کے غلط اور گمراہ کن عقائد کی تردید کرتے تھے۔
نافع بن ازرق خارجی کا کہنا تھا کہ اس کو کوئی بھی مومن دکھائی نہیں دیتا سوائے
اس کے جو اس کے فرقے کے خیالات اور عقائد کی تصدیق کرتا ہو۔ اس کے
گروہ میں سے نجدۃ بن عامر الثقفی ایسا تھا جس نے اس سے صرف اس قدر
اختلاف کیا کہ مسلمانوں کی جان و مال حرام ہیں اور دعوی کیا کہ اس فرقے کی
موافقت کرنے والوں میں سے جو گنہ گار ہوں گے انہیں جہنم کی آگ کے بجائے
کسی دوسری آگ سے عذاب دیا جائے گا اور جہنم میں صرف وہی جائیں گے جو
اس کے مذہب کے مخالف ہیں! واضح رہے کہ اس فرقہ خوارج نے مسلمان
بچوں اور عورتوں کا قتل بھی جائز کر رکھا تھا اور ان کو مشرک قرار دیتے تھے!
ابراہیم الخارجی کا کہنا تھا کہ ان کے علاوہ دیگر تمام مسلمان کفار ہیں اور ان
کے ساتھ شادی بیاہ کرنا حرام ہے اسی طرح میراث میں سے بھی ان کو حصہ
بانٹ کر نہیں دیا جا سکتا۔

خوارج کا ایک اور فرقہ جو "اباضیہ" کہلاتا تھا اس کا بانی عبداللہ بن اباض تھا
اس فرقے کا قول یہ تھا کہ جو کوئی ہمارے عقائد پر ہو وہ مومن ہے اور جو ہم
سے منہ پھیرے وہ منافق ہے۔(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"ان میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی کہ ان کی نماز کے مقابلہ میں تم اپنی
نماز حقیر سمجھو گے اور ان کے روزہ کے مقابلہ میں تمہیں اپنا روزہ حقیر
معلوم ہو گا اسی طرح ان کے اعمال کے مقابلہ میں تمہیں اپنے تمام
اعمال حقیر دکھائی دیں گے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے

(۱) "تلبیس ابلیس" علامہ ابن جوزیؒ ص ۲۲

حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے"

صحابی رسول حضرت جندب الازدی ﷛ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت علی ﷛ کے ساتھ خوارج پر چڑھائی کی اور ان کے لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو ان کی تلاوت قرآن کی آوازیں اس کثرت سے آتی تھیں کہ جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ جب خوارج الگ ہوئے تو ایک احاطہ میں جمع ہو گئے اس وقت ان کی تعداد چھ ہزار کے قریب تھی۔ وہ سب اس بات پر متفق ہوئے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب پر خروج کریں۔ لوگ ایک ایک اور دو، دو کر کے برابر آتے اور خبر دیتے کہ اے امیر المومنین یہ گروہ آپ پر خروج کرنے والا ہے اس پر امیر المومنینؓ فرماتے کہ ان کو چھوڑو، میں ان سے قتال نہیں کرتا جب تک وہ مجھ سے قتال نہ کریں یہ وقت قریب ہے جب کہ وہ لوگ ایسا کریں گے۔ پھر ایک روز ظہر سے پہلے میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین ذرا ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت تک تاخیر کیجئے گا۔ میرا ارادہ ہے اس گروہ خوارج میں جا کر ان سے گفتگو کروں۔ آپ نے فرمایا، مجھے ان کی طرف سے آپ کی ذات کے لئے خوف ہے۔ میں نے عرض کیا جی نہیں! آپ مجھ پر کچھ خوف نہ کیجئے۔ اور میں ایک نیک خلق ملنسار شخص تھا کسی کو ایذاء نہیں دیتا تھا۔ آپ نے مجھے اجازت دی تو میں نے بہتر سمجھا کہ بیش قیمت حلہ پہن کر ان خارجیوں کے پاس جاؤں۔ جب میں وہاں پہونچا تو دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن سے بڑھ کر عبادت میں کوشش کرنے والی قوم میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔

(۱) "تلبیس ابلیس" علامہ ابن جوزیؒ ص ۱۲۳

ان کی پیشانیوں پر سجدے کی کثرت سے زخم پڑ گئے تھے۔ ان کے ہاتھ گویا اونٹ کے دست و بازو تھے جو زمین پر ٹیکنے سے گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ ان کے بدن پر حقیر قمیصیں تھیں۔ ان کی ازاریں ٹخنوں سے بہت اونچی تھیں۔ اور راتوں میں عبادت کے لئے جاگنے سے ان کے چہرے خشک ہو رہے تھے۔

بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوارج جہنمیوں کے کتے ہیں ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدعت کو بھی جہنمیوں کے کتے سے تعبیر فرمایا تھا۔

قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے کہ ضلالت اور گمراہی پھیلانے والے جتنے بھی فرقے اور گروہ اس صفحہ ہستی پر نمودار ہوئے ـــــ خواہ وہ انبیاء سابقین کی امتوں میں ہوں یا امت محمدیہ میں ـــــ ان سب میں یہ بات قدر مشترک ہے کہ انھوں نے پہلی فرصت میں اللہ تعالیٰ کی "جنت" پر اپنی اجارہ داری اور قبضہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے مخالفین کو "دوزخ" کا راستہ دکھایا ہے اور جنت، ظاہر ہے کہ نیک، صحیح العقیدہ اور با عمل مومن و مسلم کی ہی میراث ہے، اس لئے فریق مخالف کو جہنم رسید کرنے کے لئے اسے کافر و مرتد ثابت کر دکھانا ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے صرف وہی جائیں گے جو کافر اور اللہ کے دین کے باغی ہوں گے اس کے علاوہ خود کو دین حنیف کے محافظ اور سچے پیرو کار باور کرائے بغیر عوام الناس کو اپنے فرقے یا گروہ میں شمولیت کے لئے آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح فریق مخالف کو جہنم کا کندہ اور کافر و مرتد ثابت کئے بغیر لوگوں کو اس کے قریب جانے سے نہیں روکا جا سکتا یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے اور مجرب فارمولہ! آپ اسے "نفسیاتی دہشت گردی (Harassment) کی ایک کامیاب "ٹیکنک" بھی کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ دیکھیے یہود و نصاری کی اسی مکروہ ذہنیت کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ: آیت ۱۱۱)

اور یہود و نصاری (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا پھر جو نصرانی (عیسائی) ہوں۔ یہ صرف ان کے دل کا بہلاوہ ہے۔ آپ کہیے کہ (اچھا) اپنے اس دعوی کی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

استحقاق جنت یا اس پر اجارہ داری کا یہ دعوی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہود و نصاری نہ صرف یہ کہ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کے زعم باطل میں گرفتار تھے بلکہ ان کے نزدیک ان کے علاوہ تمام لوگ جو دین یہود یا عیسائیت کو تسلیم نہیں کرتے وہ تمام اللہ کے باغی اور کافر ٹھہرے۔ اس لئے لازمی طور پر جہنم ہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

اہل تشیع جو کہ یہود کے معنوی سپوت اور ان کے "فکری فساد" کو امت مسلمہ کی صفوں میں پھیلانے کے ذمہ دار ہیں، ناممکن تھا کہ وہ یہود کی اس تکفیری ذہنیت اور گروہی عصبیت کا مظاہرہ کرنے سے اجتناب کرتے۔ چنانچہ ان کی مستند کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں ان میں اہل کتاب (یہود و نصاری) کا یہ دعوی کہ یہود و نصاری کے علاوہ کوئی دوسرا گروہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا اسی کروفر کے ساتھ ملتا ہے۔ ان کے نزدیک "ائمہ معصومین" کو ماننے والے (یعنی شیعہ حضرات) اگر ظالم و فاسق بھی ہیں تب بھی جنت میں ہی جائیں گے اور ان کے علاوہ سارے مسلمان، اگرچہ متقی اور پرہیزگار بھی ہوں

اس کے باوجود دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

اصول کافی میں امام جعفر سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان اللّٰه لایستحی ان	اللہ تعالیٰ ایسے گروہ کے لوگوں کو عذاب دینے
یعذب امة دانت بامام	سے نہیں شرمائے گا جو ایسے امام کو مانتے ہوں
لیس من اللّٰه وان کانت	جو اللہ کی طرف سے نامزد نہیں کیا گیا ہے۔
فی اعمالها برّة نقیة وان	اگرچہ اس گروہ کے لوگ نیکوکار اور متقی و پرہیزگار
اللّٰه لیستحی ان یعذب	ہوں اور ایسے لوگوں کو عذاب دینے سے اللہ
امة دانت بامام من اللّٰه	تعالیٰ احتراز فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
وان کانت فی اعمالها	نامزد اماموں کو مانتے ہیں اگرچہ یہ لوگ اپنی عملی
ظالمة مسیئة(۱)	زندگی میں ظالم اور بدکردار ہوں۔

عصر حاضر کے گروہ باطلہ کے افکار و عقائد پر بھی اسی گروہی "عصبیت" یا تکفیری مہم کا غلبہ دکھائی دیتا ہے اور وہ سب ملت اسلامیہ سے الگ "اپنی پہنچان بنانے" کے لئے اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کی تکفیر اور ان سے نفرت وعداوت کے مظاہرے میں پیش پیش ہیں۔ مثال کے طور پر قادیانیوں کے خیالات تمام مسلمانوں کے لئے ملاحظہ ہوں:

مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے صاحب زادے آنجہانی مرزا محمود قادیانی لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"(۲)

مرزا صاحب کے منجھلے صاحب زادے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

---

(۱) "اصول کافی" ابو جعفر یعقوب کلینی ص ۲۳۸

(۱) "آئینہ صداقت" مرزا محمود قادیانی ص ۳۵

"ہر ایک ایسا شخص جو کہ موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) قادیانی کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"(۱)

خود مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ خدا نے اس پر یہ الہام کیا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"(۲)

اور یہ کہ:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے"(۳)

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی جو "درون پردہ" نہ صرف شیعہ کاز کے زبردست داعی اور علم بردار تھے بلکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے چہیتے شاگرد بھی تھے۔ چنانچہ انھوں نے افتراق بین المسلمین کے مقصد سے تکفیر امت کی مکروہ ذہنیت کو بطور "مشغلہ" ہی نہیں بلکہ ایک زبردست مہم (Campaign) کی شکل میں منظم طور پر اپنے گروہ میں پروان چڑھایا تھا اور زندگی بھر وہ تکفیر کے ان شعلوں کو ہوا دیتے رہے۔ ان کا یہ مشہور معروف شعر تو بریلویوں کے تقریباً ہر فرد کا تکیہ کلام اور طنز وتعریض کا حربہ بن چکا ہے کہ:

تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہ کے ، جنت رسول اللہ کی

(۱) "کلمۃ الفصل" مرزا بشیر احمد ایم اے ص ۱۰۰
(۲) "مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم درج "تذکرہ" ص ۳۳۶
(۳) "تذکرہ" ص ۳۳۶

اسی طرح مراد آباد کے مشہور تبرا گو مولوی انتخاب قدیری کا یہ شعر بھی بریلویوں کے وردِ زبان رہتا ہے

مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے دینِ حق اس کی حد سے جو باہر نکل جائے گا
کل بروز قیامت خدا کی قسم ! دیکھنا وہ جہنم میں جل جائے گا

خوارج کا وجود، بہ حیثیت ایک "نامزد فرقے" کے اس دور میں دنیا کے کسی حصہ میں نہیں پایا جاتا یہ ایک حقیقت ہے البتہ: ان کے افکار و خیالات اور مخصوص ذہنیت کے مظاہر کم و بیش موجودہ دور کے تمام باطل فرقوں میں ملیں گے۔ مثال کے طور پر خوارج کی اپنے علاوہ دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی مکروہ ذہنیت نہ صرف شیعوں اور قادیانیوں نے اپنائی ہے بلکہ اسلام سے الگ اپنا وجود قرار دینے والے، بریلویت سمیت تمام باطل گروہ اور فرقے اس تکفیری ذہنیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی صحت کا اعتراف تو بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب بھی کرتے ہیں کہ خوارج کا گروہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور ان کا آخری طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا۔ اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیۃ" میں لکھتے ہیں:

> "وہابی فرقہ خبیثہ خوارج کی ایک شاخ ہے جن کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا تیرھویں صدی کے شروع میں اس نے دیار نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی۔ جس کا پیشوا شیخ نجدی تھا۔ اس کا مذہب میاں اسماعیل دہلوی نے قبول کیا"(۱)

خاں صاحب بریلوی کے نفس ناطقہ جناب احمد سعید کاظمی اپنی کتاب "الحق

(۱)" الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوھابیۃ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۸،۵۹

المبین" میں لکھتے ہیں:

"خارجیوں کا گروہ فتنے کی صورت میں محمد بن عبدالوہاب کی سرکردگی میں نجد کے اندر بڑے زور و شور سے ظاہر ہوا...... محمد بن عبدالوہاب باغی، خارجی، بے دین تھا، اس کے عقائد کو عمدہ کہنے والے اسی جیسے دشمنان دین، ضال و مضل ہیں"(۱)

اپنے ملفوظات میں جناب احمد رضا خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

"غزوہ حنین میں حضور اقدس ﷺ نے جو غنائم تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ فرمایا اسے رہنے دے۔ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں یہ اشارہ وہابیوں کی طرف تھا۔ یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے"(۲)

حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں علامہ ابن جوزی کے حوالہ سے خوارج کے عقائد کا تذکرہ کر چکے ہیں خوارج کے نزدیک جس کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ تمام خوارج متفقہ طور پر حضرت علیؓ کو کافر مانتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کو مسلمان سمجھنے والے تمام مسلمانوں کو بھی وہ برملا کافر کہتے تھے۔ یہ باتیں خوارج کے بنیادی عقائد میں شامل ہیں اور انہیں باتوں کی وجہ سے انہیں ملت اسلامیہ سے "خارج" کہا گیا تھا۔ "اہل حدیث" یعنی غیر مقلدین اور دیوبندی دونوں مکاتب فکر کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ کہیں بھی ان میں یہ عقائد نہیں ملیں گے۔ پھر ان پر 'خوارج' کا الزام لگانا اگر ظلم و عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱) "الحق المبین" احمد سعید کاظمی ص ۱۰، ۱۱

(۲) الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب ج ۲ ص ۶۷، ۶۸

خوارج کے عقیدے اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کی کتابوں میں تو نہیں ملتے مگر ان کی جھلک ان معترض خاں صاحب بریلوی کی کتابوں میں ضرور مل جاتی ہے۔ مثلاً علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ ابراہیم الخارجی کا گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ ان کے علاوہ تمام مسلمان قوم کفار ہیں اور ہم کو ان کے ساتھ سلام ودعا اور نکاح ورشتہ داری کرنا جائز نہیں اور نہ ہی میراث میں ان کا حصہ بانٹ کر دینا درست ہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کا قتل بھی جائز تھا کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ سب مشرک اور خارج از اسلام ہیں (۱)۔ جناب احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک بھی وہابیہ اور ان کے زعماء پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم ہے اور ان کا کلمہ پڑھنا ان سے کفر کو دور نہیں کر سکتا (۲) نیز یہ کہ دیوبندی عقیدے والے کافر و مرتد ہیں (۳) غیر مقلدین گمراہ، بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین ہیں (۴) بریلوی مفتی شجاعت علی قادری نے نہ صرف یہ کہ امام حرم شیخ عبد اللہ بن سبیل کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا تھا بلکہ ان کو مسلمان جاننے والوں کو بھی خاں صاحب بریلوی کے حوالہ سے کافر بتایا تھا۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت نورانی فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص وہابی نجدیوں کو مسلمان جانے یا ان کے پیچھے نماز پڑھے وہ کافر ہو جاتا ہے" (۵)

خاں صاحب بریلوی کے اس نادر فتویٰ کے بعد نہ صرف امام حرمین کافر ہو جاتے ہیں بلکہ ساری دنیا سے حج کے لئے جانے والے چالیس پچاس لاکھ

---

(۱) "تلبیس ابلیس" علامہ ابن جوزیؒ ص ۱۲۶، ۱۲۷

(۲) "الکوکبۃ الشہابیہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰

(۳) "بالغ النور" درج در فتاوی رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۴۳

(۴) "بالغ النور" درج در فتاوی رضویہ احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۴۳

(۵) فتوی مفتی شجاعت علی قادری بحوالہ "بریلویت" علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید ص ۲۹۸

مسلمان جو ہر سال ان کے پیچھے حرمین شریفین میں نماز ادا کرتے ہی اسلام سے خارج اور کافر بن جاتے ہیں۔

ناوک نے تیرے کوئی صید نہ چھوڑا زمانے میں

حرم کعبہ جہاں ہر سال اطراف عالم سے لاکھوں مسلمان ذوق و شوق سے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے آتے ہیں، کروڑوں مسلمانان عالم کے دلوں میں ہمہ وقت یہ تمنا انگڑائی لیتی رہتی ہے کہ کاش! وہ حرم کعبہ اور مسجد نبوی میں جاکر وہاں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرسکتے۔ جہاں ایک نماز باجماعت ادا کرنے کا ثواب علی الترتیب ایک لاکھ اور پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ حرمین شریفین جہاں ہر وقت بے شمار ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے اور وہ سب وہاں کے امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ لاتعداد اللہ کے ولی وہاں جاکر شرح صدر کے ساتھ نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور ان سب کی نماز بفضلہٖ تعالیٰ مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہے۔ اسی متبرک اور مقدس جگہ پر اگر کسی کی نماز نہیں ہوتی تو وہ بریلوی حضرات ہیں۔

المختصر یہ کہ بریلویوں کے نزدیک ہر وہ شخص کافر، مرتد اور خارج از اسلام ہے جو ان کی خود ساختہ شرکیہ رسوم اور بدعات و خرافات کو اسلام کا حصہ نہیں سمجھتا اور ان کے تراشیدہ افسانوی قصص اور کہانیوں پر ایمان نہیں رکھتا۔

بریلوی حضرات کا امام حرمین اور خادم حرمین شریفین کے عقائد کو "کفریہ" بتانے اور ان کی حکومت کو " کافرانہ حکومت " کا خطاب دینے کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ نام نہاد "شیدائیان رسول" بالواسطہ طور پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان مبارک کی تکذیب کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ جس کے مطابق قیامت تک حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب پر کفار کی حکومت یا ان کا تسلط اور غلبہ نہیں ہو سکتا اور نہ وہاں دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین ہی قدم رکھ سکتا ہے۔

حدیث نبوی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایجتمع دینان فی جزیرة العرب (۱)	جزیرۃ العرب میں دو دین کبھی جمع نہیں ہو سکیں گے۔

حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف ارض اسلام ہے یہاں کفر نہ ٹھہر سکے گا اور نہ یہاں کفریہ عقائد رکھنے والوں کا کبھی غلبہ ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) اپنی موطا میں لکھتے ہیں:

انّ مکة والمدینة وماحولهما من جزیرة العرب وقد بلغنا عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه لایبقی دینان فی جزیرة العرب(۲)	بیشک مکہ اور مدینہ اور ان کے ارد گرد کی زمین جزیرۃ العرب ہے اور بلاشبہ ہمیں نبی ﷺ کی یہ حدیث پہونچ چکی ہے کہ جزیرۃ العرب میں کبھی بھی دو دین وجود میں نہیں رہ سکتے۔

حرم کعبہ! جیسی مقدس سرزمین پر اگر کافروں کے قدم قیامت تک پہونچنا ممکن ہوتے تو رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن یہ اعلان نہ فرماتے کہ اب قیامت تک مکہ کی حرمت برقرار رہے گی اور اس سرزمین پر کسی کو جنگ وقتال کرنے کی اجازت نہ ہوگی! کیونکہ کفار کے تسلط کی صورت میں انہیں وہاں سے بزور شمشیر نکال باہر کرنا ہر مومن ومسلم کا اولین فرض ہو جاتا ہے آپ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت بھی ہمیشہ کے لئے منسوخ فرمادی تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہاں کفر کے قبضہ کا امکان تو رہے مگر اس کے ازالہ واستیصال کے سامان اور دروازے ہمیشہ کے لئے بند کردئے جائیں نہ وہاں قتال ہو سکے اور نہ وہاں سے ہجرت کی جاسکے؟ کاش! بریلویت کے سحر میں گرفتار سنجیدگی سے اس پہلو پر بھی کچھ تو غور کرتے۔

---

(۱) "موطا امام مالک" امام مالکؒ ص ۳۶۰

(۲) "موطا امام محمد" امام محمدؒ ص ۳۷۳

اس کے علاوہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث
بھی دعوت غور و فکر دیتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
قرب قیامت میں اسلام مکہ اور مدینہ کی طرف اس طرح لوٹے گا جس طرح
سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے۔
امام مسلمؒ نے اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی
مدینہ منورہ کے بارے میں بھی روایت کی ہے جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے:

ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا(۱) — بیشک (قرب قیامت میں) ایمان مدینہ کی طرف اس طرح واپس لوٹے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا "تکفیری فتویٰ" اگر صرف علمائے دیوبند اور "غیر مقلدین" کی حد تک ہی محدود رہتا تو اسے "معاصرانہ چشمک" کہہ کر بھی کسی حد تک اس کا دفاع کیا جا سکتا تھا۔ مگر ان کا اور ان کے متبعین کا امام حرمین کی تکفیر پر اصرار اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنے والے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو کافر بتانے کے بعد "حاصل اسلام" صرف بریلویوں کا مختصر سا گروہ باقی رہ جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ برصغیر ہند و پاک کے چند مخصوص اور گنے چنے شہروں اور علاقوں تک ہی محدود ہے بلکہ اس کی عددی حیثیت دنیا بھر کے سو کروڑ یعنی ایک ارب مسلمانوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں! اس طرح یہ لوگ بالواسطہ طور پر خود ہی اپنے گروہ کو تمام دنیا کے مسلمانوں سے الگ ایک فرقہ یا امت مسلمہ سے خارج "فرقہ خوارج" کی ایک شاخ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارْ

فرقہ خوارج کی دوسری صفت اہل اسلام سے سماجی مقاطعہ اور سلام

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۴

ودعا بند کرنا بتائی گئی ہے اس میدان میں بھی احمد رضا خاں صاحب کی تعلیمات انہیں اور ان کے گروہ کو خوارج کی صف میں کھڑا کردینے کے لئے کافی ہیں۔
بریلویت کے اسلام دشمن توپ خانہ سے فتاوی کفر کی مسلسل گولہ باری کی براہ راست زد میں آنے والے اکابرین دیوبند، حضرات غیر مقلدین، علمائے نجد اور امام حرمین شریفین کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے وہ سارے ہی مسلمان جو ان سب کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے بارے میں احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ارشاد ہے۔

"ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام وکلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرم ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، ان کو مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام"(۱)

ان کے "ملفوظات" حصہ دوم میں حرام حرام کی مذکورہ بالا تکرار کے ساتھ ان ہدلیات کا اور اضافہ ہے:

"بلاشبہ ان سے دور بھاگنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا، ان سے بغض، ان کی اہانت، ان کا رد فرض ہے...... ان کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص.......... ان کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر"(۲)

خاں صاحب بریلوی کے خلیفہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی بھی یہی فتوی دیتے ہیں کہ:

"ان سے شادی بیاہ کرنا ناجائز، سلام ممنوع اور ان کا ذبیحہ نادرست۔ یہ

(۱) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۶ ص ۹۰

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۲ ص ۱۰۰

لوگ گمراہ بے دین ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ناجائز اور اختلاط و مصاحبت ممنوع ہے"(۱)

امجد علی گھوسوی مصنف "بہار شریعت" کا فتوی ہے کہ:

"وہابی سے نکاح ہی نہیں ہو سکتا۔ وہ مسلمان ہی نہیں کفو ہونا بڑی بات ہے"(۲)

خاں صاحب بریلوی اپنی کتاب "احکام شریعت" میں تحریر فرماتے ہیں:

"نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز، نماز، بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے"(۳)

ملفوظات حصہ اول میں خاں صاحب بریلوی کا ارشاد ہے:

"ان کی مسجد عام گھر کی طرح ہے۔ جس طرح ان کی نماز باطل، اسی طرح ان کی اذان بھی۔ لہٰذا ان کی اذان کا اعادہ کیا جائے"(۴)

"فرض" اور "حلال و حرام" قرار دینے کے اختیارات تو شریعت نے نبی اکرم ﷺ کو بھی تفویض نہیں کئے تھے۔ کجا یہ کہ "فاضل بریلوی" احمد رضاخاں صاحب ان اختیارات خداوندی کے مالک بن بیٹھے۔

حضور ﷺ کو اگر کسی شے کو حرام قرار دینے کا اختیار ہوتا تو آپ ﷺ کے خود پر شہد حرام کر لینے پر قرآن کی "سورۃ التحریم" نازل نہ ہوتی ——

بہر حال: خاں صاحب بریلوی کی اس "جرأت بے جا" سے قطع نظر، تمام مسلمانان عالم سے —— جو علمائے نجد اور امام حرمین شریفین کو مسلمان سمجھ

---

(۱) "مجموعہ فتاوی نعیم الدین" مفتی نعیم الدین مراد آبادی ص ۱۱۲

(۲) "بہار شریعت" امجد علی رضوی گھوسوی ج ۷ ص ۳۲

(۳) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲۲

(۴) "ملفوظات" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۰۵

کر ان کے پیچھے نماز ادا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں ـــــ احمد رضا خاں صاحب کے یہ نفرت و عداوت کے مظاہر کیا ان کی "خارجی ذہنیت" کی عکاسی اور ان کے "گروہ بریلویت" کو "خوارج" کی ایک شاخ ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کرتے ـــــ؟؟

جہاں تک غزوہ حنین میں حضور ﷺ کی تقسیم غنائم پر اعتراض کرنے والے شخص کا تعلق ہے تو احادیث کی تصریح کے مطابق وہ بدبخت ذوالخویصرہ تمیمی تھا جس کی بابت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے جتھے سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ شخص پہلا خارجی تھا۔ اسی خارجی کے متبعین وہ لوگ تھے جن سے حضرت علیؓ نے نہروان کے مقام پر جنگ کی تھی(۱) لیکن "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب اس کو وہابی بتا رہے ہیں۔ حالانکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی جن کی طرف لفظ "وہابی" کی نسبت کی جاتی ہے تیرھویں صدی ہجری کی شخصیت ہیں پھر ان کے متبعین کا رسول اللہ ﷺ یا دور صحابہ ؓ میں ہونا کس طرح ممکن ہے؟ یہ کھلا جھوٹ، افتراء اور ظلم و عدوان نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ اگر جناب احمد رضا خاں صاحب نے "وہابیوں" کو عقائد کی بنیاد پر خوارج کی ایک شاخ بتایا ہے تب بھی خوارج کے بنیادی عقائد جو ان کی تمام شاخوں میں مشترک ہیں، ان کی کوئی جھلک بھی وہ ان کے عقائد میں نہیں دکھا سکتے۔ یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مشرک و کافر سمجھنا اور حضرت علیؓ کو کافر تسلیم کرنے کا باطل نظریہ!!! اس کے برعکس خوارج کی طرح اپنے علاوہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہنے اور ان سے قطع تعلق اور نفرت و عداوت کے مظاہر خود ان خاں صاحب بریلوی کی تعلیمات میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

(۱) تلبیس ابلیس، علامہ ابن جوزی ص ۱۱۹

اس مقام پر پہونچ کر "بریلویت" کے سحر میں گرفتار اور احمد رضا خاں صاحب کی شخصیت سے بری طرح مسحور ان تمام "مسلمانوں" کی ذہنی بے راہ روی اور عقل و شعور کی محرومی پر انتہائی دکھ اور افسوس ہوتا ہے جن کے "دینی جذبات" کا نہایت بے دردی سے استیصال (Exploit) کر کے خاں صاحب بریلوی نے کمال ہوشیاری اور چابکدستی سے انہیں مسلمانوں کی "عالمی برادری" سے کاٹ کر بالکل علحدہ اور بے یار و مددگار بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ جن کی عصبیت اور تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ آج انہیں اکابرین دیوبند، حضرات اہل حدیث یعنی غیر مقلدین، علمائے نجد، اور امام حرمین شریفین ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کا ہر وہ مسلمان کافر نظر آتا ہے جو ان کے خانہ ساز معتقدات کو ماننے پر تیار نہیں اور امام حرمین شریفین کو مسلمان سمجھ کر ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنا باعث سعادت سمجھتا ہے۔ جس طرح کوئی انسان اپنے خاندان، قبیلے، اور قوم سے کٹ کر علحدہ ہونے کے بعد دوسروں کی نگاہ میں سُبک اور بے وقعت ہو جاتا ہے اور معاشرے میں اس کا کوئی وزن، مقام اور حیثیت باقی نہیں رہتی اور رفتہ رفتہ وہ احساس کمتری کا شکار ہو کر تنگ نظر اور تمام افراد معاشرے کا دشمن اور کینہ پرور بن جاتا ہے اس کی تنگ نظری ذہنی طور پر اسے محدود اور "کنویں کا مینڈک" بنا دیتی ہے جس کے لئے وہ کنواں ہی اس کی کل کائنات اور محور حیات ہوتا ہے۔ ٹھیک یہی ذہنی کیفیت ان بے چارے بریلویوں کی بھی ہے۔ انہیں اپنی اس حرمان نصیبی کا ذرا بھی احساس نہیں عالمی سطح پر ان کے روابط اور برادرانہ تعلقات ساری دنیا کے مسلمانوں سے کٹ چکے ہیں دنیا بھر کے مسلمان نہ کسی معاملہ میں انہیں اہمیت دینے کو تیار ہیں اور نہ ہی یہ انہیں کافر سمجھنے کی وجہ سے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گوارہ کرتے ہیں۔ حج کے عظیم اجتماع کے موقع پر جب دنیا بھر کے مسلمان، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی وغیرہ مکۃ المکرمہ میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں اور امام حرم

کی اقتداء میں سب بلا امتیاز ملک و قوم اور مسلک و عقائد شانہ سے شانہ ملا کر نمازیں پڑھتے ہیں اور حج سے فراغت کے بعد موتمر عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اکٹھا ہو کر ایک دوسرے کے مسائل پر غور و فکر کرتے اور باہمی دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ بریلوی حضرات مکہ مکرمہ و مدینہ میں ان سب سے الگ تھلگ چھپ چھپ کر اپنی قیام گاہوں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے اس عالمی انبوہ عظیم کو رشک و رقابت اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں، جس طرح پانی کے اندر سے مچھلیوں کو دنیا گھومتی نظر آتی ہے ٹھیک اسی طرح احمد رضا خاں صاحب کی اندھی عقیدت کے سمندر میں غرق ہونے کی وجہ سے بریلویوں کے زاویہ نگاہ میں بھی کجی پیدا ہو گئی ہے اور انہیں اپنے علاوہ ساری دنیا کے مسلمان کافر و مرتد دکھائی دیتے ہیں۔ خاں صاحب بریلوی کی سحر کاری کا یہ کمال نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان جو بحیثیت مجموعی رشتہ اخوت میں پروئے ہوئے ایک "امت" اور "الجماعت" کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے سارے روابط اور اخوت کے رشتے منقطع ہونے کے باوجود ان کے متبعین اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ صرف وہی اکیلے "اہل سنت" بھی ہیں اور "الجماعت" بھی۔ حالانکہ جس طرح ساری ملت اسلامیہ کے طور طریقوں اور دینی طرز عمل کو ——— جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہو ——— چھوڑ کر ان سے علیحدہ اپنے خود ساختہ طریقوں پر عمل پیرا ہونے کے بعد کوئی گروہ خود کو "اہل سنت" کہلانے کا حق دار نہیں رہتا اسی طرح نہ تو کوئی فرد تنہا "الجماعت" ہو سکتا ہے اور نہ کوئی گروہ سارے مسلمانوں سے صرف نظر کر کے تنہا خود کو "الجماعت" کہنے کے دعوی میں سچا ہو سکتا ہے کیونکہ بہت سے افراد کے مجموعے کو لغت کے اعتبار سے "جماعت" تو بلاشبہ کہا جا سکتا ہے مگر "الجماعت" نہیں کیونکہ "الجماعت" نام ہے بحیثیت مجموعی تمام امت مسلمہ کا جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے اور مختلف فقہی مکاتب

ہوں مذاہب فکر ہونے کے باوجود سب آپس میں باہمی رشتہ اخوت میں پروئے ہوئے ہیں جس کا مظاہرہ اور نظارہ ہر سال حج کے موقع پر حرم کعبہ میں امام حرم کے پیچھے نماز پڑھتے وقت دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان سے علیحدہ جو بھی لوگ ہیں وہ امت مسلمہ سے الگ اور ان سے "خارج" "ایک گمراہ فرقہ" ہیں جن کا "ہم الجماعت" یعنی دنیا بھر کے مسلمانوں سے کوئی رشتہ، کوئی علاقہ اور کوئی تعلق نہیں ــــ حقیقت میں یہ اپنے افکار و نظریات اور علیحدگی پسندی کے رجحان اور طرز عمل کی بناء پر "فرقہ خوارج" کی ایک شاخ ہیں جو "بریلویت" کے سائن بورڈ کے ذریعہ اپنی دوکانداری کر رہی ہے۔

ہندومت اور بریلویت

ہندومت جس کا دوسرا نام "سناتن دھرم" بھی ہے، اپنی قدامت کے لحاظ سے ہندوستان کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ یہ مذہب آریوں کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد بدھ مت اور جین مت کے نام سے اس کے خلاف اسی ہندوستان میں دو اور مذاہب پیدا ہوئے جن میں بدھ مت کے دوررس اثرات ہندوستان کی سرزمین سے نکل کر چین، جاپان، تھائی لینڈ، اور کوریا تک پہونچ گئے۔ پھر ہندوستان کی سرزمین پر مسلمانوں کی آمد کے بعد مدت دراز کے بعد خود ہندوؤں میں ایک فطری بغاوت اٹھی اور قدیم سناتن دھرم کے خلاف "آریہ مت" وجود میں آیا جس نے مسلمانوں کی دعوت توحید کی روک تھام کے لئے بت پرستی سے صاف انکار کر دیا۔ یہ در اصل رد عمل تھا یا پھر اسلام کے عقیدہ توحید کی کشش کہ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی بر صغیر میں آمد پر ہندو اقوام جوق در جوق دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگی تھیں۔ ہندو مذہب کے سربراہ "پنڈتوں" کو جب اس بات کا احساس ہوا کہ ہندو مذہب اپنی طبعی عمر پوری کر چکا ہے اور اس کے بوڑھے افکار اسلام

کے اس سیل عظیم اور نظریہ توحید کی اثر پذیری کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جلد یا بدیر ان کے تراشیدہ ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کا طلسم پاش پاش ہونے والا ہے تو انھوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے، ایک طرف تو آریہ مت کے نام سے ہندومت کی تطہیر کے لئے قدم اٹھایا اور اس طرح بت پرستی سے اپنی برأت کا اظہار کرنے لگے دوسری طرف انھوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ اسلام کو کمزور کرنے کے لئے اس کی صفوں میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر گھس جائیں اور علماء کے بھیس میں کمزور ذہن اور جاہل مسلمانوں کے دل ودماغ میں ہندوانہ افکار وعقائد کی اہمیت وضرورت کا احساس اُجاگر کیا جائے۔ اس کے لئے انہوں نے کچھ طالع آزما اور نام نہاد مسلمان علماء کی خدمات بھی حاصل کرنے کی کوشش کی اور عہد اکبری میں انہیں ابوالفضل اور فیضی جیسے ابن الوقت عالم ہاتھ آگئے جنھوں نے اکبر بادشاہ کی ہندو بیوی جودھابائی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہ صرف اکبر جیسے علم سے کورے جاہل بادشاہ کو شیشے میں اتارا اور اسے یہ پٹی پڑھائی کہ ہندوستان میں مستحکم حکومت قائم کرنے لئے ہندو اکثریت کے مذہب کے اجارہ داروں سے قریبی تعلقات قائم کرنا بے حد ضروری ہے اور اس کے لئے ان کے مذہب کے معتقدات وافکار پر مشتمل ایک نیا مذہب فکر تخلیق کر کے خود اکبر کو بہ نفس نفیس اس کی سربراہی کرنی چاہئے۔ ساتھ ہی انھوں نے ہندو پنڈتوں کی سازش اور ان کے ایماء سے "دین الٰہی اکبر شاہی" کے نام سے ہندو خرافیات کا وہ مجموعہ تیار کیا جس کی ایک جھلک اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ پھر جب حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی کوششوں کے طفیل بالآخر یہ دین الٰہی اکبر شاہی اپنی تمام تر گمراہیوں سمیت فنا کی گھاٹ اتر گیا پھر بھی اس کے بچے کھچے اثرات ہندوستان کے مسلمانوں کے جاہل طبقے میں باقی رہ گئے تھے اور آگرہ، جو دور اکبری میں سلطنت کا پایہ تخت تھا، اس کے ماحول میں ان خرافات اور "دین الٰہی اکبر شاہی" کے

اثرات کافی عرصے تک موجود رہے۔ ابو الفضل اور فیضی جیسے "درباری علماء" جو آگرہ ہی کے رہنے والے تھے، انھوں نے وہاں اپنے نصب العین کے مطابق بہت سے تعلیمی ادارے قائم کیے تھے جن میں ان کے اثر ور سوخ کی وجہ سے ہندو مت سے لگاؤ کے اثرات مدت دراز تک باقی رہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے ممدوح اور پیش رو مولانا فضل رسول بدایونی کے بیٹے عبد القادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی دینی تعلیم آگرہ میں ابو الفضل اور فیضی کے قائم کردہ انہیں اداروں میں حاصل کی تھی۔ چنانچہ واحد یار خاں اپنی کتاب "ارض تاج" میں آگرہ کی مشہور شخصیات کے بارے میں لکھتا ہے:

"ابو الفضل اور فیضی اسی اجڑے دیار کے باشندے تھے عبد القادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیل علم کیا"(۱)

مولانا فضل رسول بدایونی نے ۱۲۲۸ھ میں بُت سازی کے جواز اور تائید میں ایک فتوی دیا تھا جس کو مفید خلائق پریس شاہجہاں آباد نے بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا۔ فضل رسول بدایونی کا فتوی یہ ہے:

"عبادت کے لئے بت بنانا کفر نہیں"(۲)

یہ واقعہ پنڈت دیانند سرسوتی کی "آریہ سماج" تحریک شروع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس وقت تک مسلمان طبعی طور پر بتوں سے بے حد نفرت کرتے تھے اور مندروں اور بتوں کے قریب جانا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ ہندو چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے ذہنوں سے بتوں کی نفرت ختم کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے سازش کر کے مسلمانوں کے درمیان اچانک یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بت بنانا کفر ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے محدثین دہلی کے پرانے مدرسے

---

(۱) "ارض تاج" واحد یار خاں ص ۶۰ (ابو العلاء پریس آگرہ) طبع دسمبر ۱۹۱۳ء

(۲) فتوی مولانا فضل رسول بدایونی ص ۱۴ مطبوعہ مفید خلائق پریس شاہجہاں آباد (طبع ۱۲۲۸ھ)

"مدرسہ رحیمیہ" کی طرف رجوع کرنے کے بجائے خاندان ولی اللہ کے کٹر دشمن اور ابو الفضل فیضی کے مداح مولانا فضل رسول بدایونی کو تلاش کیا گیا اور انھوں نے ہندوازم کی تائید میں یہ فتویٰ دے ڈالا۔ اس بتکدۂ ہند میں سیکڑوں سال تک شان سے حکومت کرنے والے مسلمانوں کو روزی روٹی حاصل کرنے کے بہانے بت بنانے کی ترغیب دینے کا یہ فتویٰ کہ "عبادت کے لئے بت بنانا کفر نہیں" جہاں ان کی دینی غیرت کے لئے ایک تازیانہ ہے اور عقیدہ توحید کے ساتھ ایک سنگین مذاق، وہاں ہندومت کی تائید و توثیق اور اس کے احیاء نو کے لئے مولانا فضل رسول بدایونی کی فکر اور در پردہ اسلام کے خلاف ان کے پوشیدہ عزائم کی بھی صاف نشان دہی کرتا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نقشبندی سلسلے کے مشائخ میں سے ہیں، ان کے دور میں مغلیہ سلطنت کا چراغ ٹمٹمارہا تھا اور وہ تمام جاہلی اثرات جو کہ "دین الٰہی اکبر شاہی" کے دور عروج میں پروان چڑھے تھے، ایک بار پھر شدت سے ابھر آئے تھے۔ ہندو جو کچھ اپنے بتوں کی تعظیم کے لئے کرتا تھا وہ سب خرافات مسلمان اپنے پیروں اور قبور اولیاء کے ساتھ کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے انہیں خبر دار کیا۔

"ہر کہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور ایں چیز ہا بعمل آرد فی الفور کافر می گردد واز مسلمانی می بر آید (۱)	جاہل مسلمانوں میں سے جو بھی بزرگوں کی قبروں کے ساتھ اس قسم کے اعمال بجالاتا ہے وہ فوراً کافر ہو جاتا ہے اور اسلام سے نکل جاتا ہے

ان کے دور میں مسلمانوں کے اندر اہل ہنود کے مذہب اور ان کی تہذیب و ثقافت سے مفاہمت اس حد تک پہونچ چکی تھی اور عوام الناس ہندوؤں کے رسم و رواج اور طرز معاشرت پر اس بری طرح فریفتہ ہو چکے تھے کہ انھوں

(۱) "فتاویٰ عزیزی" شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ج ۱ ص ۳۳

نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی بہت سی غیر اسلامی اور فضول رسومات اپنے معاشرے میں رائج کر کے ان پر اسلام کا لیبل لگا دیا تھا اور رفتہ رفتہ وہ ان کے دین و ایمان کا جز شمار ہونے لگی تھیں۔ مثال کے طور پر ہندو پتھروں کے بتوں کے آگے سر جھکاتے اور نذرانے پیش کرتے تھے، یہ بزرگوں کی قبروں پر نذرانے چڑھاتے اور انہیں چومنے کے بہانے سجدے گذارنے لگے، اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان مزارات پر بکرے ذبح ہونے لگے۔ مسابقت کی یہ روش جب چل نکلی تو ہر معاملہ میں اہل ہنود کی تقلید مسلمانوں کا شعار بن گیا۔ اگر ہندو اپنے دسہرے کے موقعہ پر راون کے پتلے بنا کر اور رام لکشمن کا جلوس نکال کر اپنے مذہبی جذبات کا مظاہرہ کیا کرتے تھے تو جواباً مسلمانوں نے بھی علم اور تعزیے بنائے اور انہیں گلی کوچوں میں گھمانے لگے۔ ان سے اندھی عقیدت اور جذبات کا مظاہرہ کرنے لگے۔ یا جس طرح ہندو اپنے دیوی دیوتاؤں کے مٹھوں پر "یاترا" کرنے جاتے تھے اور وہاں میلہ لگاتے تھے مسلمانوں نے بھی ہر سال اولیاء تصوف کے مزارات پر اسی طرح میلے لگانے شروع کر دیئے اور اس کا نام "عرس" رکھ دیا۔ گویا جو فعل ان کے یہاں "تیرتھ" کے نام سے موسوم تھا مسلمانوں کے یہاں "عرس" کہا جانے لگا۔ ہندو اپنے بتوں اور دیوی دیوتاؤں پر چڑھاوا چڑھاتے تھے جو ان کے یہاں "پرشاد" کہلاتا تھا۔ مسلمانوں نے بھی اولیاء کے مزارات پر چڑھاوے کی رسم شروع کر دی اور اس کا نام "تبرک" رکھ لیا۔ ہندو اپنے مندروں میں دیوتاؤں کے سامنے ان کی تعریف میں "بھجن" گاتے تھے، مسلمانوں نے اولیاء کی قبروں پر یہی فعل شروع کر کے اس کا نام "قوالی" رکھ لیا اس طرح شادی بیاہ اور خوشی و غمی کے موقعوں پر جو فضول مسرفانہ رسمیں ہندوؤں میں رائج تھیں مسلمان بھی ان کی ریس میں وہی سب کچھ کرنے لگے، جیسے شادی بیاہ کے موقع پر رقص و سرود، ڈھول تاشے، سہرا بندی، برات، منڈھا، مہندی اور چوتھی چالے کی فضول اور مسرفانہ رسمیں! اس کے علاوہ ہندوؤں کے مذہبی

تہواروں کی رنگا رنگی بھی اسی مخصوص ذہنیت کی بناء پر مسلم معاشرے کو اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور مسلمانوں نے محض "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ" کے مختصر اور سادہ تہواروں پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ہندؤں سے مسابقت کی روش اختیار کرلی۔ مثلاً ہندو بڑے دھوم دھام سے رام اور کرشن جی کے یوم پیدائش پر ہر سال خوشیاں مناتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں اور "رام نومی" اور "جنم اشٹمی" کی رنگارنگ تقریبات کے ذریعہ انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی، اب ان کی دیکھا دیکھی اپنے لئے "عید میلاد النبی" کے نام سے ایک نیا تہوار وضع کرلیا ہے اور احمد رضا خاں صاحب کے معتقدین ہی نہیں، ان کے ساتھ مداری، اور شیری وغیرہ دیگر اولیاء تصوف کے منتسبین بھی انتہائی جوش وخروش اور عقیدت مندی کے اظہار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش بطور "عید" منانے لگے ہیں۔ قطع نظر اس کے ان کا یہ اقدام اور طرز عمل قرآن واحادیث کے احکامات اور اسلام کے مزاج وروح سے کتنا ہم آہنگ ہے؟

ہندو مذہب اور معاشرے سے مفاہمت اور ہم آہنگی کا یہ جذبہ اس حد تک بڑھ گیا کہ برصغیر کے مسلمانوں نے بھی ہندؤں کی طرح اپنی لڑکیوں کو میراث میں حصہ دینا بالکل بند کردیا حالانکہ اس بارے میں قرآن مجید کی واضح آیات اور احادیث نبویؐ ان کے علم میں ہیں۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر تلک وجہیز اور دولہا کی مانگ وفرمائش کی ظالمانہ رسم پہلے صرف ہندو سماج کی خصوصیت تھی، رفتہ رفتہ مسلمان بھی اس لعنت میں گرفتار ہوگئے۔ حسب خواہش جہیز نہ ملنے پر پہلے صرف ہندو سماج میں دلہنوں کو زندہ جلایا جاتا تھا۔ اب یہی قبیح رسم خیر سے مسلمانوں میں بھی شدہ شدہ دکھائی دینے لگی ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی اور اس کے بعد برطانوی استبداد کے علمائے اسلام پر ظلم وستم اور ابتلا وآزمائش کے اس دور میں میدان خالی دیکھ کر جب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے خانہ ساز افکار ونظریات کو لے کر عوام

الناس کے سامنے بریلی کی اسٹیج پر نمودار ہوئے تو اس وقت مسلم معاشرہ کا جاہل طبقہ ہندوانہ رسم ورواج پر فریفتہ اور بدعت فی الاعمال کے سحر میں بڑی حد تک گرفتار تھا۔ تاہم اس وقت ان بدعات وخرافات کی حیثیت محض رسم ورواج اور خاندانی روایات سے زیادہ نہیں تھی۔ خاں صاحب بریلوی نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق نہایت ہوشیاری سے ان جاہل رسوم کو علمی استناد مہیا کیا اور انہیں ایک مستقل "دین" کی شکل دیدی۔ ہندی نژاد مسلمانوں میں ساری جاہلانہ رسوم وخرافات جو ہندو معاشرے سے قربت اور ان کے آباؤاجداد کے قبل از اسلام اس معاشرے سے نسبی تعلق کی بناء پر پیدا ہوئی اور پروان چڑھی تھیں۔ اس کے علاوہ صدیوں سے اہل ہنود کے ساتھ میل ملاپ، کاروباری تعلقات ونشست وبرخاست کے نتیجہ میں ان رسومات کی برائیاں ان کے ذہن سے محو ہو چکی تھیں اور وہ اپنی جہالت اور کم علمی کی وجہ سے عرصہ درازسے ان پر آنکھ بند کر کے عمل پیرا چلے آرہے تھے۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے ان کی ہندو روایات سے اس ذہنی وابستگی اور جہالت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ شرک وبدعت ہی ایک ایسا چور راستہ تھا جس کے ذریعہ وہ جاہل عوام کے ذہنوں پر قابو اور مکمل کنٹرول حاصل کر سکتے تھے۔ ان شرک وبدعات کے مہلک جراثیم (Bacterias) کی پرورش وپرداخت کے لئے (Ager Ager) سے بھی زیادہ کار آمد اور مفید جراثیم پرور جس ماحول یا ذریعہ کاشت (Medium) کی اشد ضرورت تھی وہ ماحول ہندو تہذیب ومعاشرت سے بہتر اور کہیں نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ ایک خدا یا "ایشور" کے ماتحت ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کی خدائی اور عقیدت وعظمت کے نظریہ سے قربت ہی جاہل عوام کو صحیح معنی میں الہ واحد کے ساتھ بے شمار "اولیاء اللہ" کی خدائی کے نظریہ پر ایمان لانے کے لئے آمادہ کر سکتی تھی چنانچہ خاں صاحب بریلوی ہندو مذہب سے مسلمانوں کو ذہنی دوری اور مذہبی فاصلوں کو کم کرنے کے لئے مرزا مظہر جان جاناں کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کے

بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کی بت پرستی شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل ماتا ہے اور بحکم ولکل امۃ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں۔ بایں ہمہ فرمایا ہے "درشان آنہا سکوت اولی است نہ مارا جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم است ونہ یقین بنجات آنہا برما دا جب دمارا حسن ظن متحقق است"

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے۔ ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو اس سے بدرجہا اقدم واعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ہے ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

"مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را در ماہ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیش حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند۔ حاضراں پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید وہر جا بعد از نماز پیش حاضر شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کرشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر مے شود اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب "(۱)

مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری کو ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر حاضر ہوں آپ نے ان میں سے ہر جگہ کی دعوت قبول کرلی۔ حاضرین نے پوچھا اے مخدوم! آپ نے سب دس جگہ کی دعوت قبول کرلی اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد حاضر ہونا چاہئے یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا کرشن جو کہ کافر تھا سیکڑوں جگہوں پر جا پہونچتا تھا، اگر ابوالفتح بھی دس جگہوں پر (بیک وقت) حاضر ہو، تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(۱) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۹۲

جناب احمد رضا خاں صاحب کے بقول جب میر عبدالواحد بلگرامی کی کتاب "سبع سنابل" بارگاہِ رسالت میں پیش اور شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے اس کتاب کی تمام باتوں اور اس کے کل مندرجات کی تصدیق اور اظہار پسندیدگی فرمائی ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی عبارت میں "کرشن کنہیا" کے حاضر و ناظر ہونے کی بات کی تصدیق و تصویب بھی خاں صاحب بریلوی کے بقول حضور ﷺ نے فرمادی تو ظاہر سی بات ہے کہ نہ صرف جاہل بلکہ نہ جانے کتنے علم دین سے کورے "اپٹوڈیٹ اور پڑھے لکھے مسلمان" بھی یہ بات معلوم ہونے پر کرشن کنہیا اور ہندوازم سے قریب آئے ہوں گے محتاج بیان نہیں۔

اسی طرح جناب احمد رضا خاں صاحب نے فتاویٰ رضویہ میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ:

"اگر کوئی شخص دار الحرب میں خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلے کس سے پوچھوں؟ تو اس سے کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو"(۱)

خاں صاحب بریلوی کی "برہمن نوازی" کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ کلمہ گو ہونے کے باوجود "وہابی" کے پڑھائے ہوئے نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف ان کا ارشاد یہ ہے کہ ہندو برہمن اگر نکاح پڑھادے تو نکاح ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

"نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام ہے باہمی قبول وایجاب کا۔ اگرچہ برہمن پڑھاوے"(۲)

برہمن نکاح پڑھائے گا تو وہ اپنی پوتھیاں اور وید کے "اشلوک" ہی پڑھے

(۱) "فتاویٰ رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۲۵۳

(۲) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۲۲۵

گا۔ کیونکہ قرآن تو اسے آتا نہیں۔ پھر بھی اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست۔ اور وہابی خطبہ نکاح پڑھے گا تو لازماً اس میں قرآن مجید کی آیات ہی پڑھے گا مگر اس کا پڑھایا ہوا نکاح باطل۔ کیا طرفہ تماشا ہے؟!

مسلمان حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو عظیم روحانی پیشوا اور ولی اللہ مانتے ہیں اور ان سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ احمد رضا خاں صاحب مسلمانوں کی ہندوؤں سے ذہنی دوری کم کرنے اور اہل ہنود کے لئے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرنے کے لئے یہ ہوائی فیر چھوڑنے سے بھی گریز نہیں کرتے کہ ہندو، دامن اسلام سے وابستہ ہوئے بغیر بھی "غوث پاک" کو مانتے ہیں ان کا ایک شعر ہے

ستم کوری وہابی رافضی کی کہ ہندو بھی ترا قائل ہے یا غوث (۱)

یعنی وہابی اور شیعہ بڑے ظالم اور ستم شعار ہیں جو غوث کو نہیں مانتے لیکن ہندو ایسے عقیدت مند اور پیکر خلوص ہیں جو اے غوث! جو تیری عظمت اور اہمیت کو صدق دلی سے تسلیم کرتے ہیں۔ رافضی کا ذکر تو یہاں خاں صاحب بریلوی نے محض برائے اظہار تقیہ کر دیا ہے ورنہ ان کا اصل نشانہ وہابی دیوبندی ہی ہیں۔ تاہم ذرا غور فرمائیں کہ ہندو جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان تک نہیں رکھتے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے صاف منکر ہیں وہ جناب "غوث پاک" کے معتقد کیسے ہوئے؟ اور وہابی! گویا خاں صاحب بریلوی کے نزدیک انسان بس وہابی نہ ہو، چاہے ہندو ہو جائے۔

مزید سنئے، فرماتے ہیں:

"اشرف علی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں، کتب منطق، بلکہ فلاسفہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں" (۲)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "بیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا

---

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۱

(۲) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۲ ص ۱۵۲

ضخیم تفسیر لکھی ہے۔ اس کے علاوہ علمائے دیوبند کی حدیث کی خدمت
ایک دنیا میں مسلم ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوریؒ نے عربی
پوری ابو داؤد کی شرح "بذل المجہود" لکھی ہے، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے
میں "فیض الباری" کے نام سے عربی میں شرح بخاری لکھی اسی طرح "فتح
الملہم" وغیرہ شروح حدیث اور تفاسیر قرآن کے ذخیرے کو ہندوؤں کی
پوتھیوں سے بدتر کہنا اگر بدترین قسم کا "تبرا" نہیں تو پھر اہل ہنود کی گود میں
مسلمانوں کو پھینک دینے کی خطرناک سازش ہی کہی جا سکتی ہے۔

ہولی اور دیوالی کے موقعہ پر ہندو اپنے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے ان کے بتوں پر مٹھائیوں کا چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور تہوار منانے کے لئے آپس میں مٹھایاں بانٹتے بھی ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے ہم مسلمان قربانی کا گوشت خود بھی کھاتے ہیں اور عزیزوں ورشتہ داروں میں تقسیم بھی کیا کرتے ہیں جس طرح قربانی کی حیثیت ہمارے نزدیک اللہ کی عبادت کی ہے اسی طرح ہندوؤں میں ہولی، دیوالی کے موقع پر مٹھائیوں کا بتوں پر چڑھاوا بھی ان کی "پوجا" کا ایک جزاور لازمی فعل ہے اور مٹھائی کی تقسیم اس "چڑھاوے" کا جہری اعلان اور ایک مذہبی علامت! گویا ان کے چڑھاوے سے ہٹ کر جو مٹھائی آپس میں تقسیم کی جاتی ہے وہ بھی ان کے نزدیک "پرشاد" یا چڑھاوا ہی ہے جو ان بتوں کے طفیل بنایا گیا اور انہیں کے طفیل انہیں کھانے کو ملا۔

احمد رضا خاں صاحب کے "ملفوظات" میں لکھا ہے کہ ایک مسئلہ پوچھنے والے نے ان سے دریافت کیا:

"عرض: کافر جو ہولی، دیوالی مین مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں"

ارشاد: اس روز نہ لے ہاں اگر اگلے روز دے تو لے لے" (۱)

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۱۱۵

یہ گویا ہندوؤں کے بتوں کی خوشنودی کے لئے بنائی گئی مٹھائیوں یعنی "پرشاد" سے مسلمانوں کی دلی کراہیت کو بتدریج ختم کرنے اور ان کی مذہبی تقریبات میں خوشدلی کے ساتھ مسلمانوں کو شریک ہونے کا ایک "مخصوص اجازت نامہ" ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے "غوث پاک" کو تسلیم کرنے اور بریلوی فکر کے پیروں اور ان کے مزارات سے عقیدت واحترام کرنے کے "احسان" کا صلہ اور جوابی اقدام ہے۔ یا پھر اسے ہندوؤں کے لئے جذبہ تشکر کا اظہار کہہ لیجئے۔

بریلوی حضرات کے نزدیک عشق رسالت ہو یا اولیاء کرام سے عقیدت ومحبت۔ اس کے لئے مسلمان ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ جس طرح خاں صاحب بریلوی ہندوؤں کو غوث کا معتقد ثابت کرتے ہیں اسی طرح ان کے حلقہ کے مولوی غلام جہانیاں "عشق محمد" کے ضمن میں ہندوؤں کو بھی "انجمن عاشقان رسول" کا ممبر اور فدائی بنانے میں کوئی جھجک اور اعتراض نہیں سمجھتے ان کا ایک شعر ہے۔

کچھ عشق محمدؐ میں نہیں شرط مسلماں ہے کوثری ہندو بھی طلب گار محمدؐ(۱)

گویا ان کے نزدیک جو ہندو حضرت محمد ﷺ کے طلب گار اور عاشق ہیں اور آپ ﷺ سے مرادیں مانگتے ہیں وہ آب کوثر سے دھلنے کے لائق ہیں اور عشق رسالت کے لئے مسلمان ہونا کوئی شرط نہیں۔ حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر بھی ہندو ان کے عشق کے دعوی میں سچے ہو سکتے ہیں۔

ہندوؤں کے یہاں محبوب کے فراق میں جو نغمے گائے جاتے ہیں ان کو "برہا گیت" کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے محبوب یا "پریتم" کے علاوہ دیوی دیوتاؤں کی یاد میں بھی برہا گیت گاتے ہیں، سدرشن کے درشن ہوتے ہیں۔ یہ گیت ان کے یہاں "بھجن" کہلاتے ہیں۔ "بھجن گانا" خالص ہندوانہ تصور ہے اور اس میں ان دیوی دیوتاؤں کی تعریف ومنقبت بیان کی جاتی ہے۔ احمد رضا خاں

(۱) "ہفت اقطاب" مولوی غلام جہانیاں ص ۱۲۳

صاحب "بانی بریلویت" نے بھی ہندوؤں کے "بھجن" سے مسلمانوں کی دلی نفرت و کراہیت ختم کرنے کے لئے ہندوؤں ہی کے انداز میں اور "شدھ ہندی" الفاظ میں شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے برہا کے گیت اور "بھجن" لکھ کر اپنے معتقدین کو ہندی میں "غوث کے بھجن" گانے کی تلقین کی ہے تاکہ وہ پہلے غوث کے بھجن گاکر "بھجن" سے مانوس ہو جائیں اور ان کے دل سے بھجن کی کراہیت نکل جائے۔ اس طرح مستقبل قریب میں ہندومت میں ان کا ادغام وانضمام مشکل ثابت نہ ہو گا۔

واضح رہے کہ خاں صاحب بریلوی کے دور حیات میں ہندوستان میں ہر طرف ــــ انگریزی دور حکومت ہونے کی وجہ سے ــــ سرکاری زبان "انگریزی" کے ساتھ ساتھ ارود فارسی کا دور دورہ تھا۔ ہندو تک باقاعدہ اردو فارسی کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں حاصل کرتے تھے ہندی کا وجود صرف ان کی مذہبی تقاریب "پوجا پاٹ کی رسوم اور پنڈتوں" تک ہی محدود تھا۔ مسلمان ہندی کے معمولی الفاظ کے معنوں سے بھی عموماً آشنا نہیں تھے چہ جائیکہ ٹھوس اور سنسکرت نما ہندی کے ثقیل الفاظ۔ جو آج کل ہندوستان میں ہندوؤں کی حکومت اور اسکولوں میں جبری او۔ لازمی ہندی ذریعہ تعلیم کی وجہ سے اس دور میں مسلمان بھی ان سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ لیکن خاں صاحب کے دور میں جب مسلمان ان سنسکرت نما ہندی ثقیل الفاظ سے قطعی آشنا نہیں تھے تو پھر خاں صاحب بریلوی کا ہندی "دوہے" اور "بھجن" نما اشعار لکھ کر مسلمانوں میں پھیلانے کا کیا مقصد تھا؟ کیا محض ہندومت اور ہندو تہذیب و معاشرت سے مسلمانوں کو قریب ملانے کی شعوری جدوجہد نہیں تھی۔

ملاحظہ ہو خاں صاحب بریلوی کے "بھجن" کے طرز پر ہندی اشعار

درشن کو تیرے نیناں ترست ہیں لاج کی ماری گائے کیوں
میں برہا کی ماری یہ بپتا لے عبد القادر جیلانی

نیناں ترست ہیں درشن کو مرے دکھ کی کتھا چیتم سن لو
اب دور کرو میری بپتا اے عبد القادر جیلانی
ہے اوگھٹ گھاٹ موری نیاّ یا عبد القادر جیلانی
کرپا سے اپنی پار لگا یاعبد القادر جیلانی (۱)

"رس کھانا" ہندوؤں کے یہاں ایک مقدس مذہبی رسم ہے جو پنڈتوں کے ہاتھوں مندروں میں انجام دی جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ایسا ہی ایک فعل ہے جو عیسائیوں میں "بپتسمہ" کے نام سے گرجاگھروں میں رائج ہے اور پادری عیسائی معتقدین پر "ماء معمودہ" چھڑک کر انہیں گناہوں سے پاک قرار دیتے ہیں۔

احمد رضا خاں صاحب نے "رس کھانا" کی اس خالص "ہندو مذہبی رسم" کو جس "چاؤ" سے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے اور اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ ہندو مذہب سے ان کے دلی لگاؤ کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

رس کھاوت ہوں من ہی من میں کیا مکھ لیجاؤں سکھین میں
پت رکھ لے مری مہاراجہ یا عبدالقادر جیلانی (۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاری یعنی عیسائیوں کو "اہل کتاب" کہا ہے اور یہودیوں کے علماء کو قرآن میں "احبار" اور عیسائیوں کے درویشوں کو "رہبان" کہا گیا ہے (رہبان راہب کی جمع ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (المائدہ: آیت ۸۲)

یہ اس لئے ہے کہ ان (نصاری میں) میں قسیس (عالم) اور رہبان (درویش) ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔

---

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۷۰

(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۷۰

قرآن کی اصطلاح کے مطابق رہبان جو راہب کی جمع ہے اہل کتاب یعنی عیسائیوں کے درویشوں کو ہی کہا جاتا ہے۔ اہل ہنود جو "مشرکین" ہیں ان کے "تارک الدنیا" فقیروں کے لئے اہل کتاب کی یہ مخصوص قرآنی اصطلاح استعمال نہیں کی جا سکتی، کیونکہ اس طرح ان کے لئے بھی "اہل کتاب" ہونے کا شبہ پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ حالانکہ اہل کتاب کافر ہونے کے باوجود اسلام میں کافروں کی بہ نسبت ایک مخصوص مقام رکھتے ہیں یعنی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال اور جائز ہے اور ان کی عورتوں سے اسلام لائے بغیر بھی نکاح کیا جا سکتا ہے جبکہ ہندو یا دیگر مشرکین کے لئے ایسا کوئی مسئلہ یا رعایت اسلام میں نہیں ہے۔

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" میں غلط طور پر احبار کا ترجمہ پادری اور رہبان کا ترجمہ "جوگی" کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جوگی ہندوؤں کے تارک الدنیا فقیروں کو ہی کہا جاتا ہے۔ اس طرح خاں صاحب بریلوی نے رہبان کا ترجمہ "جوگی" کر کے ہندوؤں کو اہل کتاب میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ احمد رضا خاں بریلوی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا إِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۂ توبہ آیت ۳۴)	اے ایمان والو! بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب کی اسی "ہندو ذہنیت" اور بالواسطہ طور پر ہندومت کی تبلیغ کو دیکھتے ہوئے ہی اس دور کے معاصر شیوخ تصوف اور سجادہ نشینوں نے ان پر "پنڈت" ہونے کی "پھبتی" کسی تھی جس پر خاں صاحب بریلوی چراغ پا ہو گئے اور بلا امتیاز ان تمام ہی معترضین فقراء تصوف

اور شیوخ و سجادہ نشینوں کو بے نقط سنانے لگے ان پر احمد رضا خاں صاحب کی "تبرا" کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

"وہ ابلیسی مُغرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں۔ انہیں میں وہ جھوٹے مدعیان فقر ہیں جو کہتے ہیں کہ عالموں اور فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنا کہ عالم کون ہے؟ سب پنڈت ہیں"(۱)

خاں صاحب بریلوی کی اس تحریر کے بموجب جب شیوخ تصوف اور سجادہ نشین حضرات اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ "عالموں اور فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے" یعنی علماء اور اہل اللہ کا سکہ ہی مسلم عوام پر ہمیشہ چلا ہے تو پھر خاں صاحب کا ان پر علمائے دین پر ہنسنے اور ان کے احکام کو لغو سمجھنے کا الزام کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ ان شیوخ تصوف اور سجادہ نشینوں نے اگر کسی عالم پر پنڈت ہونے کا الزام لگایا ہے تو وہ لامحالہ خاں صاحب بریلوی کی ذات گرامی ہی ہو سکتی ہے۔

سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ممتاز عالم دین اور ہیئت دان علامہ ابوریحان البیرونی (۴۴۰ھ) سلطان کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ انھوں نے یہاں رہ کر ہندو تہذیب اور انکے مذہب و رسومات کا بغور اور قریبی مطالعہ کیا تھا اور یہاں سے واپس جانے کے بعد اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کتاب الہند" میں ہندوؤں کے عقائد و رسومات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علامہ البیرونی رقم طراز ہیں:

"ہندوؤں کا اعتقاد ہے کہ مرنے والے کی روح نو دن تک اپنے گھر آتی ہے اور گھر والے ان ایام میں کھانا پکا کر اور اس کے ساتھ پانی کا برتن گھر کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ میت ناراض نہ ہو اور پھر دسویں دن میت

---

(۱) "فتاوی افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۲

کے لئے وسیع پیمانے پر کھانا تیار کیا جاتا ہے اور تقریب منعقد کی جاتی ہے۔

علامہ ابوریحان البیرونی ھندو مذہب میں میت کی مختلف رسوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوؤں کے یہاں میت کے ختم کی رسم "سرادھ" کہلاتی ہے۔ ان کے یہاں مختلف میتوں کے بڑے ختم یعنی سرادھ کے دن مقرر ہیں، برہمن کے ختم کے لئے گیارہواں، کھتری کے لئے تیرہواں، ویش کے لئے جو تجارت اور کھیتی باڑی کرتے ہیں پندرہواں اور شودر کے لئے اکیسواں یا تیسواں دن مقرر ہے۔ جب ختم یعنی سرادھ کا کھانا تیار ہو جاتا ہے تو اول اس پر کسی پنڈت کو بلوا کر وید پڑھواتے ہیں" (۱)

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ بریلوی حضرات کے میت کے سلسلے میں طرز عمل اور ہندو مذہب و معاشرت کے عقائد و رسوم میں کتنی مشابہت اور یکسانیت پائی جاتی ہے؟ وہاں بھی ختم یا "سرادھ" کے کھانے کو پنڈت سے اس پر وید پڑھوانے کے بعد فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور بریلوی حضرات بھی ختم یا "سرادھ" کو فاتحہ اور ایصال ثواب کا اسلامی نام دے کر کھانا تیار ہو جانے پر کسی مولوی کے ذریعہ وید کی جگہ پر قرآن پڑھنا ضروری اور لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کے یہاں ایصال ثواب کا تصور ہی نہیں۔ اسی طرح تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسویں کی رسوم میت بھی ہندوؤں کی رسوم فوت شدگان سے مستعار اور ان کی تقلید و نمونہ ہیں ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ میت کی روح نو دن تک کھانا پانی کی جستجو میں اپنے گھروں کا چکر لگاتی ہے اور ان بریلویوں نے بھی اپنے جاہل عوام کو یہی باور کرا رکھا ہے کہ میت کی روحیں نہ صرف چالیسویں تک اپنے گھروں کا چکر لگاتی ہیں بلکہ ہمیشہ ہر جمعرات کی شام کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر بین کرتی اور کھانے پینے کی

(۱) "کتاب الہند" ابوریحان البیرونی ص ۲۸۲ تا ۲۹۰

چیزوں کا مطالبہ کرتی ہیں لہٰذا ہر جمعرات کو ہمیشہ ہمیش ان کے یہاں فاتحہ کرانا لازمی اور "ہر فرض سے بڑھ کر اہم فرض" ہے ـــــ تیجہ، دسواں بیسواں اور چالیسویں کی تاکید کے لئے کس طرح ان بریلوی حضرات نے قرآن کے ترجمہ و تفسیر میں تحریف کر کے عوام الناس کو ان ہندو رسومات کے دین ہونے کا یقین دلایا ہے اس کے کچھ نمونے قارئین کرام گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

خاں صاحب بریلوی کی طرح ان کے جانشین خلفاء نے بھی جاہل عوام کے ہندووانہ رسم ورواج کی تائید میں زورِ قلم صرف کیا ہے اور اسلام سے ہندو مذہب کی مطابقت ثابت کرنے کے لئے انہیں یہ تسلی دی کہ تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب والے رام، کرشن نام کے جن بزرگوں کو مانتے ہیں وہ کوئی اور نہیں، اسلام کے پیغمبر ہی ہیں اور رام و کرشن ان کا ہندوستانی نام ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں قرآن کی تفسیر کے اندر لکھتے ہیں:

"مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر احترام کرتے ہیں"(۱)

ایک دوسرے مقام پر پھر وہ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں:

"ہند کے مشرک انہیں کرشن کا نام دے کر تعریفیں کرتے ہیں۔
مشرکین عرب بھی اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے"(۲)

اسی طرح ہندو تصورات میں "ارجن دیو" کا جو مقام ہے وہ اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ احمد یار خاں نعیمی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں:

---

(۱) "نور العرفان" (حاشیہ قرآن) احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۴۹۲
(۲) "نور العرفان" احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۵۹۰

"مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کو ارجن"(۱)

قرآن مجید کے حاشیہ پر رام کرشن اور ارجن جیسے ہندو دیوی دیوتاؤں کا ذکر کرنا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو ہندوؤں کی متاع بنانا یا کرشن جیسے کافر کو ہندو مسلمان دونوں کی متاع قرار دینا کیا اسلامی غیرت کے لئے چیلنج نہیں؟ جبکہ پڑھنے والے ان تفسیری حاشیوں کو خدا کے کلام کی تشریح اور وضاحت سمجھ کر پڑھتے ہوں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے خلفاء و منتسبین کی ہندو مذہب سے قدم قدم پر مفاہمت کے یہ مظاہر اور اس کے رسوم اور آداب معاشرت کی تائید و توثیق کا مطلب یہ نہیں کہ خاں صاحب بریلوی خدانخواستہ ہندو مذہب کو اسلام پر فوقیت اور ترجیح دیتے تھے یا اسے مذہب حق گمان کرتے تھے۔ نہیں! بلکہ یہ ساری تگ و دو محض اس لئے تھی کہ خاں صاحب بریلوی کی "نگاہِ دوررس" نے اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ برصغیر ہند میں رائج "حنفی مسلک" یا عقائد اہل سنت والجماعت سے لوگوں کو برگشتہ کر کے شیعیت کی آغوش میں لا بٹھانے کے لئے براہ راست شیعی عقائد کی مجرد تبلیغ کار آمد ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قرآن کی حقانیت پر غیر متزلزل ایمان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیر معمولی محبت اور جذبہ عقیدت و فداکاری یہاں کے "اہل سنت والجماعت" احناف کی رگ رگ میں بسا ہوا ہے جبکہ بغض صحابہؓ اور ان پر تبرا و تکفیر کے علاوہ قرآن میں تحریف کئے جانے کا عقیدہ یہ دونوں باتیں شیعہ مذہب کی اساس اور اس کا طرۂ امتیاز ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ "تقیہ" کے لبادے میں مستور ہو کر جاہل عوام

(۱) "نور العرفان" احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۴۹۲

کو رچھانے کے لئے بظاہر اپنے متعلق "اہل سنت والجماعت" ہونے کا زبردست پروپیگنڈہ کیا جائے اور در پردہ عقائد اہل سنت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لئے عوام الناس کو جن کا جاہل طبقہ صدیوں سے رسم ورواج کے طور پر اہل ہنود کے معاشرے میں رائج شادی وغمی سے متعلق غیر اسلامی رسومات اپنائے ہوئے ہے ان کی تائید و توثیق اور انہیں علم کلام کے ذریعہ "شرعی دلائل" وضع کرکے انہیں مطمئن کر دیا جائے اور اس طرح عوام الناس کے دلوں میں ان کی عظمت واہمیت اور گہری کر دی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لامحالہ جاہل عوام نفسیاتی طور پر نہ صرف یہ کہ خاں صاحب سے ذہنی طور پر قریب آئیں گے بلکہ انہیں اپنا ہمدرد، خیر خواہ اور مرکز عقیدت سمجھنے لگیں گے۔ خاں صاحب بریلوی کی توقعات کے مطابق جب اس کے نتائج خواطر خواہ نکلے تو انھوں نے دوسرے مرحلے پر ان جاہلوں کے جذبات عقیدت کو مہمیز کرنے کے لئے خود کو "عاشق رسول" پوز کرنے کا باقاعدہ ڈرامہ رچایا اور اس مقصد کے لئے انھوں نے اردو زبان میں نعتیں اور منقبت کے اشعار کا ڈھیر لگا دیا اور ان میں ایسے ایسے اشعار لکھ کر سمو دئے جو بظاہر مدحت رسول ﷺ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں اس سے منقبت علیؓ اور تعریف ائمہ مقصود تھی۔ شیعہ مذہب میں حضرت علیؓ کی حقیقی پوزیشن کیا ہے اور کس طرح ان کے مذہب کا پورا فلسفہ صرف حضرت علیؓ کی ذات کے گرد گھومتا ہے۔ ان باتوں سے جاہل عوام واقف نہیں ہوسکتے۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ شیعی کتب ہر جگہ بآسانی دستیاب نہیں ہوتیں اور اس معنی کر بھی کہ اہل تشیع اپنے اصل عقائد کو تقیہ اور کتمان کے عقیدے کے تحت غیر شیعہ لوگوں سے چھپاتے رہے ہیں۔

جہاں تک ہندو مذہب سے مناسبت کی بات ہے تو ہندوستان کے

مسلمانوں کے آباؤ واجداد چونکہ عموماً تبدیل مذہب کے بعد ہندو سے مسلمان ہوئے تھے اس لئے اس دور میں ناقص اور ناکافی دینی ترتیب کی وجہ سے مسلم معاشرے میں ہندو تہذیب و تمدن اور رسوم و اعتقادات سے معاشرتی تعلق، یا ذہنی لگاؤ صدیوں سے قائم ہے اور مسلم معاشرہ میں خاص طور پر شادی بیاہ اور رسوم میت میں قدیم ہندو تہذیب و روایات کی پاسداری ملتی ہے اور یہ رسوم و رواج مسلمانوں میں امتداد زمانہ کے ساتھ ذہنوں میں اس قدر راسخ اور رچ بس گیا ہے کہ ان سے دامن چھڑانا آسان نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ جو بھی ان قدیم رسم و رواج کی مخالفت کرتا ہے وہ ان جاہل مسلمانوں کی "نسلی تفاخر، ولتا" پر تازیانہ اور چوٹ لگانے والا سمجھا جاتا ہے اور ان رسومات کی تائید و حمایت کرنے والا ان کا حقیقی ہمدرد اور خیر خواہ! خاں صاحب بریلوی نے اس نکتہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے نہ صرف جاہل عوام کے نسلی جذبات اور قدیم رسومات کی تائید و حمایت میں قرآن و احادیث کو تختۂ مشق بنایا بلکہ اس طرح انہوں نے اپنے اس طرز عمل سے ہندوؤں کی بھی ہمدردیاں اور حمایت اپنے اور اپنے ماننے والوں کے لئے حاصل کرلی۔ آج کسی بھی عرس میں جاکر دیکھ لیجئے، ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد وہاں نظر آئے گی جو بڑے ادب سے ان مزارات اور صاحب مزارات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے بدترین دشمن شوسینا، آر ایس ایس، یا بی جے پی کے اراکین تک جب ان مزارات کے پاس سے گذرتے ہیں تو اظہار عقیدت کے لئے ہاتھ جوڑ کر انہیں "پرنام" کرنا نہیں بھولتے۔ کلیر و اجمیر ہی نہیں ہندوستان کے کسی بھی مسلمان بزرگ کے مزار پر چلے جائیں، عرس کے موقع پر خاص طور سے ہندو بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ وہاں نظر آئیں گے۔ انتہا یہ کہ پنجاب کے ضلع "ہوشیار پور" میں ایک مقام ہے "شام چوراسی" اس میں کسی بزرگ "شیخ

عبد النبی" کا مزار ہے جو اکبر بادشاہ کے دور میں پیدا ہوئے اور ۱۰۴۶ھ میں
وفات پائی۔ ان کے عرس کا متولی دو تین دہائیوں سے ایک سکھ "گورشرن
سنگھ" چلا آرہا ہے جو اپنے آپ کو شیخ کی نسبت سے "شامی" لکھتا ہے۔ اس مزار
پر سکھ اور مسلمان مل کر چادریں چڑھاتے ہیں اور ختم کی محفل میں شریک ہوتے
ہیں۔ عرس کے سارے انتظامات مسلمان، ہندو اور سکھ مل کر کرتے ہیں۔
آخر یہ سب کیا ہے؟؟

بریلویت جیسا کہ ہم نے شروع میں دعوی کیا تھا کہ کوئی باقاعدہ مکتب فکر
یا اسلامی نظریہ نہیں ہے بلکہ اکبر بادشاہ کے "دین الٰہی" کی طرح مختلف اور متضاد
افکار و نظریات اور کثیر النوع مذہبی معتقدات کا مجموعہ ہے۔ اور خاں صاحب
بریلوی نے "دین الٰہی اکبر شاہی" کے طرز پر ہی اس خانہ ساز نظریہ فکر کے
در و بست کی تعمیر کی ہے۔ اکبر بادشاہ کے وضع کردہ 'دین الٰہی" میں بھی اسلام
کے علاوہ دیگر ادیان خصوصاً ہندو مذہب کا غلبہ تھا تا کہ اس طرح ہندو رعایا کو
پرچایا جاسکے۔ بریلویت میں بھی ہندو افکار و نظریات کو نہ صرف خوش آمدید
کہا گیا ہے بلکہ شیعیت کے بعد اسے اولیت دی گئی ہے کیونکہ خاں صاحب کو
اپنے نظریات کی تبلیغ واشاعت جاہل عوام میں کرنی تھی اور انہیں ہی اپنا دست
و بازو بنانا تھا اور انجام کار ہندوستان کے جاہل عوام جو صدیوں سے ہندو تہذیب
و تمدن اور طرز معاشرت پر فریفتہ تھے۔ ہندو رسوم و رواج کے حوالہ سے بڑی
آسانی کے ساتھ احمد رضا خاں بریلوی کے دام فریب میں آگئے۔

الغرض یہ کہ بریلویت کی جو تصویر اس کے افکار و نظریات اور عقائد کی
روشنی میں نظر آتی ہے یا بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب نے جس بے
دردی سے مسلمانوں کے معصوم ذہنوں کا استیصال (Exploitation) کیا ہے۔
اسے دیکھ کر بریلویت کے "طلسم فریب" میں گرفتار ملت اسلامیہ کے ان

ہوان دوستوں کے ذہنی افلاس و بے مائیگی اور ان کی کوتاہ بینی پر دکھ وافسوس
ہوتا ہے اور ان کی عقل و خرد اور شعور واحساس سے دست برداری پر ماتم
کرنے کو جی چاہتا ہے، جو اپنی سادہ لوحی یا خوش فہمی کی بناء پر احمد رضا خاں
صاحب بریلوی کی غلوئے عقیدت کے سحر میں اس بری طرح گرفتار اور عقل
و خرد سے ایسے بیگانے ہو چکے ہیں کہ اسلام کے حقیقی دوست اور دشمن کی تمیز
بھی کھو بیٹھے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے حُبّ الشیی یُعمی ویُصم" یعنی کسی
بھی چیز کی محبت اور الفت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔ یہ مقولہ ان
بریلویوں پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ ورنہ اگر وہ گروہی عصبیت سے قطع
نظر عقل و شعور سے ذرا بھی کام لیں تو انہیں بریلوی لٹریچر میں جگہ جگہ حیرت
ناک تضاد بیانی مغالطہ انگیزی، عبارتوں میں کتر بیونت اور فریب دہی کے
کرشمے عقیدۂ توحید کے ساتھ سنگین مذاق، انکار عقیدہ رسالت، کھلی ہوئی
توہین رسول ﷺ اور اہانت انبیاء کرام، تضحیک صحابہؓ کے عریاں مناظر اور
صلحائے امت و علمائے کرام کی تکفیر و تفسیق اور تذلیل و تبرا کے بے شمار
نمونے نظر آئیں گے جن میں سے کچھ کی نشان دہی گذشتہ صفحات میں کی گئی
ہے ہم جانتے ہیں کہ بریلوی عوام اپنی کم علمی یا جہالت کی بناء پر اور بریلوی
ماحول میں آنکھ کھولنے یا وراثت میں ملی خاں صاحب بریلوی کی اندھی عقیدت
میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نفس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے اور بلا سوچے
سمجھے "اعلیٰ حضرت" کے گیت گائے چلے جاتے ہیں ۔ ان بے چاروں کو نہیں
معلوم کہ ان کے "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" نے ان کے عقیدہ توحید
و رسالت، اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے ساتھ کتنا بھیانک مذاق کیا ہے؟
ان کو اسلام کے عالمی رشتہ اخوت سے محروم کر کے انہیں ذہنی طور پر "یتیم"
اور اسلامی برادری میں "اچھوت" بنانے کے "ظلم عظیم" کا ان بریلویوں کو

احساس ہوا یا نہ ہو۔ تاہم یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ بریلوی حضرات "ہم چنیں دیگرے نیست" کے کھوکھلے نعروں اور "اسلام کے محافظ" اور اس کے "حقیقی علم بردار" ہونے کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود، اسلامی دنیا میں قطعی طور پر حقیر اور بے وزن دکھائی دیتے ہیں۔ عالمی تناظر میں ان کی شبیہ (Image) مسلمانوں کے درمیان ایک "گمراہ اور تنگ نظر گروہ" سے زیادہ نہیں جو غلط طور پر اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اس کے علاوہ دنیا کے تمام مسلمان (جن کی تعداد موجودہ دور میں سو کروڑ یعنی ایک رب سے کم نہیں) کافر و مرتد ہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب حرمین شریفین کے "نجدی العقیدہ" اماموں کو مسلمان سمجھتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بریلویوں کی اسی عصبیت جاہلانہ تنگ ذہنیت (Narrow Minded) اور کوتاہ نظری کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور ان کو پیش آمدہ مسائل پر دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہونے والی مشترکہ عالمی کانفرنسوں، موتمر عالم اسلامی جیسی عالمی مسلم تنظیموں اور دنیا کے مختلف مسلم ممالک میں مسلمانوں کے عالمی مفاد کے حصول کے لئے ہونے والے ملی اجتماعات اور دینی پروگراموں میں ان بے چاروں کو کوئی گھاس بھی نہیں ڈالتا۔ ان کے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" پر نہ صرف تمام عرب ممالک میں بلکہ مشرق بعید کے مسلم ملکوں میں بھی سالہاسال سے مکمل پابندی لگی ہوئی ہے اسلام کے "حقیقی علم بردار" ہونے کے انکے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود عالم اسلام میں ان کی یہ کس مپرسی اور بے وقعتی زبان حال سے ان کے موقف کی کمزوری کا اعلان اور ان کے "دعویٔ خودستائی" کی تردید کرتی نظر آتی ہے۔ اسلام کو بریلویت کے حصار میں قید کر لینے کا باطل دعوی خود ہی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ لوگ عالم اسلام سے بالکل الگ ایک "گم کردۂ راہ" فرقہ اور

تنگ نظر گروہ" ہیں جن کی محدود سوچ کا محور اور منتہی اسلام اور عالم اسلام کا مفاد نہیں بلکہ صرف اپنی ذاتی منفعت اور اپنا پیٹ ہے اور بس۔

بریلویت کے سحر میں گرفتار امت مسلمہ کے ان "نادان دوستوں" کی اس حرماں نصیبی ذہنی استیصال اور ان کے خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الآخِرَة ہونے کا احساس ان کے جاہل عوام کو تو کیا ہوتا ان کے پڑھے لکھے باشعور اور "دانشور" کہلانے والے افراد بھی اس احساس زیاں سے محروم ہیں کہ ان کے "اعلیٰ حضرت" نے دین کے نام پر ان کے ساتھ کس طرح سنگین مذاق اور ان کے عقیدہ توحید کے ساتھ ظلم و ستم کیا ہے؟ توحید کی سیدھی اور صاف و شفاف شاہراہ سے برگشتہ کر کے انہیں شرک و بدعت کے خارزاروں میں پھیلے ہوئے گمراہی کے اندھیروں میں ڈھکیل کر بے یارو مددگار ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دینا اگر ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ موجودہ دور کے اس سبائی فطرت "سامری" نے نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے شیعیت، عیسائیت، خوارج اور ہندومت کے زیوراتِ افکار و معتقدات کو گلا اور پگھلا کر "بریلویت" کے نام سے ایک سوراخ دار "بچھڑا" بنانے کے بعد اس میں جو سحر پھونکا ہے وہ بنی اسرائیل کے ہوشمندوں کی طرح اس امت مسلمہ کے بہت سے باشعور اور پڑھے لکھے افراد کی عقلوں کو بھی اسی طرح ماؤف اور متاثر کر چکا ہے جس طرح جاہل عوام اس سے مسحور و متاثر اور اس کے سامنے سجدہ ریز نظر آتے ہیں تقدیر کی یہ ستم ظریفی نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ بریلوی حضرات غیر شعوری طور پر اسلام کی جڑیں کھودنے اور ملت اسلامیہ کو نیست و نابود کرنے کی اسلام دشمن کاروائیوں میں ہمہ تن مصروف ہونے کے باوجود اپنی دانست میں اس "خوش فہمی" میں مبتلا ہیں کہ "ہم لوگ ہی صحیح معنوں میں اسلام کے نمائندہ اور سچے خادم ہیں اور اصلی "اہل سنت والجماعت" قرآن مجید کی یہ آیات

مبارکہ شاید اسی بر خود غلط ذہنیت کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلاَ نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا.

(الکہف: آیت ۱۰۳ تا ۱۰۵)

(اے نبیؐ!) آپؐ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتائیں جو اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں؟ یہ لوگ وہ ہیں جن کی ساری سعی اور تگ ودو جو انھوں نے دنیا کی زندگی میں کی تھی، بیکار اور اکارت چلی گئی مگر وہ پھر بھی اس خوش گمانی میں مبتلا ہیں کہ وہ نیک کاموں میں مصروف ہیں! یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیات (یعنی اس کے احکام وہدایات) سے روگردانی کرتے رہے اور اس کے سامنے حاضر ہونے (اور اعمال کی جواب دہی) کے بارے میں کافرانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں (اس کی پاداش میں) ان کے سارے نیک اعمال حبط یعنی ضائع کردیئے گئے اور قیامت کے دن (میزان عمل میں) ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

باب نمبر ٦
بریلویت
فکری تضاد اور بوالعجبیاں!
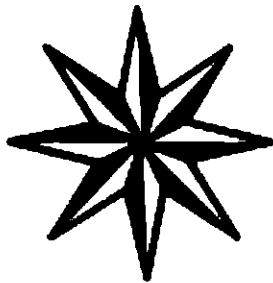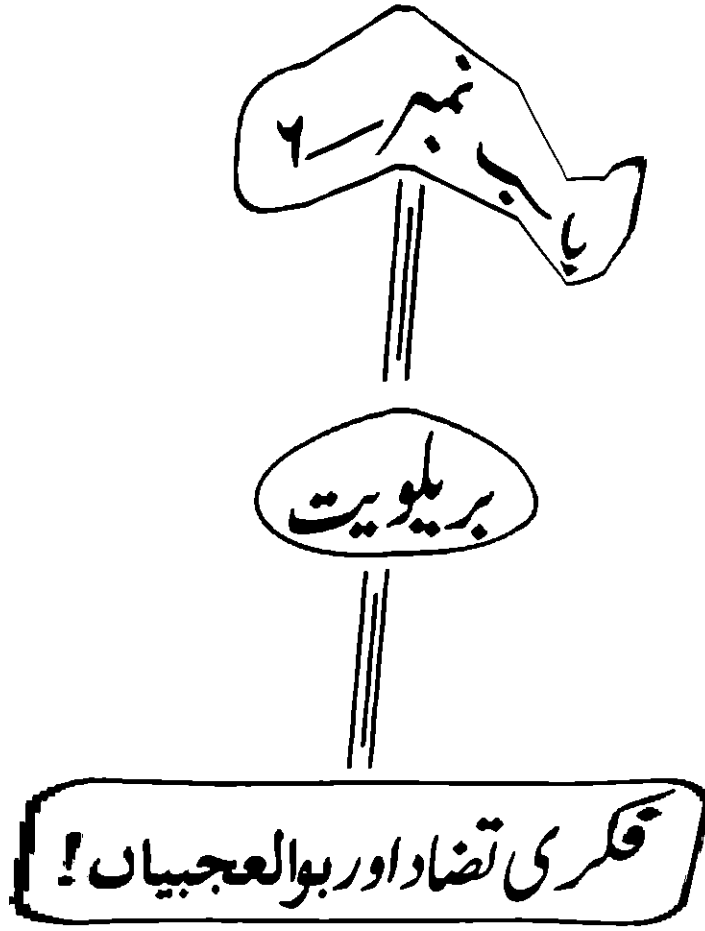
لَنَا صَاحِبٌ مولعٌ بالخِلاَفِ
كثیر الخَطَأُ قَلِیْلُ الصَّوَابِ
(احمر النحوی)

ہمارے یہاں ایک صاحب ایسے ہیں

جنھیں

اختلاف کا بڑا شوق ہے

حالانکہ

وہ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں
اور درستگی کا تو ان کے یہاں
نام و نشان نہیں!!

بریلوی حضرات اپنے آپ کو حق وصداقت کے علم برداراور "فرقہ ناجیہ" ہونے کا پروپیگنڈہ زبردست طریقے سے کرنے کے عادی ہیں اور وہ سنن ابی داؤد میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی وہ حدیث مبارک بطور حوالہ وردِ زبان رکھتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اوران میں سے صرف ایک فرقہ کو "ناجی" اور بقیہ بہتر فرقوں کوناری یعنی جہنم کا کندہ بتایا تھا۔ بریلوی حضرات غلط طور پر خود کو وہی "ناجی فرقہ" بتاتے ہیں اوردوسروں کو قطعی طور پر بہتر ناری فرقوں میں سے ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ ﷺ نے ناجی فرقے کی پہچان یہ بتائی تھی کہ "وہ میرے اور میرے صحابہؓ کے نقش قدم پر ہوگا" (ما انا علیه واصحابی) بریلوی حضرات کی قرآن وسنت کے ساتھ دھینگا مستی اور شرک وبدعات کے شیوع اوران پر عمل پیرا ہونے کو "ہر فرض سے بڑھ کر اہم فریضہ" قرار دینا خود ان کے اس دعوی کی تکذیب کرنے کے لئے کافی ہے۔ تاہم خود کو اہل سنت والجماعت کہنے کا زبردست پروپیگنڈہ اور "عشق رسول" وعقیدت اولیاء کے جھوٹے اور بلند بانگ نعروں سے جاہل عوام متاثر ومرعوب ہو کر اپنی جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے بریلوی حضرات کے اس دعوئے خودستائی کو درست سمجھتے ہیں اور احمد رضا خاں صاحب بانئ بریلویت کو "سچا عاشق رسول اور صحابہ کرامؓ واولیاء اللہ کا شیدائی وفدائی! قرآن وسنت کا گہرائی سے مطالعہ اور سنت رسول ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وطرز عمل سے بریلویت کا

موازنہ کر کے کوئی منصفانہ فیصلہ یا حتمی رائے قائم کرنا ان بیچارے جاہل عوام کے بس کا روگ نہیں ہے۔ خاص طور پر جب کہ غلط بیانی، جھوٹا پروپیگنڈہ اور دجل و فریب کا "بریلی بازار" گرم ہو تو ایسی صورت میں جہلاء کی عقل یونہی چورنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔

حق و باطل کے شعور و امتیاز اور درست یا نادرست کے فیصلہ کے لئے قرآن مجید نے مسلمانوں کے لئے ایک طریقہ اور اصول نقد بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: آیت ۵۹) یعنی اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں باہمی اختلاف اور نزاع پیدا ہو جائے تو اس جھگڑے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالہ کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ سب سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے خوش آیند ہے۔

آیئے! ہم اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق بریلویت اور اس کے مخالفین علمائے دیوبند، خادم حرمین شریفین و علمائے نجد و غیرہم کے درمیان حق و ناحق کا صحیح فیصلہ کرنے کے لئے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حق بات کو "کلمہ طیبہ" یعنی پاک کلمات کے عنوان سے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور خلاف شریعت، باطل اور گمراہ کن باتوں کو "کلمہ خبیثہ" کی مخصوص اصطلاح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی یہ دونوں مخصوص اصطلاحیں حق و باطل کے فرق و امتیاز کی واضح علامات (Symbol) ہیں اور ایک فیصلہ کن طرز بیان۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اگر قرآن و حدیث میں "کلمہ طیبہ" کی اصطلاح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے لئے اسی طرح مخصوص کر دی گئی ہے جس طرح "صلوٰۃ" کے معنی دعا اور رحمت یا درود اور زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے ہونے کے

باوجود انہیں نماز اور اپنے مالوں میں سے مخصوص نصاب علاً فیصد راہ خدا میں ہر سال خرچ کرنے کی عبادات کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تاہم قرآن وحدیث میں "کلمہ طیبہ" کی اصطلاح کو "کلمہ خبیثہ" کے مقابلہ میں جہاں کہیں بھی استعمال کیا گیا ہے تو اس وقت اس کے لغوی معنیٰ "پاک کلمات" یا حق بات ہی کے ہوتے ہیں۔ یہ اصولی بات ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے! اب ہم سورہ ابراہیم کی مندرجہ ذیل آیات مبارکہ پر غور کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ٍۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ (ابراہیم: ۲۴ تا ۲۷)

کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ یعنی (حق وصداقت کے) پاکیزہ کلمات کی کیسی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے۔ یعنی وہ ایک ایسے پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) خوب گہری پیوست ہو اور اس کی شاخیں آسمان (کی وسعتوں) میں پھیلی ہوئی اور سربلند ہوں۔ اور وہ درخت اپنے پروردگار کے حکم سے ہر فصل میں اپنا بھرپور پھل دیتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی مثالیں تمام لوگوں کے واسطے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اسی طرح کلمہ خبیثہ (یعنی ضلالت وگمراہی کے کلمات بد) کی مثال ایک ایسے خبیث اور (ناکارہ) درخت کی طرح ہے جو زمین کی سطح پر اگ آتا ہے اور جو ناپائیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ان کے مضبوط موقف کی وجہ سے دنیا وآخرت میں ثبات واستحکام عطا فرماتے ہیں اور ظالموں کو تخیلات کی وادی

میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ حق وصداقت کے کلمات طیبات مستحکم اور ٹھوس ہوتے ہیں، اس کے دلائل میں استقامت اور گہرائی ہوتی ہے اور نتائج کے اعتبار سے حق کے موقف کو فروغ استقلال اور سربلندی نصیب ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس ضلالت اور گمراہی کے خیالات پر مشتمل "کلمات بد" خس وخاشاک اور سطح زمین پر اگی ہوئی ناپائیدار کانٹوں بھری جھاڑیوں کی طرح ہوتے ہیں، جو اگرچہ شروع میں تیزی کے ساتھ سطح زمین پر پھیلتی چلی جاتی ہیں مگر انجام کار حق کے دلائل کی معمولی سی ضرب اور جھٹکے سے ہی اس کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں اور ان ناپائیدار پودوں کو قرار، ہمیشگی اور پختگی نصیب نہیں ہوتی۔ مذکورہ بالا آیات قرآنی شاہراہ حق پر گامزن حقیقی مومنوں کی اپنے موقف حق پر ثبات اور مضبوطی سے جمے رہنے کے عزم محکم، اور ضلالت وگمراہی کے علم برداروں کے دعوؤں کے عدم استحکام اور ان کی خود اپنے اختیار کردہ موقف پر بے یقینی، تلون مزاجی، اور حیرانی وسرگردانی کی ذہنی کیفیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں جیساکہ بانئ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اس شعر سے واضح ہے۔

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا   یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں!

خاں صاحب بریلوی اور ان کے خلفاء ومنتسبین کی تضاد بیانیوں، ذہنی قلابازیوں، بوکھلاہٹوں اور ان کی مذہبی خودکشی کے کچھ نمونے ہم اس کتاب کے بالکل شروع میں "بریلوی فکر کے پائے چوبین" کے عنوان کے تحت ہدیہ ناظرین کرچکے ہیں۔ ان کے خانہ ساز موقف کی کمزوری، تردد، بے یقینی اور تلون مزاجی کے کچھ اور ثبوت ان کی کتابوں سے منتخب کرکے سطور ذیل میں حوالہ قرطاس کئے جارہے ہیں تاکہ ان کو پڑھ کر بالغ نظر قارئین کو قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں "حق وباطل" کا بے لاگ فیصلہ کرنے

اور امت مسلمہ کے درمیان بریلویت کی صحیح پوزیشن متعین کرنے میں آسانی ہو۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کے "علم غیب" کے بارے میں احمد رضا خاں صاحب بریلوی غلوئے عقیدت کا مظاہرہ اس طرح کرتے ہیں:

"حضور اقدس ﷺ واقف ہیں ماکان وما یکون سے، تمام وقائع گزشتہ و آئندہ کی آپ کو خبر ہے" (۱)

اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جو شخص رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی کا منکر ہو وہ کافر ہے" (۲)

خاں صاحب بریلوی کے "ملفوظات" میں علم غیب کی نسبت سے ایک جگہ ان کے یہ خیالات ملتے ہیں

"دریاؤں کا کوئی قطرہ، ریگستان کا کوئی ذرہ، پہاڑوں کا کوئی ریزہ، سبزہ زاروں کا کوئی پتہ ایسا نہیں جو حضور عالم ماکان وما یکون کے علم میں نہ آیا ہو" (۳)

جس طرح احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کے عقیدہ کا انکار کرنے والے کو کافر بتایا ہے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے ایک غالی معتقد مولوی سلطان محمود ساکن میاں والی پنجاب نے اپنی کتاب "نجم الرحمان" میں حضور ﷺ کے لئے علم غیب کے منکر کے کفر کے فتویٰ کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف بایں الفاظ منسوب کیا ہے:

"نیز اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے علم غیب کے منکر کو کافر فرمایا ہے۔ اگرچہ کلمہ شریف پڑھتا ہو" (۴)

بہر حال احمد رضا خاں صاحب کے اس "فتویٰ کفر" کی زد میں کون کون

(۱) "الملفوظ" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۴ ص ۵۸

(۲) "خالص الاعتقاد" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۲۷

(۳) "الملفوظ" جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۴ ص ۵،۶

(۴) "نجم الرحمان" مولوی سلطان محمود ص ۷۲

آرہا ہے۔ ذرا یہ دلچسپ صورت حال بھی ملاحظہ فرمالیں۔ بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب اپنے والد نقی علی خاں کے ہمراہ "سنیت کا سرٹیفکیٹ" حاصل کرنے کے لئے "مارہرہ شریف" تشریف لے گئے تھے اور وہاں جاکر سید آل رسول، مارہروی سے مرید ہوئے تھے، ظاہری بات ہے کہ ان کے پیر و مرشد یعنی شاہ حمزہ مارہروی کا جو بھی عقیدہ اور خیالات رہے ہوں گے اس کو سید آل رسول مارہروی بھی ضرور درست اور برحق تسلیم کرتے ہوں گے کیونکہ پیر کی بات سے انحراف اور اس کی تغلیط کے بعد سلسلۂ بیعت وارادت باقی نہیں رہتا۔

تصوف کی مستند کتابوں میں سلسلہ بیعت وارشاد کے ضمن میں جو ہدایات ملتی ہیں ان کے مطابق مرید کے ذہن میں اس قسم کا تصور بھی آنا کہ شیخ کا کوئی فیصلہ یا حکم غلط بھی ہو سکتا ہے یا اس سے غلطی کا صدور ممکن ہے، اس کے حق میں زہر قاتل بتایا گیا ہے"(۱)

شیخ ابو القاسم قشیری لکھتے ہیں کہ یہ بات شرائط بیعت میں سے ہے کہ شیخ کی کسی بات کے خلاف کوئی خیال تک مرید کے دل میں نہ ہو(۲)

شیخ ابو نصر سراج طوسی نے مرید ہونے کے لئے جو بنیادی شرائط بتائی ہیں ان کے مطابق مرید کو اول مرحلے میں اپنے سارے علم کو فراموش کر دینا چاہئے اور شیخ جو کچھ بتائے اسے قبول کرنا چاہئے۔ اس کے بغیر شیخ کی بیعت کا خیال بھی دل میں لانا عظیم غلطی ہوگی"(۳)

بہرحال تصوف کی امہات کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ کے لئے مرید کی کامل خود سپردگی، اس کے ہر فیصلے اور حکم کی بے چون وچرا

---

(۱) "عوارف المعارف" شیخ شہاب الدین عمر سہروردی ج ۱ ص ۵۳ (مصر ۱۲۹۲ھ)

(۲) "رسالہ قشیریہ" شیخ ابو القاسم قشیری ص ۲۳۸ (مصر: ۱۳۰۴ھ)

(۳) "کتاب اللمع" شیخ ابو نصر سراج طوسی ص ۴۱۶ (لیڈن ۱۹۱۴ء)

تعلیل، اس کے عقائد و نظریات پر یقین واعتماد، اس کی آراء و فرمودات کو قوت و قبولیت کے ساتھ ساتھ شیخ کے حق میں مرید کی اپنے ارادہ واختیار سے مکمل دست برداری، ان سب باتوں کے اقرار وعدہ کو تصوف کی اصطلاح میں "بیعت" کہا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں بریلوی کے یہ "داداپیر" شاہ حمزہ مارہروی کیا ارشاد فرماتے ہیں:

اپنی کتاب "خزینۃ الاولیاء" میں شاہ حمزہ مارہروی لکھتے ہیں:

" علم غیب صفت خاص ہے رب العالمین کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے، ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے"(۱)

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ شاہ حمزہ مارہروی بھی علمائے دیوبند ہی کی طرح حضور ﷺ کے لئے "علم غیب" کے منکر ہیں اس لئے احمد رضا خاں بریلوی کے فتووں کے رو سے وہ بھی علمائے دیوبند کے ساتھ کافر قرار پاتے ہیں۔ اور بقول احمد رضا خاں صاحب کہ ایسے کافر کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ اب ذرا سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ شاہ حمزہ مارہروی جب کافر ٹھہرے تو ایک "کافر" سے بیعت کرنے والے سید آل رسول مارہروی کب دائرہ اسلام میں باقی رہے؟ ظاہر سی بات ہے کہ سید آل رسول مارہروی اپنے پیر و مرشد کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی ان سے بیعت ہوئے ہوں گے۔ لہٰذا احمد رضا خاں صاحب کے فتوے کی رو سے وہ ان کے کفر میں شک کرنے کی بنا پر خود بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اب ان سید آل رسول مارہروی سے بیعت ہوتے ہیں جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور

(۱) "خزینۃ الاولیاء" شاہ حمزہ مارہروی ص ۱۵ (مطبوعہ کانپور)

ان کے والد گرامی نقی علی خاں۔ گویا یہ دونوں بھی سید آل رسول مارہروی کو مسلمان سمجھ کر ہی ان سے بیعت ہوئے تھے۔ مگر جب اپنے پیر شاہ حمزہ مارہروی کو مسلمان اور ان کے علم غیب کے عقیدے سے انکار کو درست ماننے کے بعد اصلیت میں سید آل رسول صاحب خود بھی دائرۂ کفر میں داخل ہو گئے تھے تو ایسی صورت میں "خارج از اسلام" پیر سے احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے والد کی بیعت خود ان دونوں کے ایمان کے لئے کتنی زہر قاتل ثابت ہوئی ہو گی؟ بیان کی حاجت نہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں   لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

خاں صاحب بریلوی ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کو ماکان ومایکون کا عالم بتاتے ہیں اور دوسری طرف حضور ﷺ کے بارے میں ان کا "الملفوظ" میں یہ ارشاد ملتا ہے:

"البتہ: ملکہ شعر گوئی حضور ﷺ کو عطا نہ ہوا"(۱)

کیا شعر و شاعری کا علم، اس کے فنی رموز، بحر، اوزان، تقطیع، ردیف، قافیہ، مطلع مقطع وغیرہ سے واقفیت "ماکان ومایکون" سے علحدہ کوئی شئے ہے؟ جب حضور کو ملکہ شعر گوئی عطا نہ کئے جانے کا اقرار خاں صاحب بریلوی خود ہی کر رہے ہیں تو پھر حضور ﷺ عالم ماکان ومایکون کیسے ہوئے؟

علم غیب کے سلسلے میں احمد رضا خاں صاحب کے موقف کی کمزوری اور ان کی تضاد بیانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک طرف تو اپنے "ملفوظات" حصہ چہارم میں رسول اللہ ﷺ کے علم کے لئے یہ عقیدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"سو آپ اولین و آخرین کے سب علوم پر محیط ہیں۔ اور آپ کے علوم کسی ایک حد پر منحصر نہیں اور ان کے وراء سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور انہیں

---

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۵۲

دنیا والوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا سو انسان کے علوم، پوری دنیا کے علوم اور لوح و قلم کے علوم آنحضرت ﷺ کے سمندروں کا محض ایک قطرہ ہیں"(۱)

خاں صاحب بریلوی کے اس بیان کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ ؐ کے علوم، علم الٰہی کی طرح غیر محدود ہیں کیونکہ ان کے وراء سلسلہ علم ختم ہو جاتا ہے اور حضور ﷺ کے علم سے بڑھ کر علم رکھنے والی کوئی ہستی کائنات میں نہیں، گویا اللہ تعالیٰ کا علم بھی (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کے علم کے برابر ہی ہے اس سے زیادہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ کے علم کے بعد علم کی حد ہی ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے علوم کی حد کا اندازہ دنیا والے نہیں لگا سکتے ٹھیک اسی طرح حضور ﷺ کے بے پایاں علم کی حدود کا پتہ دنیا میں کسی کو نہیں لگ سکتا۔ تمام کائنات، لوح محفوظ اور قلم و کرسی کے علوم اپنی مقدار کیفیت کے لحاظ سے، حضور کے سمندر علم کا محض ایک قطرہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

دوسری طرف یہی خاں صاحب بریلوی "دروغ گو را حافظہ نباشد" کے بمصداق اپنی کتاب 'خالص الاعتقاد" میں رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ عقیدہ لکھتے ہیں:

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علوم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"(۲)

علم غیب کے سلسلے میں ایک لطیفہ یہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ احمد رضا خاں صاحب ایک طرف تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دریاؤں کا کوئی قطرہ، ریگستان کا کوئی ریزہ، پہاڑوں کا کوئی ذرہ، سبزہ زاروں کا کوئی پتہ ایسا نہیں جو حضور ﷺ عالم ماکان و مایکون کے علم میں نہ آیا ہو، دوسری طرف یہی خاں صاحب

(۱) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۳۶

(۲) خالص الاعتقاد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۳

بریلوی اسی "خالص الاعتقاد" میں ایک جگہ یوں گل افشانی کرتے ہیں:

"شیطان کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے وسیع تر نہیں، یعنی وسیع تو ہے مگر بہت زیادہ وسیع نہیں"(۱)

کیا احمد رضا خاں صاحب کے اس عقیدے کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ شیطان لعین علم کے لحاظ سے حضور ﷺ پر (نعوذ باللہ) فوقیت رکھتا ہے اور اس کے علم کی وسعت بہر کیف حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے گو کہ بہت زیادہ نہیں۔

(۲) جناب احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب "الامن والعلی" میں لکھتے ہیں:

"اولیاء کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے ہیں اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں"(۲)

اسی طرح ان کے مجموعہ کلام "حدائق بخشش" میں ان کے کچھ اشعار:

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر
بندہ قادر کا بھی، قادر بھی ہے عبد القادر
سر باطن بھی ہے، ظاہر بھی ہے عبد القادر (۳)

دوسری طرف وہ اپنی کتاب "احکام شریعت" میں لکھتے ہیں:

" اللہ اکبر! حاکم حقیقی عز جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے، وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس نے عالم اسباب میں ملائکہ (فرشتوں) کو

---

(۱) خالص الاعتقاد جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۵

(۲) "الامن والعلی" جناب احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۴۱

(۳) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۲۷

تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کہا کہ پہلے بعض کام
ارواح کو آپ سے بھی متعلق تھے۔ زمانہ اقدس حضور سید عالم ﷺ سے
کام ان سے نکال لیا گیا۔ اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح
فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"(۱)

(۳) بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب "الحجة الفائحة لطیب التعیین والفاتحة" میں میت کو تیسرے دن ثواب پہونچانے یعنی تیجہ کی فاتحہ اور چنے پڑھنے کے فعل کو بے ہودہ باتیں کہتے ہیں اور ایصال ثواب کے لئے تیسرے دن کی تخصیص کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"جو بے ہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں، اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہونچتا ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی بھی کوئی ضرورت نہیں کیا دعا کے لئے بھی اس شئے کا فی الحال موجود ہونا ضروری ہے؟(۲)

اب ذرا اسی موضوع پر خاں صاحب بریلوی کی تضاد بیانی اور خود اپنے فتوے کو جھٹلانے کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح انھوں نے میت کے سوئم یعنی تیسرے دن کی مخصوص فاتحہ اور چنے بتاشے پڑھنے کی تائید کی ہے اور اسے بلا دلیل ثواب کا عمل ٹھہرا لیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہونچانے کے قصد سے ہوتے ہیں۔ یہ حکم اس میں داخل نہیں نہ میرے اس فتوی میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لئے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے تو غنی کو ان

(۱) "احکام شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۲۸۵،۲۸۵
(۲) "الحجة الفائحة" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۲ (مطبوعہ حسینی پریس بریلی)

کا لینا بھی ناجائز ہے "(۱)

احمد رضا خاں صاحب کے فتووں کا جو مجموعہ مولوی عرفان علی صاحب نے "عرفان شریعت" کے نام سے مرتب کیا ہے اس میں میت کے تیجایا سوم کی فاتحہ کا مسئلہ سوال وجواب کے طریقے پر مرقوم ہے۔

"مسئلہ نمبر (۲): میت کے سوم کا کس قدر وزن ہونا چاہئے؟ اگر چھوہاروں پر فاتحہ دی جائے تو ان کا کس قدر وزن ہو"(۲)

خاں صاحب بریلوی نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ بریلویت کی شکم پروری کا آئینہ دار ہے۔ لکھتے ہیں:

"کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں اتنے ہوں کہ ستر ہزار کا عدد پورا ہو جائے"

ذرا حساب لگا کر دیکھئے۔ اگر ایک چھوہارہ ۶ ماشہ کا ہو تو تیجہ کی ایک فاتحہ میں دس من ۷ ۳ سیر ۸ چھٹانک چھوہارے ضروری ہوں گے۔ اسی تناسب سے آپ اعشاریہ کا حساب کو نٹل اور کلوگرام میں لگا لیجئے۔ کیا موجودہ دور میں جبکہ چھوہارے ساٹھ ستر روپے کلو سے کم نہیں ملتے بریلوی تیجہ میت کے وارثین کے لئے جبکہ وہ غریب بھی ہوں کتنا بڑا اقتصادی جرمانہ اور استیصال وظلم عظیم ہے۔

شاہ اچھے میاں آل احمد صاحب مارہروی (المتوفی ۱۲۳۵ھ) جو احمد رضا خاں صاحب کے مرشد سید آل رسول مارہروی کے برادرزادے ہیں۔ انھوں نے خاں صاحب بریلوی کے پیران پیر شاہ حمزہ مارہروی کی "وصایا" "انوار العارفین" کے نام سے مرتب کی تھی اس میں وہ شاہ حمزہ صاحب مارہروی کی یہ وصیت نقل کرتے ہیں:

---

(۱) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۱۳۸

(۲) "عرفان شریعت" مولوی عرفان علی صاحب ج ۱ ص ۳

"و فاتحہ سالینہ ہرگز بتکلف نہ کنند	اور فاتحہ سالانہ تکلفات سے ہرگز نہ کریں
بلکہ نہ نمائند کہ حکم چنیں ست۔	بلکہ بالکل نہ کریں کہ حکم اسی طرح ہے۔
بعد بست سال روشن خواہد شد حالا	بیس سال کے بعد اس کی برائی روشن ہوئی
مسئلہ اجل و مبرہن و کارے اہم در پیش"(۱)	حالانکہ مسئلہ ظاہر و باہر اور کام اس سے بھی زیادہ اہم در پیش ہے

لیکن احمد رضاخاں صاحب اپنی کتاب "الامن والعلی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے جس بات کا حکم نہ دیا نہ منع فرمایا، وہ مباح ہے اور بلا حرج ــــ وہابی اس اصل اصیل سے جاہل ہو کر پوچھتے ہیں کہ خدا اور رسول نے اس کا حکم کہاں دیا ہے؟ جب نہ حکم دیا نہ منع کیا تو جواز قائم رہا۔ تم ایسے کاموں سے منع کرتے ہو اللہ اور رسول ﷺ پر افتراء کرتے ہو۔ شارع حضور ﷺ نے تو منع نہیں کیا تم منع کرتے ہو محفل میلاد پاک، قیام (تعظیمی) فاتحہ سوئم، وغیرہ سب مسائل اس اصل قانون سے طے ہو جاتے ہیں"(۲)

فاتحہ سالانہ و تیجہ، دسواں، بیسواں چالیسواں وغیرہ کی ممانعت کرنے والوں میں احمد رضاخاں صاحب کے "دادا پیر" شاہ حمزہ مارہروی بھی شامل ہیں لہٰذا خاں صاحب کے ارشاد کے مطابق وہ بھی وہابی ٹھہرے ــــ وہابی یعنی ان کے خیال کے مطابق کافر و مرتد!

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تقریباً چونسٹھ سال تک دہلی جیسے مرکزی شہر میں درس قرآن اور درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ پورے ملک میں ایک عالم بھی ایسا نہ رہا جس کا رشتہ

(۱) "انوار العارفین" شاہ اچھے میاں آل احمد مارہروی ص ۴۶۹
(۲) "الامن والعلی" احمد رضاخاں بریلوی ص ۱۵۷

تلمذ براہ راست یا بالواسطہ طور پر حضرت شاہ عبد العزیز سے نہ ہو۔

مولانا عبید اللہ سندھی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانے کے ایک طالب عالم نے اس جستجو میں سیاحت کی کہ اسے علم حدیث کا کوئی ایسا استاذ ملے جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ کا شاگرد نہ ہو مگر ہندوستان کے طول و عرض میں اسے ایک مدرس بھی ایسا نہ مل سکا"(۱)

شاہ عبد العزیز صاحب نے ایسے باکمال اساتذہ اور فضلاء پیدا کئے جنھوں نے پورے برصغیر میں ہی نہیں بلکہ سرزمین حجاز میں بھی حدیث نبوی کا فیض عام جاری کیا اور ایک عالم ان سے مستفید ہوا۔ ان کے باکمال شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے چند مشہور و معروف ہستیوں کے نام یہ ہیں:

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی ؒ، حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی ؒ، حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ؒ، شاہ عبد الحیٔ بڈھانوی ؒ۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی ؒ، شاہ محمد یعقوب دہلوی ؒ، شاہ اسماعیل شہید ؒ، مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی ؒ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، مولانا فضل حق خیرآبادی جیسی مشاہیر و مقتدر ہستیوں کے علاوہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیر و مرشد شاہ آل رسول برکاتی مارہروی اور ان کے برادر زادے شاہ اچھے میاں آل احمد مارہروی، جیسے مرجع خلائق شیوخ و مرشدان طریقت تک آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے(۲)

شاہ اچھے میاں آل احمد مارہروی "انوار العارفین" میں خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

---

(۱) "سیاسی تحریک" مولانا عبید اللہ سندھی ؒ ص ۱۱۸

(۲) "تذکرہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مفتی نسیم احمد امروہوی بحوالہ "ندائے شاہی" اکتوبر ۹۸ء ص ۴۲، ۴۳

"سند حدیث شریف از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ گرفتہ اند(۱)	اور سند حدیث شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے حاصل کی ہے

لیکن خاں صاحب بریلوی کے ممدوح مولوی فضل رسول بدایونی جن کو خاں صاحب اپنی کتاب "حیات الموات" کے صفحہ ۱۸۶ پر "سیف اللہ المسلول" کا خطاب دیتے ہیں اور انہیں "محقق الحق" لکھتے ہیں انہیں فضل رسول بدایونی نے کیا "تحقیق حق" کی ہے اسے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

ارشاد فرماتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ دہلویؒ وہابیت کا بیج بونے والا، اور شاہ عبدالعزیز وہابیت میں پانی دینے والا اور محمد اسماعیل دہلویؒ وہابیت کو پھیلانے والا ہے"(۲)

ان کے علاوہ خود احمد رضا خاں صاحب کے نفس ناطقہ مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

"سوائے شاہ صاحب کے اور کوئی وہابی نہ تھا"(۳)

(۵) احمد رضا خاں صاحب اور ان کے حواری و خلفاء و متعبین نے عرس، گیارھویں اور یوم عاشورہ کی بدعات کو دین کے شعائر ثابت کرنے اور ان کی تقدیس و فضیلت دکھانے میں زور قلم صرف کر ڈالا ہے اور ان بدعات پر نکیر کرنے والے ان کے نزدیک وہابی بدمذہب اور کافر و مرتد ہیں۔ لیکن خاں صاحب بریلوی کے ممدوح مولوی فضل رسول بدایونی اپنی کتاب "تصحیح المسائل" میں ان تقریبات کے بارے میں کیا لکھتے ہیں اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

---

(۱) "انوار العارفین" شاہ اچھے میاں آل احمد مارہروی ص ۴۷۱

(۲) "بوارق محمدیہ" فضل رسول بدایونی ص ۴۲

(۳) "مقیاس حنفیت" مولوی محمد عمر اچھروی ص ۵۷۵

"گیارھویں، عرس اور یوم عاشورہ ازراہ تعینات و تخصصات کے بدعت ہے"(۱) گویا ــــــ ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(۶) جناب احمد رضا خاں صاحب ایک طرف تو اس بات کی تشہیر و تبلیغ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پیدائش "اللہ کے نور" سے ہوئی اس لئے آپ "نوری بشر" ہیں اور بشر بھی محض اس لئے کہتے ہیں کہ آپ خاں صاحب کے خیال کے مطابق ظاہر صورت بشری میں انسانوں جیسے تھے، اور بس! ورنہ حقیقت میں آپ نوری مخلوق ہیں وغیرہ وغیرہ

دوسری طرف یہی خاں صاحب بریلوی اپنی کتاب "فتاوی افریقہ" میں حضور ﷺ کی ایک صحیح حدیث درج کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے بنے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے"(۲)

انکے اس اعتراف حقیقت کے بعد ہم اسکے علاوہ اور کیا تبصرہ کریں کہ: ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(۷) جناب احمد رضا خاں صاحب خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"خودکشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی، ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا ان کے جنازہ کی نماز نہیں"(۳)

دوسری طرف وہ اپنی کتاب "فتاوی افریقہ" میں خودکشی کرنے والے

---

(۱) "تصحیح المسائل" مولوی فضل رسول بدایونی ص ۲۷۳

(۲) "فتاوی افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۵

(۳) "الملفوظ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۱ ص ۹۰

کے لئے اس بات کا فتوی دیتے ہیں کہ:

"فتوی اس پر ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی"(۱)

(۸) خاں صاحب بریلوی کی تضاد بیانی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو:

الملفوظ حصہ اول میں مرقوم ہے کہ خاں صاحب بریلوی نے ارشاد فرمایا:

"مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بفضلہ تعالی پنج وقتہ جماعت سے نماز پڑھی، قیام اور رکوع تو ریل میں بھی بخوبی ہو سکتا ہے۔ہاں بعض اوقات دقت ہوتی ہے"(۲)

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اس کے بالکل برخلاف "قانون شریعت" میں لکھتے ہیں:

"چلتی گاڑی میں فرض، واجب، و سنت فجر نہیں ہو سکتی"(۳)

ان کے دست راست امجد علی گھوسوی نے اس فتوی کی تائید و توثیق اپنی کتاب "بہار شریعت" حصہ چہارم صفحہ ۱۹ پر کی ہے۔

(۹) خاں صاحب بریلوی کی "وصایا" میں ان کی یہ وصیت درج ہے:

"جنازہ کے آگے پڑھیں تم پر کروڑوں دُرود اور ذریعہ قادریہ"(۴)

لیکن مصنف "بہار شریعت" امجد علی گھوسوی، خلیفہ احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

"جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت (خاموشی) کی حالت میں چلنا چاہئے"(۵)

---

(۱) "فتاوی افریقہ" احمد رضا خاں بریلوی ص ۳۷

(۲) "الملفوظ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۱ ص ۲۱

(۳) "قانون شریعت" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱۰

(۴) "وصایا شریف" (مرتبہ حسنین رضا خاں) احمد رضا خاں بریلوی ص ۹

(۵) "بہار شریعت" امجد علی رضوی گھوسوی ج ۴ ص ۱۱۹

ان دونوں متضاد فتوں کی روشنی میں بے چارے بریلوی حضرات جنازہ کی معیت میں جاتے ہوئے "گویم مشکل وگر نگویم مشکل" کے جس عذاب میں مبتلا ہوگئے ہیں اس کا حل اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ "مرشد" اور "مسترشد" دونوں میں سے کسی ایک کی تکذیب کریں۔

(۱۰) "ملفوظات" حصہ چہارم میں احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

"بس سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہوسکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں۔ اور جو غیر مسلم کیلئے ہوسکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں"(۱)

گویا علم غیب اور حاضر وناظر جیسے تمام متنازعہ مسائل جن کو لیکر بریلوی حضرات، علمائے دیوبند اور اہل حدیث یعنی حضرات غیر مقلدین سے اختلاف اور جھگڑا کرتے رہتے ہیں اور انھوں نے ان موضوعات کو اپنے بنیادی عقائد اور امتیازی شان کی حیثیت دے رکھی ہے۔ ان مسائل کی حقیقت خود ان لوگوں کے نزدیک کچھ بھی نہیں —— احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق نہ تو علم غیب ہی، جو کہ ایک غیر انسانی صفت اور باری تعالیٰ کی خصوصیت ہے اس کا انتساب بحیثیت انسان رسول اللہ ﷺ کے لئے باعث کمال ہو سکتا ہے اور نہ کرامت کی صفت "اولیاء اللہ" کے لئے باعث عزت وتکریم کیونکہ جب کرامت جیسی مافوق الفطرت خصوصیات "جوگی جے پال" جیسے کافر میں موجود ہو سکتی ہیں (جسے کافروں کی نسبت سے کرامت کے بجائے "استدراج" کہا جاتا ہے) تو اسی قسم کی کوئی خصوصیت یعنی کرامت حضرت نظام الدین چشتی یا دیگر اولیاء اللہ کے لئے باعث فخر وکمال کیونکر کہی جا سکتی ہے —— ؟؟ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خاں صاحب بریلوی اور ان کے منتسبین کے نزدیک کرشن کنہیا جیسا کافر جب ایک وقت

(۱) "ملفوظات" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۱۰

سیکڑوں جگہ حاضر ہونے کی صفت سے متصف رہا ہے تو پھر اس کے بعد
میں حضور ﷺ کا بریلویوں کے دعوی کے مطابق ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شرف
و کمال کی بات کہاں رہا؟؟

بریلوی فکر کے عدم توازن، ذہنی بے راہ روی اور ان کے عقائد باطلہ کے
عدم استحکام کے یہ چند ثبوت آپ نے ملاحظہ فرمائے تفصیلی طور پر سردست
ہم مذکورہ بالا دس نمونوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ. اس قسم کی
بوالعجبیوں اور تضاد بیانیوں سے بریلوی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ مثال کے طور پر
بریلویوں کے مایہ ناز مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی "مرآۃ المناجیح" میں ایک جگہ
لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یا محمدؐ! کہہ کر پکارنا حرام ہے"(۱)

مگر ان کے دوسرے مفتی غلام سرور اس کی تردید کرتے ہیں کہ "یا محمدؐ"
کی مخالفت اور ممانعت کرنے والا معنی سیاق و سباق سے بہت بعید ہے(۲) اسی
طرح مفتی احمد یار خاں نعیمی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا علم" نزول قرآن پر موقوف نہ تھا، وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے
تھے(۳) دوسری طرف ان کے ہم خیال پیر دیول شریف ان کے اس عقیدے
کی کھل کر تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضور نبی پاک ﷺ پر جتنے
احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے(۴)
خاں صاحب بریلوی کے خلیفہ امجد علی گھوسوی نے اپنی کتاب "بہار شریعت"
میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "روضۂ انور کا طواف منع ہے" اور دوسری جگہ وہ اسی

(۱) "مرآۃ المناجیح" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ج ۱ ص ۲۵
(۲) "ندائے یا محمد یا رسول اللہ" مفتی غلام سرور ص ۲۶ (نیازی پرنٹنگ پریس لاہور)
(۳) "نئی تقریریں" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۹۹
(۴) "عقائد و لطیف حقائق" پیر صاحب دیول شریف ص ۱۷ (مجلس غوثیہ لائلپور)

کتاب میں لکھتے ہیں کہ "بزرگوں کے مزارات کا طواف جائز ہے" گویا ان کے نزدیک بزرگوں کا درجہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھا ہوا ہے؟؟ احمد رضا خاں صاحب بانی بریلویت نے ایک جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ لکھا ہے کہ عرش کے نیچے اور زمینوں و آسمانوں کے درمیان اور تحت الثریٰ میں جو کچھ ہے ان سب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم محیط ہے[1] اور دوسری جگہ علم ذاتی اور علم محیط کو صرف ذات باری تعالیٰ عزوجل کے لئے ہی ثابت اور مخصوص مانتے ہیں[2]

بریلوی حضرات ایک طرف تو حضور ﷺ کے لئے علم غیب نہ ماننا گستاخی، بے ادبی اور کفر بتاتے ہیں اور دوسری طرف ان کے یہاں علم غیب کی ناقدری اور بے وقعتی کا یہ عالم ہے کہ وہ کتے، بلی اور گدھے جیسے جانوروں کو بھی علم غیب سے واقف بتاتے ہیں —— بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب نے اپنے ملفوظات حصہ چہارم میں مصر کے ایک گدھے کا واقعہ نقل کیا ہے جو ان کی دانست میں غیب جانتا تھا[3] اسی طرح ان کے "سگ بارگاہ رضویت" جناب حشمت علی خاں پیلی بھیتی نے ۱۹۳۲ء میں رنگون (برما) میں اپنی ایک تقریر میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی بلی کے بارے میں یہ دعوی کیا تھا کہ وہ علم غیب رکھتی تھی۔ جس پر وہاں کے مشہور شاعر عالی جناب منشی عبد الرحیم صاحب بانکپوری نے یہ طنزیہ اشعار کہے تھے۔

غوث اعظم کی جو بلی ہو عالم غیب
غیب داں خاص نبی ہی کو بتاتے کیوں ہو؟

---

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۴۴
(۲) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۳
(۳) الملفوظ "احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۱۰

تم نے بلی کو بنایا ہے نبی کا ہمسر
اپنے کرتوت کو باتوں میں اڑاتے کیوں ہو؟(۱)

بریلوی حضرات کے ذہنی دیوالیہ پن کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ جب "صلوٰۃ وسلام" پڑھتے ہیں تو اس قدر بلند آواز سے "نعرا" اٹھاتے ہیں کہ محفل یا مسجد کے درو دیوار تک گونجنے لگتے ہیں۔ نہ مسجد کا ادب ہی انہیں ملحوظ رہتا ہے اور نہ حضور ﷺ کی عظمت واحترام! یہ آج کے دور کے بریلویوں کا طرز عمل ہے۔ مگر مولوی عبدالسمیع رام پوری اور مولوی دیدار علی الوری کے زمانے میں طریقہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ یہ لوگ میلاد کی محفل میں ذکر پیدائش رسول پر ادب سے خاموش کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر کچھ دیر مکمل خاموشی کے بعد یہ لوگ بیٹھ کر درود پڑھتے تھے۔ اس دور میں احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مخصوص نعت خواں حافظ خلیل حسن سلام پڑھنے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں:

بجالا کہ تعظیم ورسم قیام پڑھو بیٹھے بیٹھے درود وسلام(۲)

خود احمد رضا خاں صاحب کے بھائی حسن میاں بھی بیٹھ کر سلام پڑھنے کے قائل تھے۔ ان کا ایک شعر ہے:

بس تولد ہو گئے خیر الانام بیٹھ کر بھیجو تحیہ اور سلام(۳)

بریلوی حضرات کے خود ساختہ عقائد کی ناپائیداری اور ان کی "مذہبی خودکشی" کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ ان کے "اعلیٰ حضرت" احمد رضا خاں صاحب بریلوی زندگی بھر تمام علمائے دیوبند اور ان کے منتسبین

---

(۱) براءت الابرار عن مکائد الاشرار" مولانا عبدالروف صاحب رنگونی ص ۴۹۶
(۲) سوانح اعلیٰ حضرت مولوی بدرالدین احمد قادری رضوی ص ۱۳۶ (مطبوعہ کراچی)
(۳) سوانح اعلیٰ حضرت مولوی بدرالدین احمد قادری رضوی ص ۱۳۶ (مطبوعہ کراچی)

کے علاوہ "اہل حدیث" یعنی غیر مقلدین حضرات کو بلا تخصیص کافر و مرتد بتاتے رہے اور اس بات کا فتوی دیتے رہے کہ جو ان کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی خارج از ایمان اور کافر و مرتد ہے۔ لیکن بریلویوں کے مولوی غلام محمود پیلانوی اپنے "اعلی حضرت" کے اس فتوی کو پائے استحقار سے ٹھوکر لگاتے ہوئے وہابی کی تعریف اور ان کے مسلمان ہونے کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

"وہابی دو قسم کے ہیں۔ ایک مسلمان وہابی دوسرا منافق۔ اول وہ ہیں جو دلوں اور زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں۔ کسی امام کی تقلید ائمہ اربعہ وغیرہ سے علی التعین نہیں کرتے۔ قواعد عقائد اس قوم کے معلوم ہیں لیکن غیر مضبوط دوسرے وہ جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور اہل السنۃ والجماعت ہیں"(۱)

اس عبارت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مولوی غلام محمود پیلانوی نے کس صراحت سے غیر مقلدین وہابیوں کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیا ہے جبکہ ان کے نزدیک دیوبندی حضرات باوجود حنفی اور اہل سنت والجماعت ہونے کے کافر و مرتد ہیں ؟! گویا ان کے خیال میں قرآن و سنت پر عمل کرنا اور فقہ حنفی کی پیروی کرنا کفر و ارتداد کی نشانی ہے!

بریلوی حضرات کی تضاد بیانیوں کے ضمن میں سر فہرست احمد رضا خاں صاحب کا وہ شاہکار فتوی ہے جو انھوں نے شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر صادر کیا تھا۔ انھوں نے پہلے تو شاہ صاحب پر نہایت جوش و خروش سے ستر سے زیادہ وجوہات کے ساتھ کفر لازم ہونے کا فتوی دیا تھا۔ پھر جب ان کی توقع کے برخلاف ہندوستان کے طول و عرض میں اس فتوی کفر کا ردعمل علمی حلقوں میں

---

(۱) "نجم الرحمان" مولوی سلطان محمود میاں والی پنجاب ص ۶

شدید ہوا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علمی خانوادہ کی برملا توہین و تبرا پر شیوخ و علمائے وقت خاں صاحب بریلوی سے برگشتہ اور متنفر ہونے شروع ہو گئے، خصوصاً خاں صاحب بریلوی کے قریبی معتمد خاص مولانا معین الدین اجمیری نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور "تجلیات انوار معین" کے نام سے احمد رضا خاں صاحب کے افکار و معتقدات کا بے لاگ جائزہ لکھ کر شائع کر دیا۔ ان کے علاوہ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی اور مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی جیسے اکابر علماء و مشائخ نے بھی جب اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا تو خاں صاحب بریلوی بوکھلا گئے اور انھوں نے اپنی ساکھ بچانے کے لئے علم کلام کا سہارا لیا اور "لزوم و التزام" کی بحث چھیڑتے ہوئے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر ستر سے زیادہ سنگین الزامات کفر کے "خصوصی ملزم" مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ کو صاف بری کر دیا ـــــ ان کی کتاب "تمہید الایمان" میں خاں صاحب بریلوی کی اس مذہبی خودکشی اور اپنے خودساختہ عقیدے سے پسپائی کا یہ فتویٰ آج بھی کھلے عام بریلویت کا منہ چڑا رہا ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

"امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمارے نبی ﷺ نے اہل لاالٰہ الااللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے"(۱)

اور مزید یہ کہ:

"علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد"(۲)

حالانکہ یہ وہی شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ ہیں جنھوں نے خاں صاحب

---

(۱) "سبحان السبوح" احمد رضا خاں بریلوی ص ۸۰

(۲) "سبحان السبوح" احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۰

بریلوی کے بقول اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں یہ لکھا ہے کہ "نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے" (نعوذ باللہ) اسی طرح نبی کریم ﷺ کا درجہ "بڑے بھائی کے برابر" بتانے کا فاسد عقیدہ یا حضور ﷺ کے لئے "مرکر مٹی میں مل جانے" کا توہین آمیز دعوی بھی احمد رضا خاں صاحب نے شاہ اسماعیل شہید سے منسوب کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام انسان اور چھوٹی بڑی مخلوق سب کو اللہ کے نزدیک "چمار سے بھی زیادہ ذلیل" ہونے کے قبیح الزام کے ساتھ ساتھ رب العزت کے لئے (نعوذ باللہ) ذلت و حقارت کے کلمات و صفات کا انتساب بھی خاں صاحب بریلوی نے شاہ اسماعیل دہلوی کے نام کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے لئے ناقابل تحریر توہین و تحقیر کی صفات خاں صاحب بریلوی نے گنائی ہیں جیسے خدا کا بھکنا، غافل ہونا، ظالم ہونا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ خود مفعول کی طرح مخنث بننا۔ کوئی خباثت یا کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہ سمجھنا، خدا کا کھانے کا منہ، بھرنے کا پیٹ، مردی اور زنی کی علامت رکھنا۔ خدا کو صمد نہیں، جوف دار کھوکھلا تصور کرنا، سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل کہنا، خدا کے ماں باپ جورو بچے سب ممکن سمجھنا۔ خدا کا خودکشی کر سکنے گھلا گھونٹ کر یا بندوق مار کر خود کو ختم کر لینے کا عقیدہ رکھنا یا زہر کھا کر یا خود کو جلا کر مار ڈالنے کا عقیدہ ایسا خدا جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے، جو ربڑ کی طرح پھیلتا ہے اور برہما کی طرح چومکھا ہے جو بندوں کے باعث جھوٹ بولنے سے بچتا ہے کہ کہیں وہ جھوٹا نہ سمجھیں۔ خدا جو بندوں سے چھپا کر پیٹ بھر کے جھوٹ بولتا ہے[1] (العیاذ باللہ و لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

---

(۱) العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ، احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۱ ص ۷۴۵

اپنی دانست میں ایسے شدید اور خطرناک کفریہ عقائد رکھنے والے "اسماعیل دہلوی" کو جو ان عقائد کی بناء پر "سرکش، طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی" کہلانے کا مستحق ہے۔ خاں صاحب بریلوی کافر کہنے سے احتراز کرتے ہیں اور علماء محتاطین کو بھی انہیں کافر کہنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ خاں صاحب کے نزدیک یہی صواب یعنی درست فیصلہ ہے اسی میں سلامتی ہے اور یہی صحیح فتوی ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن علمائے دیوبند جو سب کے سب شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے عقائد پر ہیں اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کے چار مخصوص علماء مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ جو کہ احمد رضا خاں صاحب کی کفر کے مشین گن کا خاص نشانہ ہیں۔ ان پر خاں صاحب بریلوی نے انفرادی طور پر ایک یا دو یا بہت سے بہت تین یا چار سے زیادہ الزامات کفر نہیں لگائے ہیں اور اپنے اوپر لگائے ہوئے ان کفریہ عقائد سے یہ حضرات بھی قطعی طور پر انکار کرتے ہیں اور ان سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود بھی علمائے دیوبند کو قطعی کافر و مرتد کہا جاتا ہے اور ان کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی خارج از اسلام اور ان سے سلام ودعا منقطع! حالانکہ شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ عالم بالا سے اپنے اوپر لگے الزامات کفر کی صفائی اور معذرت کرنے نہیں آئے تھے اس کے باوجود خاں صاحب بریلوی نے فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر لگے ستر سے زیادہ الزامات کفر کو معاف کر دیا علمائے دیوبند نے جبکہ "حسام الحرمین" کے شائع ہوتے ہی اپنے اوپر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی بھرپور تردید کی تھی اور ایسے "کفریہ خیالات" رکھنے والے کو خود بھی کافر سمجھنے کا اعلان کیا تھا ملاحظہ ہو: المهند علی المفند" از مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ مہاجر مدنی مدفون فی

الجنۃ البقیع (مدینہ منورہ)

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی جو اپنے آپ کو "ڈنکے کی چوٹ" اہل سنت والجماعت اور حنفی کہتے ہیں، اپنی وسعت مطالعہ کے باوجود کیا انھوں نے فقہ حنفی کی مشہور و معرف اور متداول کتاب "درّ مختار" میں یہ عبارت کبھی نہیں دیکھی تھی جس میں مذکور ہے۔

شهدوا على مسلم بالردة وهو منكر لايتعرض له لالتكذيب الشهود العدول بل لان انكاره توبة ورجوع (۱)

کسی مسلمان کے مرتد ہونے اور اسلام سے پھر جانے کی گواہی ملے اور وہ شخص انکار کرتا ہو تو ایسے شخص سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ گواہوں کو جھوٹا ماننے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس کا اپنے مرتد (کافر) ہونے سے انکار کرنا رجوع اور توبہ کے حکم میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات نہ تو دعوی "اہل السنۃ والجماعۃ" میں ہی سچے ہیں اور نہ ہی فقہ حنفی کی صداقت پر ان کا یقین و اعتماد اور عمل ہے یہ لوگ فقہ حنفی کا نام لے کر اس کا استیصال کرنے اور اس کے احکام و ہدایات کو سبوتاژ کرنے کی کوششوں میں دن رات مصروف ہیں ان کی عملی زندگی فقہ حنفی کے برخلاف خود ساختہ اعتقادات اور شرک و بدعت کے اعمال سے عبارت ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم ان شاء اللہ العزیز بریلوی عقائد و اعمال کا جائزہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں کی روشنی میں لیں گے۔ واللہ المستعان۔

(۱) "در مختار" علامہ محمد علاء الدین حصکفی ص ۱۱۱

باب نمبر — ے
بریلویت
فقہ حنفی کے آئینہ میں

يا جاعل العلم له بازيا يصطاد اموالَ المساكين

احتلت للدنيا ولذاتها بحيلة تذهب بالدين

(عبداللہ بن مبارکؒ)

اے علم کو باز بنانے والے

تو

غریبوں کے مال کا شکار کرتا ہے

تو نے

دنیا اور اس کی لذتوں کو ایسے

حیلہ سے قابو میں کر رکھا ہے

جو

دین کو پامال کرتا ہے

برصغیر ہندوپاک میں "اہل السنۃ والجماعۃ" کی اصطلاح خاص طور پر مسلک امام ابو حنیفہؒ کے پیروکاروں کے لئے ہی مستعمل ہے اور صرف فقہ حنفی پر عمل کرنے والے اس خطہ میں سنی و حنفی کہلاتے ہیں، جبکہ حضرات غیر مقلدین خود کو اہل سنت کے بجائے اہل حدیث کہلانا پسند کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ "اہل سنت والجماعت" ہونے کے دعوے دار صرف دیوبندی مکتب فکر کے لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ بریلوی حضرات بھی برصغیر ہندوپاک کے سواد اعظم یعنی فقہ حنفی کے پیروکاروں کی عظیم اکثریت کو دیکھتے ہوئے خود کو "سنی" اور حنفی مسلک کے نمائندے اور اس کے علم بردار ہونے کا زبردست طریقے پر پروپیگنڈہ کرنے کے عادی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام ہوں یا بریلوی مرکز کے فتویٰ نویس، دونوں ہی فقہ حنفی کی مستند اور متداول کتب، جیسے ہدایہ، درمختار، ردالمختار، عالمگیری وغیرہ کے ذریعہ اپنے دلائل کو مستحکم کرنے اور انہیں کو اپنے مراجع اور مصادر قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جس کی بناء پر ایک "غیر جانب دار" ذہن ان دونوں فریقوں کو "ہم مسلک" و ہم رتبہ حنفی گروہ تصور کرنے لگتا ہے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں حالانکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے ان میں سے اول الذکر فریق اپنے عقائد و اعمال کی روشنی میں بلاشبہ دعوے حنفیت میں سچا ہے مگر ثانی الذکر اپنے افکار و عقائد کی روشنی میں فقہ حنفی اور اس کے عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا۔

بریلوی حضرات کے افکار و عقائد اور ان کے سکہ بند اعمال و نظریات کا

محاسبہ جب ہم حنفی مسلک کی مستند کتابوں کی روشنی میں کرتے ہیں تو پہلے ہی مرحلے میں ان کے دعوئے حنفیت اور اہل سنت والجماعت کے بلند بانگ نعروں کی قلعی کھل جاتی ہے اور وہ اپنے تمام تر دعاوی کے علی الرغم، قرآن و سنت کی اتباع کرنے والوں کے بجائے واضح طور پر شریعت اسلامیہ کے حریف اور اس کے مد مقابل دکھائی دیتے ہیں، جن کا مطمح نظر اور نصب العین صرف اور صرف شرک و بدعات کا فروغ اور "فکر شکم" ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔
مشاہیر احناف کے مندرجہ ذیل ارشادات اور فقہ حنفی کے یہ منتخب نمونے ایک ایسا آئینہ عبرت ہیں جن کے اندر بریلوی حضرات کے علاوہ حنفیت اور اہل سنت والجماعت ہونے کے دوسرے ان تمام دعوی داروں کو بھی اپنے خود ساختہ اعمال و عقائد کے خدوخال بآسانی نظر آجائیں گے جو بزعم خود اپنے آپ کو بریلویت سے علیحدہ مداری، شیری، نیازی، فریدی، نظامی یا بدایونی وغیرہ عقائد کے پیروکار کہتے ہیں مگر شرک و بدعات کے مظاہر اور غیر اسلامی اعمال و معتقدات میں وہ بریلوی حضرات کے شانہ بشانہ ہیں۔

آیئے! اب ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ بریلوی معتقدات کی حقیقت کیا ہے اور بریلوی حضرات اور ان ہی جیسے بدعت پسند "سنی" کہلانے والے دیگر گروہ فقہ حنفی کی نگاہ میں اسلام کی حقیقی تعلیمات پر کس حد تک عمل پیرا ہیں اور ان کے اعمال و معتقدات میں شرک و بدعات اور الحاد و زندقہ کا کیا تناسب ہے؟؟

فقہ حنفی کی کتابوں میں دینی مسائل کی توضیح کے سلسلے میں مکروہ کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی اگرچہ ناگوار اور ناپسندیدہ بات کے ہوتے ہیں اور عام طور پر اس کا سادہ سا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ مکروہ شریعت کی نگاہ میں وہ غلط اور ناپسندیدہ کام ہے جو قرآن و سنت کے مزاج کے خلاف ہو اور اس کے کرنے میں گناہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن فقہاء کے نزدیک مکروہ

کا لفظ محض لغوی معنی اور عوامی مفہوم تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ ایک مخصوص فقہی مراد اور متعین معنی رکھتا ہے۔ فقہی کتابوں میں عموماً مکروہ، مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کی اصطلاحیں مسائل کی وضاحت کے لئے جگہ جگہ استعمال ہوئی ہیں۔ فقہ حنفی میں ان اصطلاحات کے جو معنی و مفہوم متعین ہیں ان سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے تاکہ ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو اور مسائل کی نوعیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

ایسا کام جو شریعت اسلامیہ میں ناپسندیدہ ہے اس کو فقہائے احناف مکروہ سے تعبیر کرتے ہیں، پھر مکروہ کی دو قسمیں کرتے ہیں: (۱) مکروہ تحریمی (۲) مکروہ تنزیہی ـــــ ایسا ناپسندیدہ کام جس کا کرنا حرام ہے مکروہ تحریمی ہے یعنی جس طرح حرام سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح اس سے بھی بچنا ضروری ہے، اور جس طرح حرام کے کرنے میں گناہ ہے اسی طرح اس کے کرنے میں بھی گناہ ہے، اور ایسا ناپسندیدہ کام جس کا کرنا خلاف اولیٰ ہے اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں ـــــ اور عام طور پر فقہ حنفی کی کتابوں میں جب مطلق لفظ مکروہ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

اس تشریح اور وضاحت کے بعد ملاحظہ ہو فقہ حنفی کی روشنی میں بریلوی معتقدات اور ان کے اعمال کا ایک بے لاگ جائزہ۔

(۱) قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر عمارت و گنبد کی تعمیر

بریلوی حضرات کے نزدیک قبروں کو پختہ کرنا، خصوصاً اولیاء کرام کی قبور پر پختہ عمارت اور گنبد وغیرہ تعمیر کرنا کار ثواب اور ایک ضروری امر ہے۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی اور مولوی محمد عمر اچھروی وغیرہ کو مزارات اولیاء کی تعمیر میں بہت سی دینی مصلحتیں اور "شرعی فوائد" حاصل ہونے کا "اعتراف" ہے۔

قطع نظر اس کے احادیث صحیحہ میں قبریں پختہ کرنے کی کتنی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی اس فعل کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد امام محمدؒ (المتوفی: ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

ولانری ان یزاد علی ماخرج منه ونکره ان یجصص او یطین الی ان قال ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمد به ناخذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار، امام محمدؒ)(۱)	ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔ اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔ (آگے فرمایا) اس لئے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے قبر کو مربع بنانے سے اور اس کو پختہ کرنے سے منع کیا ہے یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے

فتاوی قاضی خاں میں ہے:

ولایجصص القبر لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه نهی عن التجصیص والتفضیض وعن البناء فوق القبر (۲)	اور قبر کو پختہ نہ بنایا جائے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور چاندی کے پانی سے جڑاؤ کرنے اور قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے

فتاوی سراجیہ میں ہے:

ویکره البناء علی القبور (۳) قبروں پر عمارت بنانا مکروہ تحریمی ہے

علامہ حلبی الحنفیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱) "کتاب الآثار" امام محمدؒ الشیبانی ص ۹۶، ۹۷

(۲) "فتاوی قاضی خاں" امام قاضی خاں الحنفیؒ ص ۹۲

(۳) "فتاوی سراجیہ" امام سراج الدین اودی الحنفیؒ ص ۲۴

ویکرہ تجصیص القبر وتطیینہ قبروں کو پختہ بنانا اور ان کی لپائی کرنا مکروہ
وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ الی ان ہے اور یہی تینوں اماموں کا قول ہے (پھر
قال وعن ابی حنیفۃ انہ یکرہ آگے فرمایا) اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت
ان یبنی علیہ بناء من بیت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کے مانند کوئی
اوقبۃ اونحو ذلک لمامر من اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکورہ
الحدیث آنفا (۱) حدیث اس کی دلیل ہے

علامہ حلبیؒ نے جس حدیث نبوی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جسے صحیح مسلم اور مشکوٰۃ میں روایت کیا گیا ہے:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ (۲) آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

فتاوی عالمگیر میں مذکور ہے۔

ویسنم القبر قدر الشبر ولایربع ولایجصص ویکرہ ان یبنی علی القبر (۳) قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنانا چاہئے اور وہ بھی صرف ایک بالشت۔ اور قبر کو مربع نہ بنایا جائے اور نہ اس کو پختہ کیا جائے اور قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے

ملا علی قاری حنفی حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) "سیری" علامہ حلبی الحنفی ص ۵۹۹
(۲) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲، مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۴۸
(۳) "فتاوی عالمگیری" ج ۱ ص ۱۷۶

وھی ما انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصھا (۱)　بدعت ضلالت وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور ان کو پختہ کرنا

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

اما البناء فلم ارمن اختار جوازہ (۲)　مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے (قبر پر عمارت بنانے کے) جواز کو پسند کیا ہو

علامہ سید محمود آلوسی الحنفی ارشاد فرماتے ہیں:

ثم اجماعا فان اعظم المحرمات واسباب الشرك الصلوٰۃ عندھا واتخاذھا مساجد اوبناء ھا علیہ وتجب المبادرۃ لھدمھا وھدم القباب التی علی القبور اذھی اضر من مسجد الضرار لانھا اُسّسَتْ علی معصیۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم...... وتجب ازالۃ کل قندیل اوسراج علی قبر ولایصح وقفہ ونذرہ(۳)

اس پر اجماع ہے کہ حرام ترین اور اسباب شرک میں سے قبروں کے پاس نماز پڑھنا ہے یا ان پر مسجدیں بنانا یا ان پر عمارتیں تعمیر کرنا ہے ان عمارتوں اور قبوں کو گرا دینا واجب ہے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے زیادہ نقصان دہ ہیں اس لئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ اور واجب ہے کہ قبروں پر جو قندیل یا چراغ ہو اسے بھی ہٹا دیا جائے اور اس کو وقف کرنا اور نذر کرنا بھی ناجائز ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی ۱۲۲۵ھ) جو ماضی قریب کے ممتاز اکابر احناف میں سے ہیں اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ہمعصر ہیں۔ اپنی کتاب

(۱) "مرقات" ملا علی قاریؒ ج ۱ ص ۲۴۶

(۲) "رد المحتار" علامہ ابن عابدین شامی ج ۱ ص ۱۰۱

(۳) "روح المعانی" علامہ سید محمود آلوسی بغدادی ج ۱۵ ص ۲۳۸

"مالابد منہ" میں لکھتے ہیں:

"آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنائی کنند وچراغاں روشن کنند وازیں قبیل ہرچہ می کنند حرام است(۱)	اور یہ جو اولیاء اللہ کی قبروں پر اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے اور کام جو کرتے ہیں وہ سب حرام ہیں

اپنی دوسری کتاب "ارشاد الطالبین" میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

قبور اولیاء بلند کردن وگنبد برآں ساختن وعرس وامثال آں وچراغاں کردن ہمہ بدعت است۔ بعضے ازاں حرام است وبعضے مکروہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر شمع افروزن نزد قبر وسجدہ کنندگان رالعنت گفتہ (۲)	اولیاء کی قبروں کو اونچا کرنا ان پر گنبد بنانا ان کا عرس کرنا، وہاں چراغ جلانا یہ ساری چیزیں بدعت ہیں۔ ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ پیغمبر خدا ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں اور ان پر سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

② قبروں پر چراغ جلانا، پھول یا چادر چڑھانا اور ان کا طوف کرنا

فقہ حنفی کے اکابرین میں سے علامہ سید محمود آلوسیؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے قبروں پر چراغ جلانے کی مذمت میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ قارئین کرام سطور بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو نہ صرف یہ کہ احناف کے ممتاز شیوخ واکابر میں سے ہیں بلکہ وہ بریلوی حضرات کے نزدیک بھی انتہائی قابل اعتماد اور لائق تقلید شخصیت ہیں۔ وہ بھی اپنی کتاب "مدارج

(۱) "مالابد منہ" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ص ۸۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی (۱۳۱۳ھ)

(۲) "ارشاد الطالبین" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ص ۲۰

النبوۃ" میں قبروں پر چراغ جلانے کی مذمت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ در سایہ آں کاری کنند(۱)

قبروں پر چراغ جلانا منع ہے ہاں (کسی زندہ کو) اس کی روشنی میں کام کرنا ہو (تب کوئی حرج نہیں)

شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا وملبوس ساختن قبور وسرود ہا ونواختن معازف بدعات شنیعہ اند وحضور چنیں مجالس ممنوع"(۲)

اور حرام کاموں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعت قبیحہ میں سے ہے اور ایسی محفلوں میں حاضر ہونا منع ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیة (۳)

قبروں پر آگ روشن کرنا جاہلیت کی رسوم میں سے ایک رسم ہے۔

ابوداؤد، مشکوٰۃ اور سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج (۴)

لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کے لئے جاتی ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ "ردالمحتار" میں لکھتے ہیں:

(۱) "مدارج النبوت" شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۲۳۳

(۲) "فتاوی شاہ رفیع الدین" ص ۱۴ بحوالہ "راہ سنت" ص ۱۹۵ محمد سرفراز خاں صفدر

(۳) "فتاوی عالمگیری" ج ۱ ص ۱۷۸

(۴) ابوداؤد شریف، ج ۲ ص ۱۰۵، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۱، نسائی ج ۱ ص ۲۲۲

لی الاحکام عن " الحجة" الاحکام میں "الحجہ" سے نقل کیا گیا ہے کہ

نکرہ الستور علی القبور (۱) قبروں پر چادر ڈالنا مکروہ فعل ہے۔

اور "مکروہ" جیسا کہ آپ نے گذشتہ سطور میں ملاحظہ فرمایا فقہ حنفی کی اصطلاح میں اس فعل کو کہتے ہیں جو قطعی حرام کے قریب ہو۔ علامہ ابوالمکارم کھیؒ (المتوفی ۸۶۰ھ) مکروہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المکروہ التحریم عندالامام (۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ سے حرام مراد ہوتا ہے۔

جہاں تک قبروں پر پھول چڑھانے کا مسئلہ ہے تو اس کا مقصد اور نوعیت صاحب قبر کی اسی طرح توقیر و تعظیم اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جس طرح اہل ہنود اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے "پوجا، ارچنا" کرتے وقت ان کی مورتیوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور اسے ایک ضروری امر تصور کرتے ہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں ایسے تمام کاموں کو بالاجماع باطل اور حرام بتایا گیا ہے جو اولیاء کرام کے تقرب یعنی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں جیسے ان کی قبروں پر تیل شمع نذر کرنا، روپے پیسے دینا یا چادر وغیرہ چڑھانا۔

درمختار باب قبیل الاعتکاف میں ہے

ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام

اور جو کچھ اولیاء اللہ کی قبروں پر روپے پیسے شمع، تیل اور دیگر چیزیں انکے تقرب یعنی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دی جاتی ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں (۳)

(۱) "ردالمحتار" ابن علامہ ابن عابدین شامیؒ ج ۲ ص ۲۲۸

(۲) "ابوالمکارم" امام ابوالمکارم الحنفیؒ ج ۳ ص ۱۵۹

(۳) "ردالمحتار" باب قبیل الاعتکاف ج ۲ ص ۱۲۸

حافظ بدر الدین عینیؒ اپنی کتاب "عمدۃ القاری" شرح بخاری میں لکھتے ہیں

"اسی طرح جو فعل اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا۔ اس کی کوئی اصل نہیں (لیس بشیء) اگر سنت سے کچھ ثابت ہے تو وہ صرف شاخ گاڑنا ہے"(۱)

جو لوگ "حدیث جرید" یعنی قبر پر خرما کی شاخ گاڑنے کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول یا سبزہ ڈالنے کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے اس نظریہ کا بطلان شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب "اشعۃ اللمعات" میں امام خطابیؒ کے حوالے سے اس طرح کرتے ہیں۔

"امام خطابیؒ نے جو ائمہ اور قدوۃ شراح حدیث میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے۔ اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر پھول اور سبزہ ڈالنے سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی اور صدر اول میں نہیں تھی"(۲)

بریلوی حضرات مغالطہ دینے کے لئے ملا علی قاری کی "مرقات" کے حوالہ سے مزاروں پر پھول ڈالنا "سنت" بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ملا علی قاری پر محض الزام تراشی ہے کہ انھوں نے اس فعل مکروہ کو سنت بتایا ہے۔ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مرقات میں اس جگہ ملا علی قاری نے ابن حجر شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے کہ شافعیہ متاخرین قبروں پر پھول ڈالنا سنت سمجھتے ہیں، امام خطابیؒ کے قول کے ذریعہ اس کی تردید اور تغلیط کی ہے ظاہر بات ہے کہ ملا علی قاریؒ اس بات سے لاعلم نہیں ہو سکتے کہ ائمہ احناف نے قبروں پر پھول ڈالنے کے فعل پر سخت نکیر کی ہے۔ علامہ بدر الدین عینیؒ کا بیان سطور گذشتہ میں قارئین نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے جس میں وہ قبروں پر پھول

(۱) "عمدۃ القاری" شرح بخاری علامہ بدر الدین عینیؒ ج ۱ ص ۸۷۹

(۲) اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلویؒ ج ۱ ص ۲۰۰

لنے کو ایک عبث اور بے اصل کام (لیس بشیئ) کہتے ہیں۔ حنفیہ کے ایک بلند پایہ امام حافظ فضل اللہ تورپشتی بھی پھول وغیرہ ڈالنے کے قول کو ایک بے مغز اور بے مقصد قول" بتاتے ہیں جس کا اہل علم کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں۔(۱)

جہاں تک علامہ شامی کی "رد المختار" کے حوالہ سے قبروں پر پھول ڈالنا مستحب ہونے کا دعوی ہے تو اس میں کوئی صداقت نہیں کیونکہ علامہ ابن عابدین شامی نے بعض شوافع کے اس قسم کے فتوی کا رد ہی کیا ہے اور قبر پر کھجور کی شاخ گاڑنے کے فعل کو مستحب بتایا ہے نہ کہ پھول ڈالنے کو۔ لیکن بریلوی حضرات کی فریب دہی اور مغالطہ اندازی کی داد دیجئے کہ کس طرح انہوں نے علامہ شامی کا نام لیکر قبروں پر پھول ڈالنے کے استحباب کا بے بنیاد پروپیگنڈا کر رکھا ہے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

اولیاء کرام کے مزارات کا طواف یعنی ان کی قبروں کے گرد چکر لگانے کا جو طرز عمل بریلوی حضرات اور دوسرے "اہل بدعت" نے اپنا رکھا ہے اس کے بارے میں بھی فقہ حنفی کے احکام ملاحظہ ہوں۔

ملا علی قاری "شرح مناسک" میں ارشاد فرماتے ہیں:

" طواف، کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے اولیاء اور انبیاء کی قبور کے گرد چکر لگانا حرام ہے۔ جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔ خواہ وہ مشائخ وعلماء کی شکل میں ہوں"(۲)

اسی طرح البحر الرائق کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ:

"جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مکان کا طواف کرے اس کے

---

(۱) ملاحظہ ہو۔ "لمعات التنقیح" شیخ عبد الحق محدث دہلوی ج ۲ ص ۴۴

(۲) "الجنۃ لاہل السنۃ" مفتی عبد الغنی صاحب ص ۷ بحوالہ "اختلاف امت اور صراط مستقیم" مولانا محمد یوسف لدھیانوی ص ۷۷

حق میں کفر کا اندیشہ ہے "(۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی "ارشاد الطالبین" میں فرماتے ہیں:

"وگرد قبور گردیدن جائز نیست کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد قال رسول اللہ ﷺ طواف البیت صلوٰۃ یعنی طواف بیت اللہ حکم نماز دارد "(۲)	اور قبروں کے گرد چکر لگانا جائز نہیں کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کا حکم رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "طواف البیت صلوٰۃ" یعنی بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے

(۳) عرس، مزاراتِ اولیاء پر چڑھاوے اور ان کی منتیں ماننا

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں:

لایجوز مایفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عُرسا(۳)	جاہل لوگ اولیاء اور شہیدوں کے مزارات کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا، ان پر چراغ جلانا اور ان کی طرف رخ کر کے سجدے کرنا اور ہر سال میلوں کی طرح ان کی قبروں پر جمع ہونا جس کا نام "عرس" ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی بزرگان دین، اور مشائخ و اولیاء کی قبور پر ہر سال ایک مخصوص دن مقرر کر کے جمع ہونے یعنی "عرس" کرنے

(۱) "الجنۃ لاہل السنۃ" مفتی عبد الغنی صاحب ص ۷ بحوالہ "اختلاف امت اور صراط مستقیم" مولانا محمد یوسف لدھیانوی ص ۷۷

(۲) "ارشاد الطالبین" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ص ۱۸

(۳) "تفسیر مظہری" قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ج ۲ ص ۶۵

کو بڑی بدعتوں میں سے ایک "بدعت" بتایا ہے شاہ صاحب "التفہیمات الالٰہیہ" میں لکھتے ہیں:

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور واتخذوها عیداً(۱)

بڑی بدعتوں میں سے جو لوگوں نے قبور کے بارے میں اختراع کی ہیں ایک یہ ہے کہ انھوں نے قبروں کو میلہ گاہ بنالیا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ سے سوال کیا گیا کہ زیارت قبور کے لئے دن مقرر کرنا، یا بزرگان دین کے "عرس" میں جانا جو ایک معین دن میں ہوتا ہے درست ہے یا نہیں؟ جواب میں شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا:

برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است اصل زیارت جائز و تعیین وقت در سلف نبود، وایں بدعت ازاں قبیل است کہ اصلش جائز است وخصوصیت وقت بدعت، مانند مصافحہ بعد عصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است۔ دروز عرس برائے یاد دہانیدن وقتِ دعا برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آں نیز بدعت است از ہماں قبیل کہ گذشت(۲)

قبروں پر زیارت کے لئے جانے کا دن متعین کرنا بدعت ہے اور اصل زیارت جائز ہے۔ وقت کا تعین سلف صالحین میں نہیں تھا اور یہ بدعت اس طرح کی ہے کہ اس کی اصل تو جائز ہے مگر خصوصیت وقت بدعت ہے اس کی مثال عصر کی نماز کے بعد مصافحہ ہے جس کا ملک توران وغیرہ میں رواج ہے اگر میت کے لئے دعا کی یاد دہانی کے لئے عرس کا دن ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو لازم کرلینا بھی بدعت ہے اس قبیل سے جو ابھی گذرا۔

---

(۱) "التفہیمات الٰہیہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ج ۲ ص ۶۴

(۲) "فتاوی عزیزی" شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی ج ۱ ص ۸۹

شاہ محمد اسحاق صاحبؒ خلیفہ ارشد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"مقرر کردن روز عرس جائز نیست (۱) عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں

شیخ علی المتقی الحنفیؒ جن کی زیر نگرانی اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں "فتاوی عالمگیری" کی تدوین ہوئی وہ رسالہ "رد بدعات" میں لکھتے ہیں۔

الاجتماع لقراءة القرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرة او المسجد او البیت بدعة مذمومة (۲) کسی میت کیلئے قرآن پڑھنے کیلئے تخصیص کے ساتھ مقبرہ پر یا مسجد میں یا کسی گھر میں لوگوں کا جمع ہونا بدعت مذمومہ ہے

جناب احمد رضا خاں صاحب کے ممدوح اور پیش رو مولوی فضل رسول بدایونی بھی اپنی کتاب "تصحیح المسائل" میں عرس، گیارھویں اور یوم عاشورہ کو بدعت بتاتے ہیں۔

"گیارھویں، عرس اور یوم عاشورہ از راہ تعینات و تخصیصات کے بدعت ہے" (۳)

شاہ حمزہ مارہرویؒ جو احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیر سید آل رسول مارہروی کے پیر و مرشد ہیں ان کی وصایا جو شاہ اچھے میاں مارہرویؒ (متوفی ۱۲۳۵ھ) نے مرتب کی تھی اس میں بھی "عرس" بالکل نہ کرنے کی وصیت کی گئی ہے۔ شاہ حمزہ مارہروی فرماتے ہیں:

"و فاتحہ سالینہ ہرگز بتکلف نہ کنند بلکہ نہ نمائند کہ حکم چنیں است بعد بست

---

(۱) "مسائل اربعین" شاہ محمد اسحاق صاحبؒ ص ۳۸

(۲) "رسالہ رد بدعات" شیخ علی المتقی بحوالہ "راہ سنت" محمد سرفراز خاں صفدر ص ۱۷۳

(۳) "تصحیح المسائل" مولوی فضل رسول بدایونی ص ۳۷۳

...یاں روشن خواہد شد حالا مسئلہ اجل و مبرہن و کارے اہم در پیش (۱)

...ور فاتحہ سالانہ (یعنی عرس) تکلفات سے ہرگز نہ کریں بلکہ بالکل نہ کریں
...یعنی اسی طرح ہے بیس سال بعد اس کی برائی روشن ہوئی حالانکہ مسئلہ ظاہر
...ہے اور کام اس سے زیادہ اہم در پیش۔ ہے۔

...عرس میں شرکت کی بنیادی وجہ یہ اعتقاد و یقین ہے کہ صاحب مزار
...بزرگوں کی روحیں اپنے مزارات میں حاضر اور موجود رہتی ہیں اور انہیں ہر
...زائر کی آمد کا علم ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی ہیں اور لوگوں کی فریادرسی
...کرتی ہیں۔ اگر ان کی ارواح کی موجودگی کا عقیدہ نہ ہو تو دور دراز سے سفر
...کر کے لوگوں کا وہاں ان کی قبروں پر جانے اور ان سے دعا کی درخواست یا
...بگڑی بنانے کی التجا کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان اولیاء کرام اور
...بزرگان دین کے بارے میں یہ عقیدہ بریلویت کی جان اور ان کا ایمان ہے۔

...خاں صاحب بریلوی نے اولیاء کی موت کو نہ صرف یہ کہ "مثل خواب" بتایا ہے
بلکہ وہ "بعد وصال زندہ، ان کے تصرفات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری
...اور غلاموں، خادموں محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و استعانت ساری
...ہونے کا فتوی دیا ہے (۲)

احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ امجد علی گھوسوی، بہار شریعت میں اس
...بات کی تلقین کرتے ہیں کہ "اولیاء کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ
...زندہ ہیں ان کے علم و ادراک اور سمع و بصر پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ قوی
...ہے (۳)۔ وغیرہ وغیرہ لیکن فقہ حنفی کے مستند ترین ماخذ "فتاوی بزازیہ" میں
...ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے اسے بھی ملاحظہ فرمالیں:

(۱) "انور العارفین" "وصایا شیخ حمزہ" ہروی ص ۴۶۹
(۲) "فتاوی رضویہ" احمد رضا خاں بریلوی ج ۴ ص ۲۳
(۳) "بہار شریعت" امجد علی گھوسوی ج ۱ ص ۵۸

"قال علماء نا من قال ارواح المشایخ حاضرة تعلم یکفر (۱)
ہمارے علماء احناف نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

جو لوگ مشائخ اولیاء کے مزارات پر جا کر ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں ان کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یہ فتویٰ دیتے ہیں

"جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود غازیؒ کی قبر پر جاتے ہیں یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں کیا فرق ہے؟ جو لوگ لات وعزی سے حاجتیں طلب کرتے تھے ان کا فعل ان لوگوں کے فعل سے آخر کس طرح مختلف تھا؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم ان کے برعکس ان لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر کہنے سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ خاص ان کے معاملہ میں شارع کی نص موجود نہیں ہے۔ مگر اصولاً ہر شخص جو کسی مردہ کو زندہ ٹھہرا کر اس سے حاجتیں طلب کرتا ہے اس کا دل گناہ میں مبتلا ہے"(۲)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ بزرگوں کی منت ماننے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر ماننے والوں کے لئے یہ فتویٰ دیتے ہیں

"منت بزرگان و نذر غیر اللہ مانند گلگلہائے شیخ سدو وسہ منی بو علی قلندر وغیرہ قریب حرام است(۳)
بزرگوں کی منت ماننا اور اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر ماننا جیسے شیخ سدو کے گل گلے (ختم میں) دیں گے یا حضرت بو علی قلندر کی سہ منی دیں گے اس قسم کی سب نذریں حرام کے قریب ہیں۔

(۱)"فتاوی بزازی" برحاشیہ عالمگیری ج ۶ ص ۳۲۶
(۲)"التفہیمات الٰہیہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ج ۲ ص ۴۵
(۳)"فتاوی عزیزی" شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۹۲

منت ماننا اور نذر و نیاز عبادت ہے۔ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ یعنی اولیاء کرام وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں وہ گویا اس طرح ان بزرگوں کی عبادت کا عمل انجام دیتے ہیں جو یقینی طور پر شرک ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "در مختار" میں ہے

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام

واضح رہے کہ اکثر عوام کی طرف سے مردوں کے نام سے جو نذر مانی جاتی ہے اور اولیاء کرام کی قبروں پر جو روپے پیسے شمع تیل وغیرہ ان کے تقرب یعنی خوشنودی کے لئے دئے جاتے ہیں وہ سب بالاجماع باطل اور حرام ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی "در مختار" کی شرح "رد المحتار" میں اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایسی نذر کے باطل اور حرام ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ نذر مخلوق کے لئے ہے اور مخلوق کی نذر یا منت جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ جس کے نام کی منت مانی گئی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا مردہ شخص بھی تکوینی امور میں تصرف رکھتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ کفر ہے(۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

عبادت غیر خدا جائز نیست و نہ مدد خواستن از غیر خدا ...... پس نذر کردن برائے اولیاء جائز نیست کہ نذر عبادت است (۲)

عبادت غیر خدا کے لئے جائز نہیں اور نہ غیر خدا سے مدد مانگنا جائز ہے پس اولیاء اللہ کے نام کی نذر ماننا ہی جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے۔

(۱) "رد المحتار" ابن عابدین شامی ج ۲ ص ۱۲۸

(۲) "ارشاد الطالبین" قاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۱۸

(۴) میت کے گھر کھانا، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ

علامہ ابن عابدین شامیؒ "فتح القدیر" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ویکرہ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة روی الامام احمد و ابن ماجه باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة	اور اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت دینا مکروہ ہے کیونکہ دعوت تو خوشی کے موقع کے لئے مشروع ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔ لہٰذا یہ قبیح بدعت ہے امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ہم میت کے گھر جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نوحہ میں شمار کرتے تھے۔(۱)

علامہ شامی طعام میت کے سلسلے میں مروجہ تیجہ، دسویں اور چالیسویں وغیرہ کی مذمت کرتے ہوئے "فتاوی بزازیہ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد، اور قبروں پر کھانا لے جانا تہوار کے موقع پر، اور قرآن کی تلاوت کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا اور ختم قرآن کے لئے یا سورہ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لئے بزرگوں اور قاریوں کو جمع کرنا"(۲)

اس ضمن میں آگے چل کر علامہ شامی لکھتے ہیں:

"ہمارے اور شافعیہ کے مذہب میں یہ افعال مکروہ (تحریمی) ہیں خصوصاً جبکہ وارثوں میں نابالغ یا غیر حاضر لوگ بھی ہوں۔ قطع نظر اس کے جو بہت سے منکرات اس موقع پر کئے جاتے ہیں مثلاً بہت سی

(۱) "ردالمحتار" علامہ ابن عابدین شامیؒ ج ۲ ص ۲۴۰
(۲) "ردالمحتار" علامہ ابن عابدین شامیؒ ج ۲ ص ۲۴۱

شمعیں اور قندیلیں جلانا (چراغاں کرنا) ڈھول بجانا خوش الحانی سے نظمیں پڑھنا، عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا جمع ہونا۔ ختم اور قرأت قرآن کی اجرت لینا وغیر ذالک جن کا ان زمانوں میں مشاہدہ ہو تا رہتا ہے اور ایسی چیز کے حرام اور باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں (۱)

ملا علی قاری الحنفیؒ اپنی کتاب "مرقات" میں لکھتے ہیں:

اور اصحاب مذهبنا انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع (۲)	ہمارے مذہب (حنفی) کے حضرات فقہائے کرام نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔

امام قاضی خاں لکھتے ہیں:

ویکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها ما کان للسرور	یعنی مصیبت کے دنوں میں دعوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ جو کام خوشی کے وقت ہو وہ غمی کے وقت مناسب نہیں (۳)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں

ویکره اتخاذ الضیافة فی هذه الایام وکذا اکلها کما فی خیرة الفتاوی (۴)	ان دنوں میں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور کھانا مکروہ ہے جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں مذکور ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "شرح سفر السعادت" میں لکھتے ہیں:

---

(۱) "ردالمحتار" علامہ ابن عابدین شامیؒ ج ۲ ص ۲۴۱
(۲) "مرقات" ملا علی قاریؒ ج ۵ ص ۴۸۲
(۳) "فتاوی قاضی خاں" علامہ قاضی خاںؒ ج ۴ ص ۴۸۱
(۴) "جامع الرموز" علامہ قہستانیؒ ج ۳ ص ۴۴۳

عادت نبویؐ نہ بود کہ برائے میت درغیر وقت نماز جمع شوند، قرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور نہ غیر آں واین مجموعہ بدعت است ومکروہ نعم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام۔(۱)

میت کے لئے نماز جنازہ کے وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں جمع ہونا رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل نہ تھا۔ نہ قرآن خوانی اور ختم پڑھنے کے لئے اور نہ قبر میت پر اور نہ کہیں اور جمع ہوں۔ یہ ساری چیزیں بدعت ہیں اور مکروہ عمل ہے ہاں اہل میت کی تعزیت کرنا اور ان کو تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا مستحب اور سنت ہے لیکن یہ تیسرے دن جمع ہونا اور دیگر تقریبات اور میت کا مال جو یتیموں کا حق بن چکا ہے بغیر وصیت کے خرچ کرنا بدعت وحرام ہے۔

فتاوی عالمگیری میں تیجہ یعنی تیسرے دن کی دعوت کے بارے میں یہ فتوی ملتا ہے۔

"تیسرے دن کی دعوت کرنا جائز نہیں"(۲)

عین الہدایہ میں "میت کے دفن" کے بیان کے تحت تحریر ہے

"میت کے وارثوں کا کھانا پکوا کر جمع ہونے والوں کو کھلانا مکروہ تحریمی ہے"(۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم، بستم ششماہی وبرسینی ہیچ نہ کنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ اند

(۱) شرح سفر السعادت "شیخ عبد الحق محدث دہلوی ص ۲۷۳

(۲) "فتاوی عالمگیری" ج ۱ ص ۲۳۵

(۳) "عین الہدایہ" ج ۱ ص ۷۳۲

حرام ساختہ اند"(۱)

میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں جیسے دسواں، بیسواں، اور برسی کچھ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کو جائز نہیں رکھا بلکہ حرام قرار دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

سیوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ	تیجہ، چالیسواں، چھ ماہی اور برسی کی فاتحہ یہ
سالینہ وایں را در عرب اول وجود نہ	سب باتیں عرب میں قرون اولی میں نہ
بود، مصلحت آنست کہ غیر	تھیں سو میت کے وارثوں سے تین دن
تعزیت وارثان میت را تا سہ روز،	تعزیت کرنے اور انہیں ایک دن کھانا
اطعام ایشاں یک شبانہ روز رسمے	پہونچانے کے سوا کوئی اور رسم نہ ہونی
نباشد(۲)	چاہئے۔

ملا علی القاری اپنی کتاب "مرقات" میں اہل بدعت پر نکیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فکیف من اصر علی بدعة	پھر کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو بدعت
او منکر هذا محل تذکر	اور منکرات پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں
اللذین یصرون علی	کے لئے نصیحت حاصل کرنے کا مقام ہے
الاجتماع فی الیوم الثالث	جو میت کے بعد تیسرے دن مجتمع ہوتے ہیں
للمیت ویرونه ارجح من	اور اس اجتماع کو نماز کی جماعت میں حاضری
الحضور للجماعة (۲)	سے بھی مقدم سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالسمیع رام پوری، جو نہ صرف جناب احمد رضا خاں صاحب

(۱) "مالابد منہ" قاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۱۶۰
(۲) "التفہیمات الٰہیہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ج ۲ ص ۲۴۷ وصیت نامہ ص ۱۳
(۲) "مرقات علی المشکوٰۃ" ملا علی القاری ج ۲ ص ۳۵۳

کے پیش رو اور ہم مشرب ہیں بلکہ "انوار ساطعہ" جیسی متنازع کتاب کے مصنف بھی ہیں۔ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری نے "براہین قاطعہ" ان کی اسی کتاب کی رد میں لکھی تھی۔ یہی مولوی عبدالسمیع رام پوری رسومات میت: تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کے بارے میں امام نووی کی "شرح منہاج" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

الاجتماع على مقبرة فى اليوم الثالث وتقسيم الورد والعود والطعام فى الايام المخصوصة كالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرين والاربعين والشهر السادس والسنة بدعة ممنوعة	قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور گلاب اور اگر تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر روٹی کھلانا، مثلاً تیجہ، پانچواں، نواں، دسواں بیسواں اور چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ اور سال کے بعد یہ سب امور بدعت ممنوعہ ہیں(۱)

بہر کیف! تیجہ، دسواں چالیسواں وغیرہ پر فقہ حنفی کی سخت نکیر اور گرفت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام طور پر کسی کی موت پر تیسرے دن جب رسوم "سوئم" کی غرض سے کھانے پکوا کر ان تمام لوازمات پر "فاتحہ" دلانے کی تقریب منعقد کی جاتی ہے تو اس میں فقراء ومساکین تو خال خال ہوتے ہیں زیادہ تر تعداد عزیزواقارب، دوست واحباب وغیرہ کی ہوتی ہے اور وہ سارا کھانا ان "غیر مستحق" "تعزیت کنندگان کے پیٹ میں پہونچ جاتا ہے۔ یہ کھانا جو میت کے لواحقین تیار کراتے ہیں وہ عموماً میت کے متروکہ مال میں سے ہی ہوتا ہے اور ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ میت کے وارثوں میں نابالغ افراد اور "یتیم بچے" بالکل نہ ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ چالیس دن سے قبل میت کا ترکہ تقسیم ہونے کا رواج بھی بلاد ہندوپاک میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا تقسیم وراثت

(۱) "الانوار الساطعہ" مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری ص ۱۰۵

غرض میت کی میراث میں سے جو بھی صرف اور خرچ کیا جاتا ہے اس میں بالغ وارثوں کی اجازت اور رضا تو عموماً ہوتی ہے مگر نابالغ اور "یتیم بچوں" کا مال بھی ان تیجہ اور دسواں وغیرہ کی رسومات میں صرف ہوتا ہے جس کو کھانا قرآن کی رو سے قطعی حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا (النساء : آیت ۱۰)	جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں اور عنقریب انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

جہاں تک ان "یتیم بچوں" کی رضامندی کا سوال ہے تو شریعت نے بالغ ہونے سے پہلے ان کی رضا یا وصیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

لا تجوز وصیۃ الصبی اذا لم یکن مراھقاً عندنا (۱)	نابالغ بچے کی وصیت ہمارے نزدیک جائز نہیں جبکہ مراہق نہ ہو۔

اسی طرح سراجیہ میں لکھا ہے:

وصیۃ الصبی باطلۃ (۲)	نابالغ کی وصیت باطل ہے

یتیم بچوں کے بالغ ہونے تک ان کے مال کے نگراں اور ضامن ان کے وہ ولی ہیں جو باپ کے مرنے کے بعد ان کے سرپرست گنے جاتے ہیں جیسے چچا اور بھائی وغیرہ۔ اور ان اولیاء کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ نابالغ اور یتیم بچوں کے مال میں ذرا بھی تصرف کر سکیں۔ لہٰذا جو لوگ تیجہ، دسویں اور چالیسویں کی رسم میں شریک ہوتے ہیں اور ان تقریبات میں تیار شدہ کھانا کھاتے ہیں وہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اپنے پیٹ میں آگ کے

(۱) فتاویٰ قاضی خاں امام قاضی خاں الحنفی ج ۴ ص ۸۴۷

(۲) سراجیہ ص ۱۴۷

انگارے بھرتے ہیں اور قیامت کے روز ان کو بلا شبہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

کیا اس کھلی قرآنی وعید کے بعد بھی ان رسوم میت، تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کے انعقاد کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

۵ ایصال ثواب اور مروجہ فاتحہ

اہل سنت والجماعت کے نزدیک میت کے لئے دعا و استغفار کرنا، صدقہ وخیرات دینا، بلا اجرت کے قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اسی طرح نفلی حج یا قربانی وغیرہ کا ثواب بھی میت کو پہونچانا جائز اور صحیح ہے، لیکن ایصال ثواب کے لئے شریعت نے دنوں اور تاریخوں کی تعیین اور تخصیص کو جائز نہیں رکھا ہے۔ لہٰذا ایصال ثواب کے لئے اپنی طرف سے کوئی دن یا وقت مقرر کرلینا یا کوئی تاریخ مخصوص کرلینا بدعت ہے۔

فاتحہ مروجہ کے جواز کے لئے بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب نے "اوز جندی" نامی کتاب فقہ حنفی کے امام ملا علی قاریؒ کی بتاتے ہوئے اس کے حوالہ کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ "جب آنحضرت ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو تیسرے دن حضرت ابوذرؓ نے کھجوریں، دودھ اور جو کی روٹی آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھی اور آپ نے ان پر سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ پڑھ کر دعا فرمائی اور حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کردو اور فرمایا کہ ان اشیاء کا ثواب میرے لخت جگر ابراہیم کو پہنچے"

اس روایت سے بریلوی حضرات ایک طرف تو "تیجہ" کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور دوسرے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک نہ تو کتاب "اوز جندی" ملا علی قاری کی تصنیف ہے اور نہ یہ روایت درست اور معتبر ہے بلکہ حنفی بزرگوں نے یہ روایت قطعی جعلی،

موضوع یعنی گھڑی ہوئی اور باطل بتائی ہے۔ ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ کا یہ اقتباس

"کتاب اوزجندی از تصانیف ملا علی قاری است ونہ روایت مذکور صحیح معتبر است بلکہ موضوع وباطل، بر آن اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے از ہیچو روایت یافتہ نمی شود"(۱)	نہ تو کتاب "اوزجندی" ملا علی قاری کی تصنیفات میں سے ہے اور نہ یہ روایت صحیح اور معتبر ہے بلکہ یہ موضوع اور باطل روایت ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا حدیث کی کسی کتاب میں اس روایت کا نشان بھی موجود نہیں ہے۔

جب یہ روایت "صحاح ستہ" یا دیگر کتب حدیث میں کہیں نہیں ملتی تو اس بے بنیاد اور جعلی روایت کو اپنی فکر و عمل کا محور بنالینا کس حد تک درست ہوگا؟ محض لفظ "حدیث" کہہ دینے سے کوئی روایت حدیث نبوی نہیں بن جاتی جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی معتبر سند نہ ہو اور محدثین کرامؒ نے اس کی تصدیق نہ کردی ہو۔ اسی طرح جمعرات کے دن صدقہ خیرات اور ایصال ثواب کرنے کی جو جعلی روایت بریلوی حضرات "خزینۃ الروایات" جیسی غیر معتبر اور "سڑک چھاپ" کتاب کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں وہ بھی قطعی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے اس میں بھی شریعت کے خلاف ایصال ثواب کے لئے دن اور وقت کی تخصیص اور تعیین موجود ہے۔

بریلوی حضرات اور ان جیسے دیگر "اہل سنت والجماعہ" کہلانے کے دعوی داروں میں ایصال ثواب کے لئے "فاتحہ" کا جو طریقہ رائج ہے اس کے مطابق لوگ اعلان کے ساتھ باقاعدہ طور پر "فاتحہ" کے لئے جمع کئے جاتے ہیں پھر مجمع میں کھانا سامنے رکھ کر بہت سے افراد باری باری اس پر سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورہ الکافرون وغیرہ پڑھتے ہیں اور پھر اس کا ثواب میت کو بخشتے ہیں اگر فاتحہ پڑھنے والے کئی افراد وقت پر نہ مل سکیں تو بدرجہ مجبوری فرد واحد

(۱) "مجموعہ فتاویٰ" مرتبہ مولانا عبدالحی لکھنوی ج ۲ ص ۴۷

بھی اسی طریقے پر کھانا سامنے رکھ کر اس پر سورہ فاتحہ اور الکافرون سے آخر قرآن تک پڑھتا ہے آیئے دیکھیں فقہ حنفی اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "فتاوی عالمگیری" میں "محیط" کے حوالہ سے تحریر ہے:

"قراء ة الكافرون الى الآخر مع الجمع مكروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين"(۱)	سورہ الکافرون سے آخر قرآن تک جمع ہو کر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہیں۔

فتاوی سمرقندیہ میں ہے:

قراء ة الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة(۲)	سورہ فاتحہ اور اخلاص اور کافروں کا کھانے پر پڑھنا بدعت ہے۔

اس کے علاوہ خود احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فاتحہ کے لئے کھانے کا سامنے رکھنا ایک بیکار بات ہے مگر اس کے باوجود وہ حصول ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔

ملاحظہ ہو، "الحجۃ الفائحہ" میں خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں"(۳)

ایصال ثواب کے لئے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے کی "رسم" کے بارے میں خاں صاحب بریلوی کے متبعین میں سے ایک اہم شخصیت مولوی محمد صالح صاحب لکھتے ہیں:

---

(۱) "فتاوی عالمگیری" ج ۱ ص ۲۱۷

(۲) "فتاوی سمرقندی" بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ" ص ۱۵۵

(۳) "الحجۃ الفائحہ" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۱۶

"یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں"(۱)

قابل غور بات یہ ہے کہ جب فقہائے احناف کی تصریح کے مطابق کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنے کا ثبوت، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہیں ملتا اور یہ فعل بدعت ہے۔ اور بقول بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے ایک "بے کار بات" ہے تو پھر اس فعل عبث پر اصرار کیوں؟ جبکہ شرعی اصول کے مطابق فعل عبث یعنی "بیکار کام" حرام ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ "فتاویٰ عزیزی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہر چیز کہ بر آں ترغیب صاحب شرع و تعیین وقت نباشد آں فعل عبث است و مخالف سنت خیر الانام و مخالف سنت حرام پس ہرگز روا نہ باشد"(۲)	ہر وہ چیز جس پر صاحب شرع ﷺ کی ہدایت موجود نہ ہو اور نہ آپ نے اس کے وقت کا تعیین فرمایا ہو تو وہ "بیکار کام" ہے اور خیر الانام کی سنت کے خلاف ہے۔ اور خلاف سنت کام حرام ہے لہٰذا ہرگز جائز نہیں

اس کے علاوہ سوچنے کے بات یہ بھی ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر "فاتحہ" کے نام سے قرآن کی سورتیں پڑھنے کی رسم بقول بریلوی مولوی محمد صالح کے صرف ہندوستان میں رائج ہے اور اس کے علاوہ کسی اور مسلم ملک میں اس کا وجود نہیں ملتا۔ ایسا کیوں ہے؟ اور اس رسم "فاتحہ" کو اشد ضروری سمجھنا اور "اہل سنت کی پہچان" قرار دینا اور ایسا نہ کرنے والوں کو "وہابی" قرار دے کر مطعون کرنا آخر کس ذہنیت کی غمازی کرتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر قرآن کی آیتیں پڑھنے کی یہ رسم "فاتحہ" شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ ہندوؤں کی رسم "سرادھ" کا ایک چربہ ہے، اس کی نقل ہے، ہندو میت کے "نروان" کے لئے کھانا سامنے رکھ کر اس پر وید

(۱) "تحفۃ الاحباب" مولوی محمد صالح ص ۱۲۲
(۲) "فتاویٰ عزیزی" شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۹۸

کے اشلوک پڑھتے ہیں، مسلمانوں نے ان کی اس رسم کی تقلید کرتے ہوئے وید کے بجائے قرآن مجید کی سورتیں پڑھنے کا دستور بنایا۔ وہاں یہ کام پنڈت کرتے ہیں اور یہاں "حافظ جی" اور "میاں جی" یہ کاروائی انجام دیتے ہیں۔

"مشہور نو مسلم عالم دین (جو پہلے پنڈت تھے) مولانا عبید اللہ صاحبؒ اپنی کتاب "تحفۃ الہند" میں اہل ہنود کے نزدیک حقوق میت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "برہمن کے مرنے کے بعد گیارہواں دن، کھتری کے مرنے کے بعد تیرھواں دن اور ویش یعنی بنیہ وغیرہ کے مرنے کے بعد پندرھواں یا سولہواں دن اور شودر یعنی بالاہی وغیرہ کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ازاں جملہ ایک چھ ماہی کا دن ہے یعنی مرنے کے بعد چھ مہینے ازاں جملہ برسی کا دن ہے اور ایک دن گائے کو بھی کھلاتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک دن "سدھ" کا ہے مردے کے مرجانے سے چار برس پیچھے، ازاں جملہ اسوج کے مہینے کے نصف اول میں ہر سال اپنے بزرگوں کو ثواب پہونچاتے ہیں لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا، اس تاریخ میں ثواب پہونچانا ضروری جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام "سرادھ" ہے۔ جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو اول اس پر پنڈت کو بلوا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں "اکھشر من" کہلاتا ہے اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں"(۱)

(۶) نماز جنازہ کے بعد دُعا

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز و اقارب اور دوست احباب

---

(۱) "تحفۃ الہند" مولانا عبید اللہ صاحبؒ ص ۹۱

انفرادی طور پر جس وقت بھی چاہیں تا زیست اس کے لئے دعاء مغفرت کر سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں اور یہ دعا میت کے لئے بہترین تحفہ اور "حسن سلوک" ہے۔ قرآن و سنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن بصورت اجتماع لوگوں کا میت کے لئے دعا کرنے کا ثبوت صرف نماز جنازہ کی صورت میں ملتا ہے۔ بریلوی حضرات عام طور پر نماز جنازہ ختم ہوتے ہی اسی جگہ کھڑے ہو کر اجتماعی طور پر میت کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں جس کا کوئی ثبوت احادیث نبوی ﷺ، تعامل صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ یا ائمہ اربعہؒ سے نہیں ملتا فقہاء احناف نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہے اور اسے مکروہ بتایا ہے۔

فقہ حنفی کے امام ملا علی القاری "مرقات شرح مشکوٰۃ" میں لکھتے ہیں:

ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ (۱)

نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے

علامہ ابن نجیمؒ جو فقہ حنفی کے "ابو حنیفہؒ ثانی" کہے جاتے ہیں فرماتے ہیں:

ولا یدعو بعد التسلیم (۲)

سلام پھیر لینے کے بعد دعا نہ کرے

فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتاب "محیط" میں امام ابو بکر بن حامد الحنفیؒ (معاصر ابو الحفص الکبیرؒ المتوفی: ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

ان الدّعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ (۳)

بلاشبہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ فعل ہے

امام حافظ الدین محمد بن شہاب الدین کردری الحنفیؒ (المتوفی ۸۲۷ھ)

---

(۱) "مرقات شرح مشکوٰۃ" ملا علی قاریؒ ج ۲ ص ۱۹،

(۲) "بحر الرائق" علامہ ابن نجیم الحنفیؒ ج ۲ ص ۱۸۳

(۳) "محیط" (باب الجنائز) بحوالہ دلائل الخیرات ص ۱۰۹

فرماتے ہیں:

لایقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لانه دعا مرة(۱) — نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعا کرلی ہے (نماز جنازہ کے اندر)

امام شمس الائمہ حلوائی الحنفیؒ (التوفی: ۴۵۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

لایقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة(۲) — نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کوئی آدمی نہ ٹھہرے

علامہ سراج الدین اودی الحنفیؒ (التوفی: ۷۰۰ھ) لکھتے ہیں:

اذا فرغ من الصلوة لایقوم بالدعاء (۳) — جب نماز جنازہ سے فارغ ہوجائے تو دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی الحنفیؒ (التوفی ۹۲۶ھ) لکھتے ہیں:

ولایقول داعیا له(۴) — اور میت کے حق میں دعا کے لئے نہ ٹھہرے

اس کے علاوہ متعدد فقہائے احناف نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو مکروہ بتایا ہے۔ مثلاً دیکھئے "المدخل" ج ۳ ص ۲۲ لابن امیر الحاج "فتاوی سعدیہ" ص ۱۳۰ مفتی سعد اللہ الحنفیؒ مجموعہ خانی ص ۳۴۹ اور "نفع المفتی والسائل" ص ۶۱ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ وغیرہ کتب فقہ۔

⑦ جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا

بریلوی حضرات جنازہ کے ساتھ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ

---

(۱) "فتاوی بزازیہ" ج ۱ ص ۲۸۳

(۲) "قنیہ" ج ۱ ص ۵۶

(۳) "فتاوی سراجیہ" علامہ سراج الدین اودی الحنفی ص ۲۳ (مطبوعہ نول کشور پریس)

(۴) "جامع الرموز" امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی ج ۱ ص ۱۲۵

ول لاالہ الااللہ جنازہ کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس فعل کو یہ
ول سنت بتاتے ہیں۔ لیکن فقہ حنفی کے سرکردہ امام و فقہاء اس بارے میں
یا کہتے ہیں اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن (۱)

جولوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن وغیرھما فی الجنازة والکراھة فیھا کراھة تحریم (۲)

اور مناسب ہے کہ جولوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے

امام محمدؒ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون الصوت عند ثلاث لجنائز والقتال والذکر (۳)

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرامؓ تین موقع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ جنازہ کے ساتھ، لڑائی اور ذکر کے وقت۔

---

(۱) "فتاوی عالمگیری" ج ۱ ص ۱۷۲ (مطبوعہ مصر)

(۲) "بحر الرائق" علامہ ابن نجیمؒ ج ۲ ص ۱۹۹ (مصر)

(۳) السیر الکبیر للامام محمد مع شرح السرخسی ج ۱ ص ۸۹

⑧ قبر پر اذان

میت کو دفن کرنے کے فوراً بعد اس کی قبر پر اذان دینے کی "بدعت" بھی بریلویت کا شعار اور اس کی پہچان بن گئی ہے۔ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے قبر پر اذان کے جواز میں ایک رسالہ " ایذان الاجر" کے نام سے لکھا تھا، جس میں خاں صاحب بریلوی نے پندرہ خود ساختہ دلیلیں قائم کی ہیں جو خود ان کے بقول "چند ساعات میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں" (ایذان الاجر ص ۱۴) مگر ان میں سے ایک دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر قبر پر اذان دینے کا مسئلہ ثابت کیا جاسکے۔ ان دلائل میں سے کسی میں اذان کی فضیلت کا ذکر ہے تو کسی میں دعا اور ذکر کی فضیلت کی احادیث بیان کی گئی ہیں اسی طرح کوئی دلیل میت کے سوال وجوابات کے وقت منکر نکیر کے سامنے ثابت قدم رہنے سے متعلق ہے اور کسی میں تخفیف عذاب سے متعلق احادیث کا تذکرہ ہے۔ علی ہذا القیاس استعاذہ من الشیطان کی دعا اور تلقین لا الہ الا اللہ کی احادیث کو بھی خاں صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں یہاں لا کر فٹ کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ خاں صاحب بریلوی نے دلیل اول میں لکھا ہے کہ "جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے" اس کی تائید میں انہوں نے مشہور صوفی بزرگ حکیم ترمذی ـــــ جس کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی ہے ان کی بے سند روایت پیش کی ہے یا پھر نوادر الاصول کی وہ روایت سامنے لائے ہیں جو محمد بن علیؒ نے مشہور تابعی حضرت سفیان ثوریؒ کے حوالہ سے لکھی ہے مگر اس کی بھی سند ندارد۔ اسے خاں صاحب بریلوی کی "قلت تدبر" کہیں، یا خالص "مجددانہ مغالطہ" کہ وہ اس شرعی اصول کو بھی فراموش کر بیٹھے کہ اغوائے شیطانی کا خطرہ انسان

موت سے قبل ہی تک رہتا ہے۔ جان نکل جانے کے بعد عالم برزخ کی زندگی شروع ہو جاتی ہے جس میں شیطان کا عمل دخل اور بہکانے کی کوششوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بعض ضعیف احادیث کے مطابق بعض صحابہ کرامؓ سے دفن کے بعد کی دعاؤں میں اللّٰھم اجرھا من الشیطان اور اللّٰھم اعذہ من الشیطان اور اس قسم کے دیگر الفاظ وارد ہوئے ہیں تب بھی ان الفاظ ہی کے پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ ان کے بجائے اذان پڑھنے کا کیونکہ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں شیطان کا دخل احادیث صحیحہ سے معلوم ہے مگر ان مقامات پر بریلوی حضرات تو کیا ان کے "اعلیٰ حضرت" بھی اذان پڑھنا گوارہ نہ کریں گے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں یہ فرمان رسول ﷺ ملتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے چلے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔

بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنّب الشیطان ما رزقتنا(۱)	اللہ کے نام سے۔ اے اللہ مجھے شیطان سے بچا اور اس اولاد کو بھی جو تو ہمیں دے شیطان سے دور رکھ۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مشہور تابعی مجاہدؒ سے اس کی شرح میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

ان الذی یجامع ولا یسمی یلتف الشیطان علی احلیلہ (۲)	جو شخص ہمبستری کے وقت یہ دعا نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے آلۂ تناسل سے لپٹ جاتا ہے (اور ساتھ میں شریک ہو جاتا ہے)

(۱) "صحیح بخاری" محمد بن اسماعیل بخاریؒ ج ۲ ص ۹۴۵
(۲) "فتح الباری" علامہ ابن حجر عسقلانیؒ ج ۲ ص ۹۲

ایسے نازک مقام پر شیطان کو بھگانے کے لئے "اذان" والے شاندار فارمولے پر عمل بریلوی حضرات فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اسی طرح ابو داؤد اور مشکوٰۃ کی روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قضائے حاجت یعنی پیشاب یا پاخانہ کرنے کی جگہوں پر شیاطین موجود رہتے ہیں لہٰذا جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھُم انی اعوذ بك مِنَ الخبث و الخبائث	اے اللہ! مجھے شیاطین خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث ان سب سے محفوظ رکھ

تو کیا قبر پر اذان دینے کے مدعی بریلوی حضرات شیطان کو بھگانے کے لئے پاخانوں میں بھی اذان کو ضروری اور مستحب کہیں گے؟؟

خاں صاحب بریلوی اور ان کے متبعین کے دعاوی کے علی الرغم لیجئے ملاحظہ کیجئے۔ فقہ حنفی کے زعماء کے خیالات و فتاوے اذان قبر کے ضمن میں:

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وفی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو معتاد الآن وقد صرح ابن حجرؒ فی فتاواه بانه بدعة (۱)	اور دعاء ماثورہ (یعنی بسم اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ ﷺ) پر انحصار کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل عادت ہو گئی ہے قطعی مسنون نہیں اور امام ابن حجرؒ نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح کی ہے کہ قبر پر اذان بدعت ہے۔

امام ابن ہمام الحنفیؒ "فتح القدیر" میں لکھتے ہیں:

(۱) "رد المختار" علامہ ابن عابدین شامی ج ۱ ص ۶۵۹

ويكره عند القبر كل مالم	اور قبر کے پاس ہر وہ چیز مکروہ ہے جو سنت
يعهد من السنة والمعهود	سے ثابت نہ ہو اور سنت سے ثابت فقط
منها ليس الا زيارتها والدعاء	قبروں کی زیارت ہے اور ان کے پاس
عندها كما كان يفعل رسول	کھڑے ہو کر دعا کرنا جس طرح جناب
الله صلى الله عليه وسلم في	رسول اللہ ﷺ جنت البقیع میں جا کر
الخروج الى البقيع يقول	کیا کرتے تھے اور وہاں فرمایا کرتے تھے
السلام عليكم دار قوم	سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کی بستی میں
مؤمنين وانا ان شاء الله بكم	رہنے والو اور ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ تم
لاحقون اسال الله لي ولكم	سے ملنے والے ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے
العافية(۱)	لئے اللہ سے عافیت مانگتا ہوں۔

اسی طرح " توشیح شرح تنقیح لمحمود البلخی میں قبر پر اذان کو لیس بشیء کہا گیا ہے یعنی یہ بیکار بات اور بے سند عمل ہے اور " درر البحار " میں اسے ان بدعات میں شمار کیا گیا ہے جو بلاد ہند میں رائج ہو گئیں ہیں۔

(۹) نشست تعزیت بعد دفن میت

بریلوی حضرات نے میت کی تدفین کے بعد شرکاء جنازہ کے لئے میت کے گھر اجتماعی طور پر واپسی اور پھر وہاں گھر کے دروازے پر چٹائیوں پر بیٹھ کر یا گلی کوچہ میں کھڑے ہو کر کچھ دیر بطور تعزیت اور دعا استغفار کرنا بھی ایک ضروری امر خیال کر رکھا ہے اور قبرستان سے براہ راست منتشر ہو جانے والوں کو برا سمجھتے ہیں اس ضمن میں بھی فقہ حنفی کے احکام ملاحظہ ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے:

(۱) " فتح القدیر " امام ابن ہمامؒ ج ۲ ص ۲۲ (طبع مصر)

ولاباس لاهل المصیبة ان یجلسوا فی البیت او المسجد ثلاثة ایام والناس یاتونهم ویعزونهم ویکره الجلوس علی باب الدار ومایفعل فی بلاد العجم من فرش البسط والقیام علی قوارع الطریق من اقبح القبائح (۱)	اہل مصیبت کے لئے گھر میں یا مسجد کے اندر تین دن تک لوگوں کی تعزیت کے لئے بیٹھنا کوئی حرج کی بات نہیں۔ وہ آئیں اور تعزیت کرکے چلے جائیں مگر یہ بات مکروہ ہے کہ گھر کے دروازے پر بیٹھیں اور عجم کے شہروں میں جو یہ رواج ہے کہ لوگ چٹائیوں اور دریوں پر بیٹھتے اور راستوں کے درمیان کھڑے ہو جاتے ہیں یہ نہایت بری حرکت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "شرح سفر السعادت" میں لکھتے ہیں:

"ونشستن بردر یا برراہ برائے عزہ مکروہ است۔اشد کراہت از جہت بودن آں عمل جاہلیت (الی ان قال) کہ تعزیت بایں کیفیت کہ الآن متعارف است درایام متعددہ کنند نبود"(۲)	اور تعزیت کے لئے لوگوں کا دروازے پر بیٹھنا یا راستوں پر بیٹھ جانا مکروہ ہے۔ اور نہایت مکروہ ہے کہ یہ جاہلی حرکت ہے ...... تعزیت اس انداز سے کرنا جس طرح آج کل لوگ کرتے ہیں سلف صالحین میں یہ طریقہ رائج نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ نمازہ جنازہ اور دفن میت میں شریک ہوئے ہوں ان کے لئے بعد دفن دوبارہ تعزیت کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کا حق ادا ہو گیا۔ البتہ کوئی بزرگ ہستی یا صاحب اثر شخصیت انفرادی طور پر بعد دفن اہل میت کی تسلی اور صبر کی تلقین کے لئے دوبارہ میت کے گھر لوٹ کر جائے تو وہ اور بات ہے اور اسے اس رسم میں شامل نہیں مانا جائے گا۔ لیکن قبرستان سے یہ اجتماعی واپسی اور پھر گھر کے

(۱)"فتاوی عالمگیری" ج۱ ص ۱۶۷ (طبع مصر)

(۲)شرح سفر السعادت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۲۷۳

دروازے پر بیٹھ کر دوبارہ میت کیلئے دعائے مغفرت کی رسم بہرحال بدعت ہے۔

⑩ اذان میں انگوٹھے چومنا

بریلوی حضرات اذان میں اور اس کے علاوہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سنتے ہیں تو درود شریف پڑھنے کے بجائے اپنے ہاتھوں کی انگشت شہادت یا انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں کو "بدمذہب" اور "وہابی" کہتے ہیں۔

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں یہ لوگ جو دو موضوع روایتیں پیش کرتے ہیں اس میں سے پہلی روایت جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ عمل منسوب کیا گیا ہے۔ اسے مسند فردوس دیلمی کے حوالے سے "تذکرۃ الموضوعات" ص ۳۶ پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے، اسی طرح "الموضوعات الکبیر" ص ۷۵ پر ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں کتابیں خاص طور پر موضوع اور جعلی احادیث کی وضاحت اور پہچان کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اس روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب موذن کے الفاظ اشهد ان محمدًا رّسول الله سنے تو اس وقت آپ نے:

قبل باطن انملتي السباحتين	اپنے کلمے کی انگلیوں کے اندرونی حصہ کو
ومسح عينيه فقال صلى الله	چوما اور آنکھوں سے لگایا، پس رسول اللہ
عليه وسلم من فعل مثل	ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص میرے
فعل خليلي فقد حلت له	اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے
شفاعتي (۱)	میری شفاعت واجب ہو گئی۔

یہ روایت جس کو محدث کبیر علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ الحنفی اور ملا علی القاریؒ اور علامہ سخاویؒ لا یصح یعنی غیر صحیح اور نا قابل اعتبار بتاتے ہیں۔ بریلویوں کے

(۱) "الموضوعات الکبیر" ملا علی القاری ص ۷۵

مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی نے بھی علامہ سخاویؒ کے حوالہ سے اس روایت کو لم یصح کے الفاظ کے ساتھ نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"یہ حدیث پایۂ صحت تک نہ پہونچی" (۱)

ان کے اس واضح اعتراف کے بعد، اس ضمن میں ان کی ساری قیل و قال لایعنی اور محض خانہ پری ہو کر رہ جاتی ہے۔

دوسری موضوع روایت جو انگوٹھے چومنے کے سلسلے میں پیش کی جاتی ہے اس میں حضرت خضر علیہ السلام سے انگشت شہادت کے بجائے انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے اس روایت کے الفاظ ہیں۔

ثم یقبل ابهامیه	پھر اپنے دونوں انگوٹھے چومے

اس روایت کے بارے میں ملا علی قاریؒ اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی لکھتے ہیں

بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه الخ (۲)	اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں اور اس کی سند بھی منقطع ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ انگوٹھے چومنے والی تمام ہی احادیث کو موضوع اور جعلی بتاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی الله علیه وسلم عن المؤذن فی کلمة الشهادة کلّها موضوعات (۳)	وہ تمام حدیثیں جن میں موذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت ﷺ کا نام سنتے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

واضح رہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے سلسلے میں ضعیف

---

(۱) "جاء الحق" مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی ص ۳۷۸

(۲) "تذکرۃ الموضوعات" ص ۳۶ موضوعات کبیر ص ۷۵

(۳) "تیسیر المقال" علامہ جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ عماد الدین ص ۱۲۳ (طبع ۱۹۸۷ء)

احادیث پر عمل کرنے کی اجازت دی گئی ہے مگر موضوع اور جعلی حدیثوں کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا (۱)	جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو بہر حال موضوع حدیث جو بھی ہو اس پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔

مشہور محدث ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں:

وان کان ضعیفا لایدخل فی حیز الموضوع فان احدث شعاراً فی الدین منع منه وان لم یحدث فهو محل نظر (۲)	اور اگر حدیث ضعیف ہو، بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔

جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ "ضعیف حدیث" اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔ اس کے علاوہ کسی ضعیف حدیث پر مبنی عمل کو دین کا شعار اور اس کی علامت ٹھہرالیا جائے تو محدثین کے نزدیک اس پر عمل کرنے سے روکا جائے گا تو پھر انگوٹھے چومنے یا انگشت شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانے کی قطعی موضوع اور جعلی روایات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا اور ان کے موافق عمل نہ کرنے والوں کو مطعون کرنا اور انہیں وہابی ودشمن رسول ﷺ کا خطاب دینا کہاں کا انصاف ہے

چہ دلاور است دزدے کہ بر کف چراغ دارد!

(۱) "القول البدیع" علامہ سخاویؒ ص ۱۹۵، ۱۹۶

(۲) "احکام الاحکام" حافظ ابن دقیقؒ ج ۱ ص ۵۱ بحوالہ المنہاج الواضح ص ۲۴۲

اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے یا انگلیاں چومنے کے عادی ہیں وہ عموماً اپنے اس عمل کو کافی سمجھتے ہیں اور درود پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ درود شریف ترک کرنے والے کے لئے احادیث صحیحہ میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے سب سے بڑا بخیل بتایا ہے ان احادیث نبوی کی ان لوگوں کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور وہ اپنی "بریلویت" کے اظہار اور دنیا کے تمام مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی انفرادیت یا "خارجی ذہنیت" کا مظاہرہ کرنا "سب سے اہم فرض" سمجھتے ہیں۔

فقہائے احناف نے بھی درود کے سلسلے میں کچھ احادیث نبوی کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ مثال کے طور پر غایۃ الاوطار اردو شرح در مختار میں درود کے سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث ملتی ہیں:

"درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر میں ایک بار اور واجب ہے جتنی بار کہ ذکر نام مبارک ہو۔ مذہب صحیح ہے"(۱)

عین الہدایہ میں ہے:

اجماع ہے کہ تمام عمر میں ایک بار درود پڑھنا فرض اور ہر بار جب ذکر ہو تو علی الصحیح واجب ہے"(۲)

نیز یہ کہ:

"نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سنتے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ نہیں پڑھے گا تو قرض ہو گا اس پر"(۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے

---

(۱) "غایۃ الاوطار" اردو شرح در مختار ج ۱ ص ۲۴۲

(۲) "عین الہدایہ" ج ۱ ص ۳۹۹

(۳) "عین الہدایہ" ج ۴ ص ۳۱۷

"اگر سننے والے نے نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سنتے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اس کی گردن پر قرض رہا"(۱)

بہر حال: انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کی روایت کے موضوع ہونے سے قطع نظر یہ بات قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کا نام سن کر انگلیاں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا، درود شریف پڑھنے کی تاکید کی حدیثوں کے پیش نظر کسی صورت میں بھی فرض، سنت یا واجب تو ہو نہیں سکتا اگر آپ سے زیادہ اہمیت دیں گے تو بھی بہت سے بہت مستحب، مستحسن یا مباح کے سوا اور کوئی درجہ نہ دے سکیں گے اور جس مباح کا یہ حال ہو کہ سنت، واجب اور فرض سر عام ترک ہو رہا ہو لیکن اس "مباح" کو چھوڑنا لوگ، سنت واجب اور فرض سے بھی زیادہ برا سمجھتے ہوں تو ایسی صورت میں اس مباح عمل کو فقہائے احناف نے مکروہ تحریمی لکھا ہے:

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"جس مباح کو سنت یا واجب سمجھ لیا جائے وہ مکروہ ہے"(۲)

(۱۱) مصافحہ بعد نماز

ملاقات کے وقت اور سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرنا اسی طرح سنت ثابتہ ہے جس طرح السلام علیکم کہنا۔ اور احادیث صحیحہ کے مطابق جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے باہم مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو الگ ہونے سے پہلے بخش دیتا ہے (رواہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ و مشکوۃ وغیرہ) لیکن بریلوی حضرات نے اس سلسلے میں بھی امت مسلمہ سے ہٹ کر اپنی پہچان

(۱) فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۲۶۲
(۲) فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۱

الگ بنانے کے لئے ایک مخصوص روش اپنائی ہے۔ وہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ضروری اور لازمی قرار دیتے ہیں۔ خاص طور پر یہ لوگ فجر اور عصر کی نماز باجماعت کے بعد پہلے امام سے اور پھر آپس میں باہم مصافحہ کرنے کو دین کا ایک اہم رکن خیال کرتے ہیں۔ انکے نزدیک جو ایسا نہ کرے وہ وہابی، بدمذہب اور قابل گردن زدنی ہے۔ حالانکہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو مکروہ اور رافضیوں یعنی شیعوں کا شعار بتایا گیا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار کی شرح "غایۃ الاوطار" میں بعد نماز مصافحہ کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ:

"مصافحہ ہر نماز کے بعد کرنا مکروہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے۔ اور یہ رافضیوں کی سنت ہے"(۱)

عین الہدایہ میں ہے:

"محیط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو نہیں کیا اور یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔ مصافحہ تتمہ ہے سلام کا۔ لہٰذا بعد نماز فجر یا عصر کے مصافحہ جو شافعیہ میں رائج ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اسے ممنوع لکھا ہے"(۲)

ردالمحتار میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة، وماذالك الالكونهالم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم

(۱) "غایۃ الاوطار" اردو شرح در مختار ج ۱ ص ۳۸۵

(۲) "عین الہدایہ" ج ۴ ص ۲۹۴ (باب الکراہت)

لعوام بانها سنة فيه(۱)

ہمارے بعض علماء نے بلکہ کچھ دوسرے مذاہب کے علماء نے بھی فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کی عادت کو مکروہ ٹھہرایا ہے۔ مصافحہ اپنی اصل میں سنت ہے لیکن اس کا اس خاص موقع پر ماثور ہونا ثابت نہیں اور اسے کسی خاص وقت اور خاص ہیئت میں لازم ٹھہرانے سے خدشہ ہے کہ لوگ اسے سنت سمجھنا شروع کردیں گے۔

(۱۲) بدعت تثویب (اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا)

بریلوی مساجد میں عموماً ہر فرض نماز کی اذان کے بعد، بلند آواز سے اذان کی طرح "صلوٰۃ" پکارنے کا دستور ہے اور اس پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے اور اسے اہل سنت والجماعت کی پہچان بتایا جاتا ہے۔ مگر فقہ حنفی اس طرز عمل کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

لما يفعله المؤذنون الآن عقب الاذان من الاعلان بالصلوة والسلام مرارًا اصلاً سنة والكيفية بدعة لان رفع الصوت فى المسجد ولو بالذكر فيه الكراهة(۲)

سو آج کل جو مؤذن اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پکارتے ہیں۔ اگرچہ صلوٰۃ وسلام اپنی اصل کے اعتبار سے سنت ہے مگر یہ کیفیت (یعنی اذان کے بعد پڑھنا) بدعت ہے۔ کیونکہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا خواہ وہ اللہ کے ذکر کے لئے ہی ہو، مکروہ ہے۔

فقہ حنفی کے امام علامہ ابن نجیمؒ "بحر الرائق" میں لکھتے ہیں:

(۱) ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامیؒ ج ۱ ص ۸۳۷

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ ج ۲ ص ۲، ۱۶۱

انّ علیّاً رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا هذا المبتدع من المسجد (ابو داؤد: ج ۱ ص ۷۹)(۱)	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مؤذن عشاء کے وقت (اذان کے بعد) پھر سے نماز کے لئے بلا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو

علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں سنن دارمی کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

صح عن ابن مسعود رضی الله عنه انه اخرج جماعة من المسجد یهللون ویصلّون علی النبی صلی الله علیه وسلم جهرًا وقال لهم ما اراکم الا مبتدعین (سنن دارمی ص ۳۸)(۲)	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے لوگوں کی ایک جماعت کو مسجد سے نکال دیا۔ یہ لوگ بلند آواز سے وہاں کلمہ طیبہ کا ورد کر رہے تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے۔ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے) فرمایا۔ تم لوگ بدعتی ہو۔

ان صحیح احادیث سے نہ صرف یہ کہ اذان کے بعد "صلوٰۃ پکارنے" کی بدعت کی مذمت ثابت ہوتی ہے بلکہ مساجد کے اندر بلند آواز سے ذکر واذکار کلمہ طیبہ کا ورد، نعت ومنقبت اور اشعار و نظمیں وغیرہ پڑھنا بھی ممنوع اور بدعت قرار پاتا ہے کیونکہ فقہ حنفی کی تصریح کے مطابق مسجد کے اندر اذان کے علاوہ کسی بھی قسم کی آواز بلند کرنا مکروہ یعنی حرام کے قریب ہے۔ اس کے باوجود بریلوی حضرات کا بانگ دہل مساجد میں بلند آواز سے شور شرابا کرنا اور احمد رضا خاں صاحب کی لکھی ہوئی نظموں اور نعتوں کا غلغلہ بلند کرنا، اذان کے بعد پابندی سے صلوٰۃ پکارنا اور نماز کے بعد زور زور سے خاں صاحب بریلوی کی لکھی ہوئی نظم "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنا وغیرہ اگر صریح

(۱) البحر الرائق "علامہ ابن نجیم" ج ۱ ص ۲۷۵

(۲) رد المحتار علامہ ابن عابدین شامی" ج ۵ ص ۳۵۰

بدعت و گمراہی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

فقہ حنفی میں بدعت کی تشریح

بریلوی حضرات عام طور پر مغالطہ دینے کے لئے لوگوں کو بدعت کی دو قسمیں بتاتے ہیں ایک بدعت حسنہ، اور دوسری بدعت سیئہ! بدعت حسنہ کو یہ لوگ جائز بتاتے ہیں اور بدعت سیئہ کو ممنوع۔ حالانکہ احادیث نبوی ﷺ میں ہر قسم کی بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے اور ہر گمراہی کا انجام اور ٹھکانہ جہنم ہے۔ یعنی ہر قسم کی گمراہی جہنم میں لے جانے والی چیز ہے حدیث کے الفاظ ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انّ خیر الحدیث کتاب اللّٰہ	بلاشبہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ اور
وخیرالھدی ھدی محمد	تمام راستوں میں بہترین راستہ محمد ﷺ
(صلی اللّٰہ علیہ وسلم) وشر	کا راستہ ہے اور بدترین باتیں دین میں نئی
الامور محدثاتھا وکل	نکلی ہوئی باتیں ہیں اور (دین میں) ہر نئی نکلی
محدث بدعۃ وکل بدعۃ	ہوئی بات "بدعت" ہے اور ہر بدعت
ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار	گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے
(صحیح مسلم و سنن نسائی)	والی چیز ہے۔

اس کے علاوہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی حوالہ دیتے ہیں جس میں آپ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت شروع کرانے کے بعد اس فعل کو "بدعت حسنہ" سے تعبیر کیا تھا۔ حالانکہ یہ بھی ان کی محض مغالطہ انگیزی اور فریب دہی ہے کیونکہ نہ تو تراویح کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے اور نہ اس کی باجماعت ادائیگی۔ کیونکہ صحیح احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں ہی فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور "سنت رسول" ہیں لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی باجماعت نماز کو "بدعت حسنہ" سے تعبیر کرنا — بشرطیکہ انھوں نے ایسا کہا ہو لغوی اعتبار سے ایک اچھی شروعات ہی مراد ہو سکتا ہے

حضرت عمرؓ نے اس موقع پر جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے وہ بطور تحسین اور مشروط یا "بالفرض" کے زمرے کے تھے آپ کے الفاظ جو دیگر کتب احادیث میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں:

ان كانت هذه بدعة فنعمت البدعة — اگر بالفرض یہ فعل بدعت ہے تب بھی گویا یہ بہترین بدعت (یعنی نیا کام) ہے

بہر صورت، بدعت اگرچہ لغوی اعتبار سے ہر نئے کام کو کہا جاتا ہے مگر شریعت میں یہ لفظ ایک مخصوص اصطلاح کی حیثیت سے مستعمل ہے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ:

"دین مکمل ہو جانے کے بعد اس میں تعبد یا تقرب (یعنی عبادت یا ثواب وخوشنودی) کے لئے کسی کام کا اضافہ کرنا"

آیئے دیکھیں فقہائے احناف "بدعت" کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

ہندوستان میں فقہائے احناف کے سرخیل حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں:

"بدعت مرضی ٔ شیطان است ومرضی شیطان راحسنہ چہ کار(۱) — بدعت شیطان کی خوشنودی کے لئے ہوتی ہے اور شیطان کی رضاجوئی کے کام میں نیکی کا کیا دخل؟

"مجدد الف ثانیؒ" ایک اور جگہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اجتناب از اسم ورسم بدعت تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ احتراز نہ نماید بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد وایں معنی امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است وبظلمات بدعت آرام گرفتہ۔ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند وباحیاء سنت لب کشاید اکثر علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند ومحو کنندہائے سنت بدعت ہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آں فتوی فی دہند ومردم را بہ بدعت دلالت می

(۱) "مکتوبات امام ربانی" دفتر دوم مکتوب نمبر ۵۴

نمایند، چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد ثم نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہماں است کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ(۱)

ترجمہ: بدعت کی راہ اور اس کے نام سے بھی بچو، جب تک بدعت حسنہ سے بھی اسی طرح نہ بچو گے جس طرح بدعت سیئہ سے احتراز کیا جاتا ہے، اس روحانی دولت کی خوشبو تک اس کے دماغ میں نہ پہونچے گی۔ اور آج یہ بات (یعنی بدعتوں سے احتراز) بہت مشکل کام بن گیا ہے۔ جہاں کا جہاں دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا ہے اور بدعت کے اندھیروں میں سو رہا ہے۔ آج کس کی مجال ہے کہ بدعتوں کو ختم کرنے کا دم مارے اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے زبان کھولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے ہیں اور سنتوں کو مٹانے کے درپے ہیں پھیلی ہوئی بدعات کو مجبوری کا عمل ٹھہراتے اور اس کے جواز و استحسان کا فتوی دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعات کی طرف لیجاتے ہیں کیا کہتے ہیں وہ؟ کہ اگر گمراہی پھیل جائے اور باطل پھیل جائے تو کیا اسے مسلمانوں کا تعامل قرار دیدیا جائے گا؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ تعامل دلیل استحسان نہیں، تعامل صرف وہی معتبر ہے جو صدر اول (صحابہ کرامؓ) سے آیا ہویا تمام لوگوں کے اتفاق سے اجماع کا درجہ پائے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ بدعت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

والبدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (۲)

بدعت اصل میں اس دینی کام کی ایجاد ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) "مکتوبات امام ربانی" دفتر دوم مکتوب نمبر ۵۴

(۲) "عمدۃ القاری" علامہ بدرالدین عینیؒ ج ۵ ص ۲۵۶

ان البدعة المذمومة هو المحدث في الدين من غير ان يكون في عهد الصحابة والتابعين ويدل عليه الدليل الشرعي(۱)	انتہائی بری چیز وہ نئی بات ہے جو دین میں پیدا کی جائے۔ بغیر اس کے کہ وہ صحابہ اور تابعین کے دور میں ہوئی ہو اور اس پر کوئی شرعی دلیل بھی موجود نہ ہو

علامہ حلبیؒ بدعت کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ادخال مالیس بعبادة مکروه (۲)	جو چیز عبادت میں شرعاً داخل نہیں اسے عبادت میں داخل کرنا (یعنی عبادت ٹھہرانا) مکروہ ہے۔

امام راغب اصفہانی بدعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة في المذهب ایرادُ قول لم يَستَنَّ قائلها وفاعلها فيه بصاحب الشريعة واماثلها المتقدمة واصولها المتقنة (۳)	دین میں بدعت کے معنی ہیں ایسی بات پیش کرنا جس کا کہنے والا یا کرنے والا صاحب شریعت کے نقش قدم پر نہ چلا ہو اور شریعت کی سابق مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر گامزن نہ ہوا ہو

اسی طرح علامہ شاطبی، ابن ماجشون کے حوالہ سے امام مالکؒ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

من ابتدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدًا صلى الله عليه وسلم خان الرسالة لان الله يقول: اليوم اكملت لكم دينكم فمالم يكن يومئذٍ دينًا فلايكون اليوم دينا(٤)

---

(۱) "شرح مقاصد" علامہ تفتازانیؒ ج ۲ ص ۲۷۱

(۲) حلبی کبیر علامہ حلبیؒ ص ۴۰۴

(۳) "مفردات القرآن" امام راغب اصفہانی ص ۳۷

(۴) الاعتصام ابو اسحاق شاطبیؒ ج ۱ ص ۴۹

جو شخص دین اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے
گمان کرتا ہے کہ محمد ﷺ نے احکام خداوندی کے پہونچانے میں
خیانت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین
مکمل کردیا پس جو بات اس وقت دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

علامہ حلبیؒ الحنفی نے بدعت کی تردید اور اہل بدعت کی مذمت میں، رسول
اللہ ﷺ کی کچھ صحیح احادیث نقل کی ہیں، انہیں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا:

لایقبل اللہ لصاحب البدعة صومًا ولاصلوٰة ولاصدقة ولاحجاً ولاعمرة ولاجهادًا ولاصرفا ولاعدلاً، یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین (سنن ابن ماجه ص ٦)	اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتے ہیں اور نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی فرض عبادت، نہ نفل عبادت۔ وہ اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فَتَمَسُّكٌ بسنة خیر من احداث بدعة (مشکوٰة المصابیح ص ۳۱)	جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کی مثل سنت ان سے اٹھالی جاتی ہے پس چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اسی طرح مشکوٰۃ ہی کی ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لایعیدها الیهم الی یوم القیامة (مشکوٰة ص ۳۱)	جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت گھڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بقدر ان سے سنت چھین لیتے ہیں پھر قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں لوٹاتے۔

اہل بدعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی مشکوٰۃ کے حوالہ سے ہی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام	جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی، بلاشبہ اس نے اسلام کے انہدام میں مدد کی(۱)

"مجمع الزوائد" میں بھی رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث اہل بدعت کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ان اللہ حجب التوبة عن کل صاحب بدعة (رواہ الطبرانی فی الاوسط)	بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کی توفیق چھین لی ہے(۲)

واضح رہے کہ احادیث صحیحہ میں مذکور بدعت پر یہ وعیدیں، یا کتب فقہ میں موجود رسوم و بدعات کی مذمت اور ان پر نکیر کے فتاویٰ در حقیقت اس زمانے کے ان کم علم یا جاہل "مسلمانوں" کے لئے ہیں، جو اپنی نادانی، غلط فہمی، دین سے دوری یا پھر رواجی طور پر بے سوچے سمجھے ان غیر اسلامی رسوم و روایات اور بدعات و خرافات میں چار و ناچار مبتلا اور ان کے عادی ہو گئے تھے اور غیر شعوری طور پر وہ انہیں دین کی "حقیقی تعلیمات" سمجھ بیٹھے تھے ـــــ جب ایسے ظاہر فریب مسلمانوں کے لئے قرآن و سنت میں اس قدر سخت تہدید اور وعیدیں موجود ہیں کہ ان کی کوئی فرض یا نفل عبادت اور عمل خیر بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ دین سے ایسے نکل گئے جیسے آٹے سے بال نکل جاتا ہے (او کما قال) تو پھر موجودہ دور کے ان برخود غلط لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شعوری طور پر دین کی اصل تعلیمات سے بخوبی آشنا اور ان بدعات و خرافات کو جانتے بوجھتے ـــــ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے ـــــ "دینی شعائر" بنا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ابن الوقت

(۱) "حلبی کبیر" علامہ حلبیؒ ص ۴۱۰

(۲) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹

ظلم پرست اور " کتمان حق " کے مجرموں کو صریح طور پر دشمن اسلام سمجھنے کے بجائے محض غلط عقیدہ، بھٹکے ہوئے یا بہت سے بہت " بدعتی مسلمان " سمجھنا ایک بڑی بھول ہوگی کیونکہ ان کی بددینی اور گمراہی محض رسوم و بدعات تک ہی محدود نہیں رہی ہے بلکہ واضح طور پر الحاد و زندقہ کی وادیوں سے ہو کر گذرتی اور کفر و ارتداد کی حدود کو چھوتی ہے۔ فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں میں ایسے مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کو صاف طور پر " کافر " بتایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے " بشر " ہونے سے انکار کرے یا آپ کی بشریت میں شبہ کرے تو وہ فقہ حنفی کی رو سے خارج از اسلام ہے، فتاوی عالمگیری میں " فصول عمادیہ " کے حوالہ سے لکھا ہے:

" جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ انسان تھے یا جن؟ وہ مسلمان نہیں "(۱)

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں رسول اللہ ﷺ کو " حاضر و ناظر " اور " عالم الغیب " کا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

" جو شخص کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کرے اور یہ کہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بناتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا "(۲)

اور اسکی وجہ حاشیہ عالمگیری میں یہ لکھی ہے کہ اس شخص نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھا۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے "(۳)

اسی طرح اولیاء کرام کی ارواح کو ہر جگہ حاضر و موجود اور ان کو ہر بات سے واقف ماننا بھی کفریہ عقیدہ بتایا گیا ہے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے:

---

(۱) " فتاوی عالمگیری " ج ۲ ص ۲۶۳
(۲) " فتاوی عالمگیری " ج ۱ ص ۲۶۶
(۳) " فتاوی قاضی خاں " بر حاشیہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۳۴ " بحر الرائق " ج ۳ ص ۸۸

وقال علماء نا من قال ارواح المشایخ حاضرة تعلم یکفر (۱)
اور ہمارے علماء احناف نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو بھلائی یا برائی پر قادر ماننا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی فقہ حنفی میں کفریہ عقیدہ بتایا گیا ہے۔

عین الہدایہ میں ہے:

"جس نے گمان کیا کہ بھلائی یا برائی غیر خدا کی طرف سے ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کافر ہوا اور اس کی توحید باطل ہوئی"(۲)

یہ سمجھنا کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام مغیبات کا علم محیط تھا اور عالم غیب کی کوئی چیز جس طرح اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مخفی نہیں تھی، اور اللہ تعالیٰ کے علم غیب اور رسول اللہ ﷺ کے علم غیب میں بس "ذاتی" اور "عطائی" کا فرق تھا۔ ایسے عقیدہ رکھنے والے کو بھی فقہ حنفی میں کافر بتایا گیا ہے۔

ملا علی قاریؒ اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں لکھتے ہیں:

من اعتقد تسویة علم اللّٰهِ ورسوله یُکْفَرُ اجماعًا کما لا یخفی (۳)
جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علم میں برابری کا عقیدہ رکھے اس کو بالاتفاق کافر قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔

"شرح فقہ اکبر" میں ملا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱) "فتاویٰ بزازیہ" برحاشیہ عالمگیری ج۶ ص ۳۶۶

(۲) "عین الہدایہ" ج ۱ ص ۱۰

(۳) "موضوعات کبیر" ملا علی قاریؒ ص ۱۱۹

ذکر الحنفية تصريحًا بالتكفير باعتقاد ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ کذا فی المسایرہ (۱)

احناف نے صراحت سے اس شخص کی تکفیر کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن مجید کی اس آیت قل لا یعلم ...... کے خلاف ہے۔ یہ بات مسایرہ میں مذکور ہے۔

فقہ حنفی کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہو گی کہ بریلوی حضرات جو اپنے آپ کو امام ابو حنیفہؒ کی پیروی کا پروپیگنڈہ اور اپنے ملی "اہل سنت والجماعت" ہونے کا بے بنیاد دعوی بڑے زور و شور کے ساتھ کرنے کے عادی ہیں، اس کی اصلیت کیا ہے؟ حقیقت میں یہ بھی ان لوگوں کا ایک "اسٹنٹ" اور زبردست تقیہ بازی ہی ہے اور سیدھے سادھے جاہل یا کم علم مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانسنے کا ایک حربہ اور خطرناک چال! ورنہ اگر یہ اپنے دعوی حنفیت اور سنیت میں سچے ہیں تو یہ لوگ ثبوت دیں کہ یہ خود کو "سنی" اور "حنفی" کس فقہ کی رو سے بتاتے ہیں؟ فقہ حنفی کے فتاوی آپ نے ملاحظہ فرما ہی لئے جو ان کی خرافات اور خانہ زاد نظریات کی نفی اور پرزور تردید ہی نہیں بلکہ ان کے گمراہ کن معتقدات کو بدعت اور کفر بتاتے ہیں باقی تینوں فقہی مسالک، شافعی، حنبلی، مالکی کے فتوے بھی ان تمام مسائل و معاملات میں فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیریؒ کی کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کے مطالعہ سے اس بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ درست بات یہ ہے کہ "بریلویت" اپنی اصل کے اعتبار سے رافضیوں یعنی اہل تشیع کا ایک تقیہ بردار گروہ ہے، جیسا کہ ہم اس کتاب کے گذشتہ اوراق میں متعدد ثبوت اور حوالوں سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں۔ یہ لوگ

(۱) "شرح فقہ اکبر" ملا علی قاریؒ ص ۱۸۵ (مطبوعہ کانپور)

مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے برعکس نہند نام زنگی کافور، کے بمصداق خود کو "سنی" و "حنفی" "پوز کرنے کے لئے عبادات و مسائل میں فقہ حنفی کے کچھ طریقے بطور "تقیہ" اپنائے ہوئے ہیں۔ جاہل عوام کو حقیقت حال سے بے خبر رکھنے اور انہیں اپنے خانہ ساز اعتقادات کے چنگل میں پھنسائے رکھنے کے لئے ان ظالموں نے یہ "ٹیکنک" اپنائی ہوئی ہے کہ حقیقی اہل سنت والجماعت اور اسلام کے نمائندہ حنفی علماء —— جو برصغیر ہندو پاک میں دیوبند کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں —— ان کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر اور انہیں "توہین رسول" کے مرتکب بتا کر عوام کو بھڑکائیں اور ان کے دلوں میں ان علمائے حق اور ان کے ماننے والوں کے خلاف نفرت اور بغض و عداوت پیدا کرتے رہیں، جھوٹ، فریب، تقیہ اور تبرا ان بریلویوں کے مہلک ہتھیار ہیں اور حقیقی اہل سنت پر سب و شتم اور گالی گلوچ ان کا شعار —— اس طرح یہ عصبیت کو فروغ دے کر عوام کو علماء حق سے دور رکھتے ہیں۔

بہر نوع: جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی کہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پرستار اور بریلویت کے علم بردار "فقہ حنفی" کے بالکل برخلاف عقائد رکھتے ہیں تو اصولی طور پر انہیں اب "سنی" اور "حنفی" کہلانے کا کسی صورت میں بھی حق نہیں پہونچتا۔ اپنے مزعومہ عقائد اور غیر اسلامی نظریات کے مطابق یہ لوگ تقیہ بردار "شیعہ" کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ البتہ: ان کی اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر بتانے اور خود کو تمام دنیا کے مسلمانوں سے الگ تھلگ رکھنے کی "خارجی ذہنیت" کی بناء پر انہیں کسی حد تک فرقہ "خوارج کی ایک شاخ" بھی کہا جا سکتا ہے یا پھر ملحد اور زندیقوں کا ایک شر پسند ٹولہ! جو دینی شعائر کا نام لے کر اہل اسلام کی صفوں میں بد دینی اور شرک و بدعت کی اشاعت و شجر کاری اور ان کی آبیاری میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے ان لوگوں کی "خارجی ذہنیت" قدم قدم پر نمایاں ہے اور یہ لوگ ہر

معاملہ میں ملت اسلامیہ سے بالکل الگ اپنا تشخص قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ وہ مصافحہ بعد الصلوٰۃ کے ذریعہ ہو یا حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے اور اذان کے بعد "تثویب" یعنی "صلوٰۃ وسلام" پکارنے کا معاملہ۔ درود بھی ان کے نزدیک اس وقت تک مکمل درود نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسکے ساتھ "صلوٰۃ وسلام علیک یارسول اللہ!" کا خود ساختہ فقرہ اس کے آخر میں ملا کر نہ پڑھیں اسی طرح جماعت سے نماز پڑھتے وقت حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا اور اس سے قبل نماز کے لئے کھڑے ہونے کو برا سمجھنا، یا نماز سے فراغت کے بعد شمال مغرب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے کلمات پڑھنا ضروری اور لازمی امر سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔ تمام خود ساختہ بدعات وامتیازی اعمال انہوں نے اپنی الگ پہچان کے لئے وضع کررکھے ہیں۔ شریعت اسلامیہ اور فقہ حنفی میں ان کا کوئی وجود اور ثبوت نہیں ملتا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ بریلوی حضرات کو خود بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس بات کا احساس ہے کہ وہ فقہ حنفی یا کسی بھی دوسرے معروف فقہی مسلک کے پیروکار نہیں ہیں بلکہ ان سب سے الگ اور بالکل علحدہ اپنا وجود رکھتے ہیں۔ اسی لئے یہ لوگ دن رات اپنے خود ساختہ نام نہاد "پانچویں مسلک" یعنی "مسلک اعلیٰ حضرت" کے زندہ باد کے نعرے اپنے ہر تقریری پروگرام میں وقفہ وقفہ سے لگاتے رہتے ہیں اور دیگر مواقع پر بھی "مسلک اعلیٰ حضرت" کی ترویج اور سربلندی کے لئے صدائیں بلند کرتے رہتے ہیں، کیا کبھی کسی دیوبندی کو بھی "مسلک دیوبند زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا ہے؟

الغرض بریلویت بھی اگر اصلیت میں اسلامی نظریات سے عبارت اور ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہوتی تو اس کے افکار ونظریات اور حدود اختلافات میں بھی توازن ہوتا اور یہ لوگ بھی فریق مخالف کو مسلمان سمجھتے ہوئے

شرافت وانسانیت کی حدود میں رہتے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں باہمی افہام وتفہیم اور مجادلہ واختلاف کرتے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ اسلام کے شفاف آئینہ کے نزدیک کھڑے ہو کر انہیں دوسروں کے بجائے جب خود اپنی ہی "مسخ شدہ" غیر اسلامی صورت دکھائی دیتی ہے تو یہ بوکھلا اٹھتے ہیں اور اپنے اجنبی خدوخال کو دیکھ کر انہیں اپنے بجائے کسی دوسرے کا گمان ہوتا ہے اور وہ اپنے چہرے پر لگی کفر کی سیاہی دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور "پھر الزام کفر" خود پر لگانے کے بجائے دنیا کے دوسرے تمام بے قصور مسلمانوں کو کافر ومرتد قرار دے کر اپنے ضمیر کی آواز کو خاموش اور نظر انداز کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

کیا خوب کہا ہے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے:

صیرت دینك شاهینا تصیدبه   ولیس یفلح اصحاب الشواهین

یعنی: تو نے اپنے دین کو ایسا شہباز بنا رکھا ہے جس سے تو شکار کرتا ہے یعنی دنیوی منفعتیں حاصل کرتا ہے حالانکہ شاہین کے مالک کامیاب نہیں ہوتے یعنی شکاری ہمیشہ غفلت کا شکار رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مَنِ اتَّبَعَ الصیدَ غَفَلَ (جو شکار کے پیچھے پڑھتا ہے، وہ دین کے کاموں سے غافل ہو جاتا ہے) پس تو بھی کہ دین کو منفعت کا ذریعہ بناتا ہے، ہرگز کامیاب نہ ہو گا!

باب نمبر — ۸
بانئ بریلویت
اخلاق و کردار کی روشنی میں

وكل كسر فان اللّٰه يجبره

ومالكسر قناة الدين جبران

(ابوالفتح علی بن محمد بستی)

اللہ تعالیٰ

ہر ٹوٹی ہوئی چیز کو

جوڑ دیتا ہے

مگر

دین کا نیزہ ٹوٹ جائے

تو اس کا کوئی علاج نہیں!

کسی بھی مشہور یا اہم شخصیت کے گرد جب دانستہ طور پر غلوئے عقیدت کا غیر مرئی حصار کھینچ دیا جاتا ہے تو عام طور پر اس کے منتسبین اور ہمنواؤں کا زاویۂ نگاہ محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر انہیں اپنے ممدوح کی شخصیت کا صرف روشن اور چمکدار پہلو ہی دکھائی دیتا ہے، اس کے تاریک پہلو نگاہوں سے قطعی اوجھل یا ان کے نزدیک غیر اہم ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کے حسن عقیدت کی کرشمہ سازی، اپنے آئینۂ تخیلات میں اس کے پورے وجود کو ہر عیب سے پاک اور ہر برائی سے مبرا دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہے۔ بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کی شخصیت کے سحر نے بھی ان کے غالی معتقدین کی نگاہوں میں ان کی عقیدت و تقدیس کی ایک ایسی آفاقی شبیہ بنائی ہے جو ان کو، فوق البشر کی حیثیت دینے کے لئے کافی ہے۔ بریلوی حضرات احمد رضا خاں صاحب کو نہ صرف یہ کہ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت اور مجدد مأۃ حاضرہ کہتے ہیں، بلکہ انہیں "ولی کامل" بھی تصور کرتے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں خانصاحب بریلوی کی شخصیت اتنی سحر انگیز مقدس اور اہم ہے کہ ان کو دیکھنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو دیکھنے کا شوق کم ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جناب حسنین رضا خاں صاحب بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"(۱)

بریلویوں کے نام نہاد "اعلیٰ حضرت" کے "امام اہل سنت" اور "مجدد مأۃ حاضرہ" ہونے کے بے بنیاد دعووں کی قلعی تو گزشتہ صفحات میں کئے گئے مختلف مباحث سے یقیناً کھل ہی چکی ہو گی۔ اب ہم ان کی "ولایت" اور "اتباع سنت" کی مزعومہ صفات کا جائزہ بھی ان شاء اللہ العزیز حسب سابق ان کی کتابوں کی روشنی میں لیں گے۔ واللہ المُستعان.

سب سے پہلے "اتباع سنت" کو لیجئے

سنت نام ہے، رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال، اور امر و نہی اور احکام و ہدایات پر چلنے اور ان کی پیروی کرنے کا۔ آپ ﷺ کی عادات و اطوار اور پسند و ناپسند کا شمار بھی "سنت رسول" میں ہی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا راشاد گرامی ہے۔

عن عبد اللہ بن عَمرٍو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہُ تبعاً لما جئت بہ (رواہ البغوی فی شرح السنۃ)	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے!

اور جو شخص "کامل مومن" ہوتا ہے وہی صحیح معنوں میں ولی کہلانے کا مستحق ہے اور اولیاء اللہ کی شان" کامل اتباع رسول ﷺ" ہی ہے۔!

احادیث صحیحہ میں مومن کی جو خصوصیات ذکر کی گئی ہیں، بانی بریلویت

(۱) "وصایا شریف" مرتبہ حسنین رضا خاں صاحب ص ۲۴

جناب احمد رضا خاں صاحب کی شخصیت کا جب ہم ان سے موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں نہ صرف یہ کہ ان کے اندر ان مطلوبہ خصوصیات کا عکس تک نظر نہیں آتا بلکہ بسا اوقات ان کا اخلاق و کردار اور طرز عمل ان احادیث صحیحہ کے بالکل مخالف اور متضاد ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَن دعا رجلاً بالکفر، او قال عدوّ اللہ! ولیس کذلک الأحار علیہ

جو شخص کسی کو کافر کہے یا خدا کا دشمن کہے، حالانکہ وہ شخص اس طرح کا نہیں ہے تو وہ بات کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے (رواہ البخاری و مسلم)

اور سورۂ ہمزہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ: ہر طعنہ دینے والے، عیب چننے والے کے لئے بڑی ہلاکت ہے

سنن ابوداؤد اور بیہقی فی شعب الایمان میں سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من اربی الرّبا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق (۱)

سب سے بڑا "سود" کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی کرنا ہے۔

واضح رہے کہ جب احادیث کے مطابق ہلکے سے ہلکے درجہ کے سود کا گناہ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے تو پھر سب سے بڑے سود کے گناہ کی شدت اور پکڑ کا عالم کیا ہوگا ــــــ؟

اسی طرح بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

---

(۱) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۱۳

وعن ابی هریرة قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :ان العبد لیقول الکلمةَ لایقولها الاّ لیُضحك بها الناسَ یهوی بها ابعد ممّا بین السمآءِ والارض وانّه لیزلّ عن لسانه اشد ممّا یزل عن قدمه.(۱)	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہتا ہے جس کے سبب جہنم میں اتنے نیچے گرتا ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔اور زبان کا پھسلنا قدم کے پھسلنے سے زیادہ سخت ہے۔!

ان احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اب ہم بانی بریلویت جناب احمد رضاخاں صاحب کے اخلاق وکردار کا جائزہ لیتے ہیں۔!

مولانا خرّم علی بلہوریؒ جو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد اور اجل خلفاء میں سے تھے۔انھوں نے ایک کتاب مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کے لئے لکھی تھی جس کا نام تھا"نصیحة المسلمین"۔احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اس کے نون کا نقطہ صاد پر لگا کر اسے ضاد بنادیا اور لام کو فاء سے بدل کر اس کتاب کا نام "فضیحة المسلمین(یعنی مسلمانوں کی رسوائی) بنادیا۔اسی طرح انہوں نے کتاب کے مولف مولانا خرم علی کے نام کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا اور خرم کی میم کو علی کے ساتھ جوڑ دیا تاکہ مولانا خرم کو خر(گدھا) کہنے میں آسانی ہو اور اگلا لفظ معلی بن گیا۔یعنی جس پر سواری کی جائے۔!

خان صاحب بریلوی کے سوانح نگار شاہ مانامیاں اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"آپ نے کتاب کے نام کو"نصیحة المسلمین "کے بجائے"فضیحة المسلمین"بنادیا اور مصنف کا نام اس طرح بنادیا کہ پڑھنے والے ہنسی

(۱)مشکوۃالمصابیح ص ۴۱۳

سے لوٹ گئے۔ یعنی مولوی خرمعلی بلہوری"(۱)

مولانا خرم علی بلہوریؒ جیسی بزرگ ہستی کی یہ توھین و تضحیک خانصاحب نے آخر کس لئے کی تھی۔؟ وہ نہ تو ان کے ہمعصر تھے اور نہ دیوبندی۔ وہ تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگردوں میں سے ایک تھے۔ خانصاحب بریلوی کا یہ ذوق تحریف قدم قدم پر نمایاں تھا۔ چنانچہ انہوں نے مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ کی مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" کو "تفویۃ الایمان" بنادیا۔ یعنی ایمان کو فوت کرنے والی کتاب۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ "حفظ الایمان" کے نام میں تحریف کر کے اسے "خبط الایمان" لکھدیا۔

شاہ ماتا میاں لکھتے ہیں:

"آپ نے کتاب کا نام اس طرح بگاڑ دیا کہ "خبط الایمان" معلوم ہوتا تھا"(۲)

خانصاحب بریلوی کی الفاظ سے کھیلنے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے کی اخلاق سوز روش کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس اپنی بے ہودہ عادت سے انہوں نے قرآن کریم کو بھی نہیں بخشا۔ قرآن کریم میں سورۃ القمر کے اندر قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو "اَشِر" کہتے تھے جس کا ترجمہ ہے، بڑائی مارنے والا یا بڑا بننے والا یعنی شیخی باز۔ اللہ تعالٰی نے جوابا ارشاد فرمایا۔

سَیَعْلَمُوْنَ غَداً مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ (القمر: آیت ۲۶)
عنقریب کل (قیامت کے دن) انہیں معلوم ہوجائیگا کہ جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے؟

احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی سبائی فطرت کے مطابق قرآن

---

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت شاہ ماتا میاں ص ۶۰

(۲) "سوانح اعلیٰ حضرت" شاہ ماتا میاں ص ۶۰

کے الفاظ سے کھیلتے ہوئے "اشر" کی دو قسمیں بنائیں۔ ایک وہ جو زبان سے بڑائی مارنے والا ہو اور دوسرا عملاً شیخی باز۔ پہلے کو انہوں نے "اشر قولی" لکھا اور دوسرے کو "اشر فعلی" تاکہ اس طرح اشر فعلی لکھنے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی توھین و تضحیک ہو اور لوگ ان پر چٹخارے دار قہقہ لگا سکیں۔

خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

"کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا؟ سَيَعْلَمُوْنَ غَداً مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ. اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔"(۱)

حالانکہ چودہ سو سال کے مفسرین و مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی نے بھی اشر کی یہ دو قسمیں کہیں نہیں لکھیں۔ خانصاحب بریلوی کی چابک دستی اور ہاتھ کی صفائی ملاحظہ ہو کہ آپ نے اشر کا لفظی ترجمہ بھی نہیں کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لے لیا۔ اور پھر قولی و فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان مولانا اشرف علیؒ پر توڑ دی——! کیا یہ طعن آمیز اشارہ نہیں؟ ——کیا قرآن کی آیت وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ (یعنی ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے کے لئے ہلاکت ہے) کی صداقت پر بھی خانصاحب بریلوی اور ان کے معتقدین کا ایمان نہیں؟ اور پھر مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تو خانصاحب بریلوی کی معاصرانہ چشمک تھی۔ مگر یہ مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ یا مولانا خرم علی بلہوریؒ کی تضحیک اور ان کی ناحق آبروریزی کیوں کی گئی؟ مولانا اشرف علی تھانویؒ تو خانصاحب بریلوی کی نظر میں "کافر" ہی تھے مگر مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ کو تو انہوں نے "ستر وجوہاتِ کفر" کے باوجود بعد میں کفر سے

(۱) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ص ۴۴

صاف بری کر دیا تھا اور یہ لکھدیا تھا کہ "میں انہیں کافر نہیں کہتا کیونکہ احادیث میں کلمہ گو کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے اور علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں کہ یہی صواب ہے اور ان کے بارے میں پوچھے گئے فتوی کا یہی جواب ہے کیونکہ مذہب حنفی کے مطابق صحیح فتوی یہی ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہئے" ("سبحان السبوح" صفحہ ۹۰) تو گویا جب مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کافر نہ تھے تو خانصاحب کے نزدیک لازمی طور پر مسلمان ہی تھے۔ اسی طرح مولانا خرم علی بلہوریؒ شاگرد رشید شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ بھی بہر صورت خانصاحب کے نزدیک مسلمان ہی ہوں گے؟ تو پھر انہوں نے ان دونوں "مسلمانوں" کی ناحق آبرو ریزی کر کے حدیث نبوی ﷺ کے مطابق "بدترین سود" کا اکتساب کیوں کیا؟ فرمان رسول ﷺ کی اس صریح خلاف ورزی کے بعد خانصاحب بریلوی کے معتقدین کے ان کے بارے میں دعوئے "اتباع سنت" اور "درجۂ ولایت" کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید!

جہاں تک احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے لئے "دعوئ ولایت" کی بات ہے تو بریلوی زعماء خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ خانصاحب بریلوی کے حالات زندگی پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اولیاء اللہ کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی۔!

"المیزان" بمبئی کے "امام احمد رضا نمبر" میں مرقوم ہے۔

"جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہونچا سکے۔"(۱)

(۱) "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۸

مزید یہ کہ۔

"سوانح نگاروں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول، سوز جگر، حزن وملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہ کیا"

یہ پڑھ کر ہمیں "المیزان" بمبئی کے مضمون نگار کی سادہ لوحی پر ہنسی آتی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر خانصاحب بریلوی کے حالات زندگی میں درحقیقت اولیاء اللہ کی سیرت کے کچھ نمونے ہوتے تو ان کے سوانح نگاران کے دیگر "کمالات" کی طرح ان کا بھی ضرور ذکر کرتے خانصاحب بریلوی کو تو خرقہ خلافت ہی ایسے آستانے سے بلا ریاضت ایک ہی دن میں حاصل ہو گیا تھا جہاں خانقاہ کی حفاظت کے لئے باقاعدہ طور پر کتے پالے جاتے تھے۔!

"المیزان" کے اسی "امام احمد رضا نمبر" میں لکھا ہے۔

"سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کے لئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلی نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کی دیکھ بھال کے لئے بذات خود دیئے"(۱)

اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کے مطابق جس گھر میں کتا اور تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور پھر کتے رکھوالی کے لئے وہیں پالے جاتے ہیں جہاں مال و دولت کے ڈھیر ہوں اور ان کی حفاظت مطلوب ہو! اولیاء اللہ تو فقیر منش، متوکل علی اللہ اور علائق دنیا دی سے دور بھاگنے والے ہوا کرتے ہیں، دنیا کا مال و دولت اور خزانے ان کی نگاہوں میں بے وقعت اور خزف ریزوں کے برابر بھی نہیں ہوتے ہیں۔ بہر حال ایسی یگانہ روزگار "خانقاہ" سے خانصاحب بریلوی کو جو "فیض ولایت"

(۱) "المیزان" بمبئی امام احمد رضا خاں نمبر ص ۲۱۹

حاصل ہوا ہو گا اس میں سرور باطنی، کیفیت قلبی، احتیاط ظاہری اور سوز جگر کا کیا کام؟ جہاں تک "عشق رسول" کے دعویٰ کی بات ہے تو یہ بھی خانصاحب بریلوی کی محض "شعر و شاعری کی باتیں" ہیں یا پھر "تقیہ بازی" کا ایک کامیاب مظاہرہ! اور شاعروں کے بارے میں تو قرآن کی یہ گواہی ہے کہ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ (الشعراء ۲۲۶) یعنی شاعر زبان سے جو کچھ بھی کہتے ہیں ان کا عمل اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ لہذا ان کی نعت گوئی اور عشق رسول کی باتیں محض شاعری ہی شاعری ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ عاشق رسول اس طرح صریح طور پر احادیث رسول ﷺ کے برخلاف عمل اور فرمان رسول ﷺ کی خلاف ورزی نہیں کرتے!

اولیاء اللہ کے تذکروں میں مشائخ اولیاء کی جو صفات بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک نوافل بھی فرائض کی طرح اہم ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

"مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندۂ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔"(۱)

یہ دراصل اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں باب التواضع (کتاب الرقاق) کے تحت درج کی ہے اور شیخ ابو القاسم قشیری نے اس حدیث کو اولیاء اللہ کی "ولایتِ خاصہ" کے لئے بطور دلیل دوئم پیش کیا ہے۔ یہ حدیث قدسی جو حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں سے مروی ہے رسالہ قشیریہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے الفاظ اپنی شرح میں درج کئے ہیں۔ امام نوویؒ

(۱) "الفتح الربانی"، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مجلس نمبر ۶۱ ص ۴۴۶

نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہی "ریاض الصالحین" میں نقل کی ہے۔

بخاری شریف میں موجود حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله قال: من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیئٍ احبّ الیّ ممّا افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب اِلیّ بالنوافل حتی احببته...... الخ (بخاری ۲: ۹۶۳)	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ جن چیزوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں ہیں اور میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث قدسی کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ بریلویوں کے نام نہاد "ولیٔ کامل" اور "عاشق رسولؐ" جناب احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک نماز کس حد تک محبوب و مرغوب اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور ان کی نگاہوں میں سنت و نوافل کی کیا اہمیت تھی؟

اپنے "ملفوظات" میں خانصاحب بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں۔ لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں، نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں"(۱)

واضح رہے کہ سنتوں میں "سنت مؤکدہ" بھی شامل ہے بلکہ سر فہرست

(۱) "ملفوظات" احمد رضا خانصاحب بریلوی ج ۳ ص ۴۵

۲۔ تو کیا خانصاحب سنت موکدہ کو بھی اپنے لئے معاف سمجھتے تھے؟ اور پتہ نہیں وہ کونسے انوکھے "فقہائے کرام" ہوں گے جنہوں نے سنتوں کی معافی کا فتویٰ دیا ہے۔ فقہائے احناف نے تو بہر نوع ایسی بات کہیں نہیں لکھی ہے تو پھر وہ کونسے فقہاء ہیں؟ کیا فقہ جعفری کے فقہاء؟؟

خان صاحب بریلوی کی نماز کی کیفیت اور ان کے خشوع و خضوع کے ساتھ ساتھ ان کی "شان ولایت" کا اندازہ لگانے کے لئے بریلویوں کے مولوی محمد حسین میرٹھی کا ایک دلچسپ بیان ملاحظہ ہو جو بمبئی کے "المیزان" امام احمد رضا نمبر میں شائع ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا۔ جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمالیا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے، آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں"۔

میں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں۔ نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں، تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ آخر میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور پھر گھر میں جاکر بند درست کراکر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی"۔(۱)

(۱) "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۴

احتیاط کا واضح مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوئی تو اب یہ دوبارہ پڑھی ہوئی نماز ادا ہو جائے۔ ایسی صورت میں بیچارے مقتدیوں کی نماز کا کیا ہوگا؟ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اور عین حالت نماز میں خانصاحب بریلوی کے جذبات نفس کا یہ حال ہے کہ نفس کی حرکت سے انگر کھے کا کمر بند ٹوٹ جائے تو پھر دیگر ایام میں ان کی نماز کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی......؟

قیاس کن زگلستانِ من بہار مُرا!

کیا "اولیاء اللہ" کی نمازیں اسی طرح خواہشات نفس سے بھرپور ہوا کرتی ہیں؟ بات جذبات وخواہشات نفس کی چل رہی ہے تو لگے ہاتھوں احمد رضا خانصاحب کے "ملفوظات" حصہ سوم کی اس "چشم دید" روایت پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ جو انہوں نے کسی گاؤں کی ایک جوان لڑکی کے بارے میں خود بیان کی ہے۔

خانصاحب بریلوی فرماتے ہیں۔

"میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی اٹھارہ یا بیس برس کی تھی۔ ماں اس کی ضعیفہ تھی۔ اس کا دودھ اس سے نہ چھڑایا تھا ماں ہر چند منع کرتی، وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی"(۱)

ہر مسلمان یہ مسئلہ جانتا ہے کہ احادیث کی رو سے کسی غیر محرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں، اور اگر غلطی سے نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالے اور دوبارہ اس کی طرف نہ دیکھے۔ تو پھر احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ایک جوان اور غیر محرم لڑکی کو خود دیکھنا اور اس کی ماں کی چھاتیوں پر بھی بار بار نگاہ ڈالنا، اور دودھ پینے کا مشاہدہ کرنا ان کی "شان ولایت" کی کیسی شاندار عکاسی کرتا ہے؟ محتاج بیان نہیں، ! خانصاحب کے یہ الفاظ کہ "میں نے خود دیکھا" اور "ماں ہر چند

---

(۱) "الملفوظات" احمد رضا خاں صاحب بریلوی ج ۳ ص ۵۸

منع کرتی مگر وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی"۔ اس
بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا کہ خانصاحب کا
گزر اس گاؤں سے ہوا ہو اور اچانک ہی ان کی نگاہ ایک نوجوان لڑکی پر پڑ گئی ہو جو
اپنی ضعیفہ ماں کو پچھاڑ کر اس کی چھاتی سے اس کا دودھ پینے میں مصروف
تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو خانصاحب یہ الفاظ نہ لکھتے کہ "ماں ہر چند منع
کرتی"...... اور "پچھاڑتی، اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی"۔ کیونکہ اسی طرح
"منع کرتی" اور "پینے لگتی" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ جب بھی خان صاحب
بریلوی نے اسے دیکھا ہر مرتبہ ایسا ہی منظر ہوتا تھا۔ اگر یہ ایک مرتبہ کا واقعہ
ہوتا تو خانصاحب اس طرح کہتے کہ "ماں نے اسے ہر چند منع کیا"...... "پچھاڑ
کر اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگی"۔ اس کے علاوہ غور طلب بات یہ بھی
ہے کہ اس وقت خانصاحب بریلوی کا وہ "فلسفہ" کہاں چلا گیا تھا جب
انہوں نے پانچ سال کی بالی عمر میں سر راہ اچانک طوائفوں کو دیکھتے ہی کرتے کا
دامن اٹھا کر اپنا منہ ڈھانک لیا تھا قطع نظر اس کے، اس وقت ان کا نچلا دھڑ
قطعی ننگا تھا انہوں نے یہ فلسفیانہ ارشاد فرمایا تھا۔

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج
خراب ہوتا ہے" (۱)

تو کیا عین عالم جوانی میں ان کے ایک نوجوان دوشیزہ کو بار بار اپنی ماں کی
چھاتیوں سے دودھ پینے کا دلکش نظارہ کرنے سے دل کے بہکنے اور اس کے
نتیجہ میں ستر کے مزاج کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں......؟ پھر یہ واقعہ گاؤں
کی چوپال میں یا سر راہ تو پیش آیا نہیں ہوگا بلکہ اغلب یہی ہے کہ وہ نوجوان لڑکی
اپنی ماں کی چھاتی سے دودھ پینے کی حرکت گھر کے اندر ہی کرتی ہوگی۔ تو کیا
خانصاحب بریلوی اس دلنواز "فلمی سین" کو دیکھنے بار بار اس عورت کے گھر

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت قاری احمد پیلی بھیتی ص ۱۱

جاتے تھے......؟؟

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خانصاحب کے "ذوق جنسیات" کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے کسی اہم دینی موضوع پر داد تحقیق دینے کے بجائے مرد کے "عضو تناسل" پر نادر "ریسرچ" کی زحمت گوارہ فرمائی تھی اور "تدقیق نظر" سے ایک اہم عضو "شرم گاہ" پر دلائل ثبت فرماکر ثابت فرمایا تھا کہ مرد کی شرم گاہ کے اعضاء نو (۹) ہیں!

ملاحظہ ہو "المیزان" بمبئی کے "امام احمد رضا نمبر" کا ایک اقتباس:

"مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہ اور فتاویٰ کے حوالہ سے آٹھ شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرماکر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء نو (۹) ہیں"(۱)

ہر مسلمان پر جس طرح بالغ ہونے پر نماز فرض ہے ٹھیک اسی طرح صاحب نصاب ہونے کی صورت میں اس پر زکوۃ کی ادائیگی بھی فرض ہوتی ہے اور زکوۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں قرآن مجید کے اندر ایسے شخص کو جہنم کی آگ سے بنی تختیوں سے پیشانی اور کمر پر داغے جانے کی جو وعید آئی ہے اس سے ہر پڑھا لکھا مسلمان واقف ہے......!

بانیٔ بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب، جن کی مالی پوزیشن کا یہ حال تھا کہ "المیزان" کے "امام احمد رضا نمبر" کے مطابق وہ آٹھ گاؤں کے مالک تھے اور خاں صاحب کے جد اعلی لاہور کے مشہور تاریخی "شیش محل" کے مالک تھے، جو انارکلی کی نسبت سے پہچانا جاتا رہا ہے۔ پھر یہ کہ خاں صاحب

(۱) "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۲

بریلوی کے والد ماجد نقی علی خاں اپنے زمیندار باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ انہیں اچھی مالی پوزیشن کے ساتھ ساتھ ان کے مریدین ومعتقدین کے ہدیے اور عطایا بھی اچھی خاصی تعداد میں اکٹھے ہوتے تھے۔ اس کے باوجود احمد رضا خاں صاحب زندگی بھر زکوۃ جیسے اہم فرض اور دین کے رکن کی ادائیگی سے محروم رہے۔ وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"ایک دفعہ آپ نے فرمایا: میں نے کبھی ایک پیسہ زکوۃ کا نہیں دیا"(۱)

فحش گوئی اور بانئ بریلویت

ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عن ابی امامة رضی اللّٰہ تعالی عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور کم گوئی ایمان کی علامتیں ہیں اور بے ہودہ گوئی اور بسیار کلامی نفاق کی دو شاخیں ہیں۔

صحابئ رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اسی ترمذی میں اس طرح ہے:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ان اثقل شیئ یوضع فی میزان المؤمن یوم القیامة خُلُقٌ حسنٌ وان اللّٰہ یبغض الفاحش البذی (رواہ الترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن مومن کے میزان میں سب سے وزنی چیز اس کا اچھا اخلاق ہوگا اور اللہ تعالی فحش گوئی کرنے والے اور بے حیاء سے نفرت کرتے ہیں۔

(۱) ملفوظ [illegible] ۳۴۶

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان من احبکم الیّ واقربکم منّی یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقًا وان من ابغضکم الیّ وابعدکم منی مساویکم اخلاقًا الثرثارون المتشدقون المتفیہقون (بیہقی فی شعب الایمان)

قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب اور محبوب وہ شخص ہوگا جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت اور مجھ سے دور وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے بدتر اخلاق والا ہوگا بکواس کرنے والا، منہ پھٹ اور منہ زور ہوگا۔

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اور جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس المؤمن بالطعّان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی (رواہ ترمذی)

وہ شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جو دوسروں پر طعنہ زنی کرتا ہو اور لعنت بھیجتا ہو اسی طرح فحش کلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والا (بھی مومن نہیں)

مسند احمد اور سنن ترمذی کی یہ روایت بھی قابل غور ہے۔

وعن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المؤمن غِرٌّ کریمٌ، والفاجر خِبٌّ لئیمٌ (رواہ احمد وترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے اور فاجر شخص دھوکے باز اور کمینہ صفت ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ مؤمن کی جو تصویر پیش کرتی ہے، بانی بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب کا کردار اس سے کتنی مطابقت رکھتا ہے آئندہ

طور میں ہم اس کا جائزہ لیں گے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کے جواب میں "فاضل بریلوی" جناب احمد رضا خاں صاحب نے دو کتابیں "ادخال السنان" اور "وقعات السنان" کے نام سے شائع کرائی تھیں۔ پہلی کتاب کے عنوان کا مطلب ہے "تیر داخل کرنا" اور دوسری کتاب کے عنوان کا مطلب ہے "تیر پڑنا" یہ دونوں کتابیں خاں صاحب بریلوی نے اپنے فرزند مصطفیٰ رضا خاں کے نام سے چھاپی تھیں مگر ان کا انداز بیان اور طرز کلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ خود احمد رضا خاں صاحب کا کارنامہ ہے، ان کا اپنا مخصوص انداز تحریر ہے۔ انسانیت، شرافت اور تہذیب وشائستگی کی دھجیاں بکھیرنے والی کتاب "وقعات السنان" کے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

(۱) "ہمارے اگلے تین پر پھر نظر! الٹے دیکھئے، وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے" (ص ۵۴)

(۲) "اگر بہ کمال بے حیائی اپنی دو شقی میں تیسرا وہ احتمال بھی داخل کرلے" (ص ۲۸)

(۳) "اس (مولانا تھانویؒ) کی دو شقی میں اس تیسرے کا دخول" (ص ۲۵)

(۴) "اپنی دو شقی میں .... وہ تیسرا ...... داخل کر کے" (ص ۲۵)

(۵) "مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی" (ص ۲۶)

(۶) رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کڑے (گدھے) سے پالا پڑا تھا" (ص ۲۶)

(۷) "رسلیا کہتی ہے کہ یوں نہیں مانتی۔ میری ٹھہرائی پر اترو۔ دیکھو تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھول لیتے ہو" (ص ۵۴)

(۸) "اب وہ کھولوں جس سے مخالف چند صیا کر چپٹ ہو جائے (ص ۱۷)

اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے" (ص۴۹)

(۹) "اف ری رسلیا تیرا بھولا پن، خون پو چھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے (ص۷۰)

(۱۰) رسلیا کی قلابازیاں ملاحظہ ہوں۔ خصم کے کرتے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی" (ص ۶۶)

(۱۱) "رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں" (ص ۶۹)

(۱۲) ہے ہے آدھی .... ہے ہے پوری نہ لی" (ص۷۱)

(۱۳) اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا، چھکے چھوٹ گئے، سینے ٹوٹ گئے، دم الٹ گئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہاری

ع   لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی

(وقعات السنان ص۶۸)

واضح رہے کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنے رسالہ "حفظ الایمان" کے مضمون کو دو شقوں یعنی اجزاء میں تقسیم کیا تھا۔ یہ خاں صاحب بریلوی کی "جنسی ریسرچ" کا کمال نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ انھوں نے اوراق کتاب کے اجزاء یعنی شقوں کو الفاظ کی بازیگری سے "زنانی شرمگاہ" بنا ڈالا اور رسالہ کو بطور تحقیر "رسلیا" بنا کر اسے ثانیت کی شکل دیدی۔

ہم نے "وقعات السنان" کو خاں صاحب بریلوی کی تصنیف کہا ہے جس پر انھوں نے اپنے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا نام بطور مصنف مصلحتاً ڈال دیا ہے۔ ہمارے دعویٰ کا ثبوت یہ ہے کہ خاں صاحب زندگی بھر اسی طرح اپنے مخالفین پر سب وشتم اور فحش گوئی کرتے رہے ہیں ان کی خود اپنی کتابیں اسی طرز بیان کا نمونہ ہیں اور شرافت وانسانیت کا ماتم کرتی نظر آتی ہیں۔ خاص طور پر مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تذکرہ پر خاں صاحب بریلوی کچھ اس طرح

جامے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ انہیں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ پتہ نہیں مولانا تھانوی نے ان کی کونسی "دکھتی رگ" پکڑلی تھی جس کی وجہ سے یہ ہاتھ دھو کر خاص طور سے ان کے پیچھے پڑگئے۔

حدائق بخشش حصہ سوم میں احمد رضا خاں صاحب، مولانا تھانوی کے بارے میں جانوروں کی جفتی (Intercourse) کا تصور قائم کرکے لکھتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں نکلوائے جائیں گے وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھلیا ڈنڈا کیوں پھر اچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو پیٹھ پر جاکے کان چھوڑیں گے (۱)

خاں صاحب بریلوی کے " ذوق دروں" کا پتہ دینے کے لئے " ڈنڈا چکھنا" اور پیٹھ پر بیٹھ کر کان چھوڑنا" جیسے بازاری اور معنی خیز الفاظ کافی ہیں۔

خاں صاحب کے "ذوق تبرا گوئی" کو اتنا کچھ لکھ کر بھی جب تسکین نہیں ہوئی تو انھوں نے اسی حدائق بخشش حصہ سوم میں آگے چل کر مولانا تھانوی کے لئے عربی زبان میں ایک فحش رباعی لکھ ماری۔ ملاحظہ ہو۔

أضر حبلی من نتائج ردة أشرف علی لعبة الصبیان
انهی جراء لك فی الحسان عن العواء انت انبحی یا کلبة الشیطان(۲)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کے کھیلنے کی گڑیا ہے (اے حاملہ!) تو اپنے کتے کے پلوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود ہی بھونکتی رہ۔

احمد رضا خاں صاحب کے اخلاق و کردار کا مزید جائزہ لینے کے لئے "فتاویٰ

(۱) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۹۲
(۲) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۸۹

افریقہ " میں ان کا وہ انداز تخاطب بھی ملاحظہ فرمالیں جو انھوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے لئے اختیار فرمایا ہے:

وہ لکھتے ہیں:

"اے فلاں، تجھے اتنا علم ہے جتنا سور کو ہے، تیرے استاد کو ایسا علم تھا جیسے کتے کو ہے۔ تیرے پیر کو اس قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے۔ یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں الو، گدھے، کتے سور کے ہمسر "(۱)

"خالص الاعتقاد" کا یہ اقتباس ہم گذشتہ صفحات میں ایک جگہ نقل کر چکے ہیں جس میں خاں صاحب نے بازاری زبان میں مولانا تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پر فحش الفاظ میں " تبرا " کیا ہے۔

"شریفہ ظریفہ، رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر ضیق کو فراخیٔ حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں "(۲)

یہاں خاں صاحب بریلوی نے "شریفہ ظریفہ " حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو کہا ہے اور لفظ "رشیدہ رمیدہ" حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے لئے ہے۔ رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں "اقبال وسیع" سے مراد کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے۔ اور لفظ ادبار دبر کی جمع ہے جو عربی میں جسم انسانی کے پچھلے حصہ یعنی پاخانہ کے مقام کو کہتے ہیں۔ پر ضیق نہایت تنگ گذار راستے کو کہا جاتا ہے۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے۔ یہ تمام الفاظ احمد رضا خاں صاحب کے ظرف و مزاج، فحش گوئی، اخلاقی دیوالیہ پن اور افتاد طبع کے آئینہ دار ہیں۔

(۱) "فتاوی افریقہ " احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۳

(۲) "خالص الاعتقاد" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰

احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنی کتاب "سد الفرار" میں رقم طراز ہیں:

"آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان کر بھی لیں"(۱)

اسی کتاب میں وہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"تیسرا ان کے نصیبوں کا سب سے سیدھا"(۲)

"تیسرا ان دونوں سے بڑھ کر معنز"(۳)

مولانا تھانویؒ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

"وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے۔ آپ کی مہر دہن تو جب ٹوٹے گی کہ کچھ گنجائش سوجھے"(۴)

خاں صاحب بریلوی فحش کلامی اور بدزبانی میں اس قدر حد سے گذر چکے تھے کہ انہیں لفظ "سنت" کا احترام بھی ملحوظ نہ رہا تھا ندوۃ العلماء کو گالی دیتے ہوئے وہ ایک مقام پر فارسی میں ایک فحش شعر لکھتے ہیں:

اسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوۃ بدست آرند و مفخر می کنند(۵)

ترجمہ: سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی سے جفتی ہوا تو اس سے ندوہ کا خچر پیدا ہوا اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

احمد رضا خاں وہابیوں کے ساتھ علمائے بدایوں اور علمائے رام پور کی خبر ان الفاظ میں لیتے ہیں:

---

(۱) "سد الفرار" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۲

(۲) "سد الفرار" احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۱

(۳) "سد الفرار" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۶

(۴) "رماح القہار علی کفر الکفار" (تمہید خالص الاعتقاد) احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰

(۵) "حدائق بخشش" احمد رضا خاں بریلوی ج ۳ ص ۳۲

"حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی۔ بدایوں کو دو ہی کا جوتا ملا تھا۔ رہے وہابیہ درام پوری انہیں تین کا ملا"(۱)

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں خاں صاحب بریلوی:

"تین جوتوں پر تین انعام......فی چوٹ ایک روپیہ"(۲)

ان اقتباسات سے بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اخلاق و کردار، ظرف و طینت، شرافت و نجابت اور افتاد طبع کے ساتھ ساتھ ان کے "اتباع رسول" اور زہد و تقوی کا اندازہ بھی بخوبی ہو گیا ہو گا؟ خاں صاحب بریلوی کی فحش گوئی کے یہ نادر نمونے اور بد کلامی اور کم ظرفی کے یہ اخلاق سوز مظاہرے، رسول اللہ ﷺ کی مذکورۃ الصدر احادیث صحیحہ کے مطابق ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک قطعی طور پر مبغوض اور قابل نفرت لوگوں کی صف میں شامل کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ ترمذی شریف کی مذکورہ احادیث کے مطابق تو فحش کلامی، بے ہودہ گوئی اور طعنہ زنی کرنے والے شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہے، اور مومن تو حقیقت میں بھولا بھالا اور شریف انسان ہوتا ہے۔ کمینہ صفت اور دھوکے باز انسان کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے "فاجر" بتایا ہے۔ اسی طرح "حدیث ابی امامہؓ" میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا گیا ہے کہ بے ہودہ گوئی اور بکواس یا بسیار کلامی نفاق کی دو شاخیں ہیں۔ لہٰذا ایسا شخص اس حدیث نبوی کے مطابق منافق ہوا نہ کہ مومن۔ ایسے شخص کے لئے اتباع رسول کا بے بنیاد اور جھوٹا دعویٰ کرنا، یا اسے "اولیاء اللہ" میں شمار کرنا، سنت کی

(۱) "تجلی انوار الرضا" احمد رضا خاں بریلوی ص ۳

(۲) "مقتل کذب و کید" احمد رضا خاں بریلوی ص ۵۶

قدروں کا بے قدری سے مذاق اڑاتا ہے اور صفات اولیاء اللہ کی کھلی توہین۔

بہر کیف: حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو شخص بانی بریلویت احمد رضا خاں صاحب کو بدستور "متبع سنت" اور "ولی کامل" گمان کرتا ہے تو وہ گویا واضح طور پر ان احادیث رسول کو جھٹلاتا ہے اور فرمان رسول ﷺ وغلو بتانا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے۔ جس کے بعد ایسے لوگوں کے سلامتی ایمان کی ضمانت نہیں دی جاسکتی بھلے ہی وہ زندگی بھر اس خوش فہمی میں مبتلا رہیں کہ وہ مسلمان ہی ہیں اور نماز و روزہ حج زکوۃ وغیرہ اسلامی ارکان پر عمل اور ان کی پابندی کرتے ہیں

جناب احمد رضا خاں صاحب کی مبینہ فحش گوئی، دریدہ دہنی اور اخلاق سوز باتوں سے بددل ہو کر ان کے قریبی معتمد اور سلسلہ خیر آبادیہ سے متعلق ایک اہم بزرگ شخصیت شمس العلماء مولانا معین الدین اجمیری نے ان پر جو تبصرہ کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بطور "حرف آخر" ہدیۂ ناظرین کر دیا جائے۔

شمس العلماء مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

"ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہیں اور اس وجہ سے اعلی حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو "شیخ وقت" اور "مجدد" تسلیم کر لینا یہ ایسی زبردست سفاہت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی"(۱)

علماء دیوبند پر جس طرح خاں صاحب بریلوی نے فحش الفاظ میں "تبرا"

(۱) "تجلیات انوار معین" مولانا معین الدین اجمیری ص ۳۴

اور سب و شتم کیا ہے اس پر بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

"ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضور انور ﷺ کے سچے وارث ہیں، صاف لفظوں میں مؤنث کہا گیا ہے کہ جس کو سن کر بازاری اوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد کونسا درجہ ہے جس کی بناء پر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ ایسے ہی جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علمائے کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لئے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علمائے کرام کا ایک طبقہ ہے"(۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم مولانا معین الدین اجمیری کا مختصر سا تعارف بھی کرادیں۔ یہ کوئی دیوبندی بزرگ نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق سلسلہ خیر آبادی کے بزرگوں سے ہے مولانا معین الدین اجمیری مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر کے صدر مدرس رہے ہیں اور بریلوی طبقہ کے ایک بزرگ "خانقاہ سیال شریف" کے گدی نشین، خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاذ ہیں "المیزان" بمبئی کے "امام احمد رضا نمبر" میں مدنی میاں ان کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ...... مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا، وہ آپ کی گران قدر کتاب "ہنگامہ اجمیر" سے ظاہر ہے یہ کتاب بھی انگریزوں نے ضبط کرلی تھی"(۲)

(۱) "تجلیات انوار معین" مولانا معین الدین اجمیری ص ۳۴

(۲) "المیزان" بمبئی "امام احمد رضا نمبر" ص ۳۹۶

مولانا معین الدین اجمیری کافی مدت تک احمد رضا خاں کے قریب رہے ہیں اور ان کے معتمد تھے مگر جب خاں صاحب بریلوی کا قلم رفتہ رفتہ بالکل بے لگام ہو گیا۔ تو ان کی شرافت نفس نے دیرینہ رفاقت اور ذہنی قربت کے باوجود خاں صاحب بریلوی کے نظریات و تکفیر علماء کے خلاف ایک مستقل کتاب "تجلیات انوار معین" کے نام سے لکھنے پر مجبور کر دیا اس کتاب میں آپ نے احمد رضا خاں صاحب کے شوق تکفیر کا بڑے دلسوز پیرائے میں ذکر کیا ہے اس کتاب کے مذکورہ بالا اقتباسات اس بات کے شاہد ہیں۔

مولانا معین الدین اجمیری اس کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اعلی حضرت نے ایک دنیا کو وہابی بنا ڈالا۔ ایسا بد نصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلی حضرت جو بات بات میں وہابی بنانیکے عادی ہوں، وہ اعلی حضرت کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت، جنھوں نے اکثر علمائے اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بد ظن کرادیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق کو سنیوں وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں"(۱)

مولانا معین الدین اجمیری کا خاں صاحب بریلوی پر یہ تبصرہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے:

"دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلی حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا ہے مگر در حقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلی حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی"(۲)

بریلویت اور بانئ بریلویت کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا حال اور ان کے

(۱) "تجلیات انوار معین" مولانا معین الدین اجمیری ص ۴۲

(۲) "تجلیات انوار معین" مولانا معین الدین اجمیری ص ۴۷

خود ساختہ "دین ومذہب" کے بطلان کی روئیداد گذشتہ اوراق میں مختلف مباحث سے بخوبی واضح ہو چکی ہوگی۔ ملت اسلامیہ کی صفوں میں خاں صاحب بریلوی کے پھونکے ہوئے شرک وبدعات کے سحر کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش اور بریلویت کے طلسم فریب کا پردہ فاش کرنے کے لئے ہمیں کتنے ہفت خواں طے کرنے پڑے ہیں اور اسلام کے شفاف آئینہ پر چڑھی باطل نظریات کے گردوغبار کی دبیز تہہ کو صاف کرنے میں کونسی مشکلات اور کن مراحل سے گذرنا پڑا ہے، اس کا تذکرہ بے سود ہوگا۔ اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف دشمنان اسلام یہود کی اس المناک سازش کی داستان اگرچہ بہت طویل اور دردناک ہے مگر ہم کتاب کے موضوع اور عنوان کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس تذکرہ کو یہیں پر ختم کررہے ہیں۔ بریلوی سازش کے مزید گوشوں سے واقفیت اور مکمل معلومات کے لئے علمائے دیوبند میں سے مولانا سید مرتضی حسن چاندپوری کے رسائل اور مولانا محمد منظور نعمانی، اور دیگر علمائے دیوبند کی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم، اے، پی، ایچ، ڈی ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر (انگلینڈ) کی تازہ ترین کتاب "مطالعہ بریلویت" بھی اس سلسلے میں بہترین مددگار ثابت ہوگی۔ ہماری معروضات تو محض "مشتے نمونہ از خروارے" کی حیثیت رکھتی ہیں۔

جہاں تک علمائے دیوبند کی مدافعت اور ان پر لگائے ہوئے بے بنیاد سنگین الزامات کفر کے جوابات دینے کی بات ہے تو اس ضمن میں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ علماء دیوبند کے ایمان کی وضاحت اور صفائی مانگنے والوں کو پہلے اپنے "ایمان" کی سلامتی کا ثبوت پیش کرنا چاہئے اور اپنے حنفی اور اہل سنت والجماعت ہونے کی پختہ دلیل۔ تاکہ وہ ہم مرتبہ مسلم جماعت اور گروہ کی حیثیت سے دوسروں کا احتساب کرنے کے حق دار بن سکیں۔ موجودہ صورت میں تو

ان کی حیثیت ــــ ان کے تمام تر دعوئے اسلام اور "اہل سنت والجماعت" کے نعروں کے باوجود ــــ محض "فرقہ خوارج" کی ایک شاخ سے زیادہ نہیں، جو دور صحابہ کرامؓ کے "خوارج" کی طرح اپنے علاوہ دنیا کے سارے مسلمانوں کو، حرمین شریفین کے باشندوں اور اماموں سمیت، کافر و مرتد سمجھتے ہیں اور ان سے سلام و کلام، رشتہ اخوت و مناکحت قطع کرنا اپنا شعار اور "عقیدہ" بنائے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ پہلے اپنے سرگروہ اور بانی طائفہ بریلویہ احمد رضا خاں صاحب اور ان کے حواریین و منتسبین کا اسلام ثابت کر کے دکھائیں پھر اس کے بعد علمائے دیوبند کے مسلمان ہونے کے ثبوت کا مطالبہ کریں۔ ان شاء اللہ العزیز ان کے مطالبہ پر لبیک کہا جائے گا۔ سردست تو وہ اپنے ملحدانہ خیالات و نظریات زندقہ اور شرک و بدعت کے معتقدات و افعال و اعمال کی بناء پر نہ تو علمائے دیوبند کے ہم منصب اور برابر ہیں نہ اسلامی حیثیت کے مالک اور نہ اسلام کے حقیقی نمائندے اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دیئے بغیر انہیں علمائے اسلام پر انگلیاں اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

رَبَّنَا اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ابو عدنان سہیل

۳ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ (دوشنبہ)

فہرست مآخذ

قرآن و تفسیر

(۱)	قرآن مجید	تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ
(۲)	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر دمشقیؒ
(۳)	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازیؒ
(۴)	تفسیر روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ
(۵)	تفسیر فتح العزیز	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
(۶)	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

کتب حدیث و فقہ

(۷)	صحیح بخاری	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ
(۸)	صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ
(۹)	سنن ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعثؒ السجستانیؒ
(۱۰)	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ
(۱۱)	مشکوٰۃ المصابیح	علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزیؒ
(۱۲)	سنن دارمی	امام ابو عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی
(۱۳)	مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
(۱۴)	السنن الکبریٰ	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقیؒ

(۱۵)	فتح الباری (شرح بخاری)	حافظ احمد بن علی معروف بہ ابن حجر العسقلانی (طبع بیروت)
(۱۶)	موطا امام مالک	امام مالک بن انسؒ
(۱۷)	موطا امام محمد	امام محمد بن حسن الشیبانیؒ
(۱۸)	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی
(۱۹)	مجمع البحار	علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ
(۲۰)	احکام الاحکام	حافظ ابن دقیق العیدؒ
(۲۱)	شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاویؒ
(۲۲)	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین عینیؒ
(۲۳)	الموضوعات الکبیر	ملا علی القاری
(۲۴)	تذکرۃ الموضوعات	علامہ جلال الدین السیوطیؒ
(۲۵)	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی
(۲۶)	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملا علی القاریؒ
(۲۷)	فتح القدیر (شرح ہدایہ)	امام ابن ہمامؒ (طبع مصر)
(۲۸)	شرح سرخسی	علامہ سرخسیؒ
(۲۹)	القول البدیع	علامہ سخاویؒ
(۳۰)	فقہ اکبر	امام ابو حنیفہؒ
(۳۱)	شرح فقہ اکبر	ملا علی القاریؒ (طبع کانپور)
(۳۲)	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانیؒ
(۳۳)	السیر الکبیر	امام محمد بن حسن الشیبانیؒ
(۳۴)	محیط	امام ابو بکر بن حامد الحنفیؒ
(۳۵)	جامع الرموز	امام شمس الدین محمد خراسانی قہستانیؒ
(۳۶)	البحر الرائق	علامہ ابن نجیم الحنفیؒ

(۳۷)	حلبی الکبیر	علامہ حلبی الحنفیؒ
(۳۸)	ابوالمکارم	امام ابوالمکارم الحنفیؒ
(۳۹)	قنیہ	امام شمس الائمہ حلوائی الحنفی
(۴۰)	فتاوی سراجیہ	امام سراج الدین اودی الحنفیؒ
(۴۱)	فتاوی بزازیہ	امام حافظ الدین محمد بن شہاب الکردری الحنفی
(۴۲)	دُرِّ مختار	علامہ محمد علاء الدین حصکفی
(۴۳)	ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
(۴۴)	فتاوی عالمگیری	تصنیف جماعت علماء بحکم عالمگیری رحمہ اللہ
(۴۵)	فتاوی قاضی خاں	(برحاشیہ عالمگیری)
(۴۶)	فتاوی سمرقندی	
(۴۷)	عین الہدایہ	
(۴۸)	غایۃ الاوطار	اردو شرح "در مختار"
(۴۹)	تیسیر القال	(طبع ۱۹۷۸ء)
(۵۰)	رسالہ رد بدعات	شیخ علی المتقیؒ
(۵۱)	مسائل اربعین	شاہ محمد اسحاق صاحبؒ
(۵۲)	لمعات التنقیح	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
(۵۳)	شرح سفر السعادت	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
(۵۴)	مالابد منہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
(۵۵)	ارشاد الطالبین	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
(۵۶)	مجموعہ فتاوی	مولانا عبدالحئی لکھنویؒ
(۵۷)	الجنۃ لاہل السنۃ	مفتی عبدالغنی صاحبؒ شاہجہاں پوری
(۵۸)	فتاوی عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
(۵۹)	شرح مواقف	علامہ سید شریف جرجانیؒ

(۶۰)	شرح مقاصد	علامہ سعد الدین تفتازانیؒ
(۶۱)	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
(۶۲)	تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

بریلوی کتب

(۶۳)	الامن والعلی	احمد رضا خاں بریلوی
(۶۴)	خالص الاعتقاد	احمد رضا خاں بریلوی
(۶۵)	الملفوظ	احمد رضا خاں بریلوی (مرتبہ مصطفیٰ رضا خاں)
(۶۶)	فتاویٰ رضویہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۶۷)	الکوکبۃ الشہابیۃ	احمد رضا خاں بریلوی
(۶۸)	احکام شریعت	احمد رضا خاں بریلوی
(۶۹)	قانون شریعت	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۰)	عرفان شریعت	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۱)	حیات الموات	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۲)	سیف مصطفیٰ	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۳)	سد الفرار	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۴)	اجلی انوار رضا	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۵)	مقتل کذب وکید	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۶)	رماح القہار	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۷)	ازالۃ العار (درج در فتاویٰ رضویہ)	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۸)	بالغ النور (درج در فتاویٰ رضویہ)	احمد رضا خاں بریلوی
(۷۹)	بریق المنار (درج در فتاویٰ رضویہ)	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۰)	حاجز البحرین (درج در فتاویٰ رضویہ)	احمد رضا خاں بریلوی

(۸۱)	المبین فی ختم النبیین	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۲)	ماحی الضلالۃ (درج در فتاوی رضویہ)	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۳)	السنۃ الانیقۃ فی فتاوی افریقہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۴)	حسام الحرمین	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۵)	سبحان السبوح	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۶)	الاستمداد	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۷)	حدائق بخشش	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۸)	احکام قبور المومنین	احمد رضا خاں بریلوی
(۸۹)	الحجۃ الفائحہ فی تطییب التعیین والفاتحہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۰)	الرمزۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۱)	نفی الفئ عمن بنورہ انار کل شئ	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۲)	دوام عیش	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۳)	ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۴)	الیاقوتۃ الواسطہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۵)	لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۶)	الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۷)	ذیل المدعا لاحسن الوعا	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۸)	کنز الایمان (ترجمہ قرآن)	احمد رضا خاں بریلوی
(۹۹)	مقدمہ کنز الایمان	رضا مصطفیٰ اعظمی
(۱۰۰)	حاشیہ کنز الایمان (تفسیر نعیمی)	نعیم الدین مراد آبادی
(۱۰۱)	نور العرفان	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی
(۱۰۲)	سوانح اعلیٰ حضرت	قاری احمد پیلی بھیتیؒ
(۱۰۳)	سوانح اعلیٰ حضرت	مولوی بدر الدین قادری رضوی

(۱۰۴)	حیات اعلیٰ حضرت	ماناشاہ قادری (مانامیاں)
(۱۰۵)	کشف الضلال دیوبندی (شرح الاستمداد)	مصطفیٰ رضا خاں
(۱۰۶)	جزاء اللہ عدوہ	احمد رضا خاں بریلوی
(۱۰۷)	مواعظ نعیمیہ	مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی
(۱۰۸)	کتاب العقائد	مولوی نعیم الدین مراد آبادی
(۱۰۹)	شان حبیب الرحمٰن	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی
(۱۱۰)	جاء الحق	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی
(۱۱۱)	مرآۃ المناجیح	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی
(۱۱۲)	نئی تقریریں	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی
(۱۱۳)	بہار شریعت	مولوی امجد علی رضوی گھوسی
(۱۱۴)	مقیاس حنفیت	مولوی عمر اچھروی
(۱۱۵)	تسکین خواطر	احمد سعید کاظمی
(۱۱۶)	رسول الکلام	مولوی دیدار علی شاہ الوری
(۱۱۷)	عقائد و لطیف حقائق	پیر صاحب دیول شریف
(۱۱۸)	شمع ہدایت	حشمت علی خاں پیلی بھیتی
(۱۱۹)	حکایات رضویہ	خلیل احمد برکاتی
(۱۲۰)	مجموعہ فتاویٰ نعیم الدین	نعیم الدین مراد آبادی
(۱۲۱)	فتاویٰ مظہری	مفتی مظہر اللہ دہلوی
(۱۲۲)	وصایا شریف	مرتبہ: حسنین رضا خاں
(۱۲۳)	نجم الرحمٰن	مولوی سلطان محمود (میاں والی پنجاب)
(۱۲۴)	انوار ساطعہ	مولوی عبد السمیع رام پوری
(۱۲۵)	ندائے یارسول اللہ	مفتی غلام سرور (نیازی پرنٹنگ پریس لاہور)
(۱۲۶)	سرور القلوب	مولانا نقی علی خاں (والد احمد رضا خاں)

(۱۲۷) ہفت اقطاب	مولوی غلام صالح
(۱۲۸) تحفۃ الاحباب	مولوی محمد صالح
(۱۲۹) بوارق محمدیہ	مولوی فضل رسول بدایونی
(۱۳۰) تصحیح المسائل	مولوی فضل رسول بدایونی
(۱۳۱) انوار العارفین	شاہ اچھے میاں مارہروی
(۱۳۲) فتویٰ مولانا فضل رسول	مولوی فضل رسول بدایونی (مفید خلائق پریس آگرہ ۱۲۲۸ھ)
(۱۳۳) فتویٰ شجاعت علی قادری	مفتی شجاعت علی قادری
(۱۳۴) المیزان بمبئی	امام احمد رضا نمبر
(۱۳۵) دیوان محمدی	محمد یار خاں گڑھی بختیار خاں
(۱۳۶) نغمۃ الروح	نور محمد اعظمی و محمد اسماعیل رضوی
(۱۳۷) نغمۂ روح	حافظ خلیل حسن
(۱۳۸) نعت مقبول خدا	حافظ خلیل حسن
(۱۳۹) رسالہ نذرانہ عرس	عبد الصمد مقتدری

شیعی کتب

(۱۴۰) الجامع الکافی	ابو جعفر یعقوب کلینی
(۱۴۱) اصول کافی	ابو جعفر یعقوب کلینی
(۱۴۲) کتاب الروضہ	ابو جعفر یعقوب کلینی
(۱۴۳) حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
(۱۴۴) حق الیقین	ملا باقر مجلسی
(۱۴۵) من لا یحضرہ الفقیہ	محمد بن علی بن بابویہ قمی
(۱۴۶) اعتقادات صدوق	محمد بن علی بن بابویہ قمی

نمبر	کتاب	مصنف
(۱۴۷)	فصل الخطاب	علامہ نوری طبرسی
(۱۴۸)	احتجاج طبرسی	علامہ نوری طبرسی
(۱۴۹)	الصافی شرح اصول کافی	علامہ قزوینی
(۱۵۰)	رجال کشی	ابو عمر محمد بن عبدالعزیز (طبع بمبئی [illegible])
(۱۵۱)	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری (طبع ایران [illegible])
(۱۵۲)	مفتاح الجنان	فضل بن شاذان قمی
(۱۵۳)	تفسیر صافی	
(۱۵۴)	ذوالفقار	مولوی دلدار علی مجتہد
(۱۵۵)	الحمیرا	اختر حسین نقوی (امامیہ کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور پاکستان)
(۱۵۶)	الحکومۃ الاسلامیہ	آیت اللہ روح اللہ خمینی
(۱۵۷)	الانصاف فی الاستخلاف	مرزا احمد علی امرتسری

قادیانی کتب

نمبر	کتاب	مصنف
(۱۵۸)	کلمۃ الفصل	مرزا بشیر احمد ایم اے
(۱۵۹)	آئینہ صداقت	مرزا محمود قادیانی
(۱۶۰)	تذکرہ	مرزا غلام احمد قادیانی
(۱۶۱)	مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم	مرزا غلام احمد قادیانی

کتب تصوف

نمبر	کتاب	مصنف
(۱۶۲)	کتاب اللمع	شیخ ابونصر سراج طوسی (لیڈن [illegible])
(۱۶۳)	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی (مصر [illegible])
(۱۶۴)	رسالہ قشیریہ	شیخ ابوالقاسم قشیری (مصر [illegible])

(۱۶۵)	کشف المحجوب	شیخ علی بن عثمان ہجویری (طبع لاہور ۸۹ء)
(۱۶۶)	کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ	علامہ عبدالوہاب شعرانی (مطبوعہ مصر)
(۱۶۷)	درالغواص علی فتاوی سیدی علی الخواص	عبدالوہاب شعرانی
(۱۶۸)	التصوف الاسلامی	ڈاکٹر زکی مبارک (مطبوعہ مصر)
(۱۶۹)	تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی	
(۱۷۰)	مکتوبات صدی	شیخ شرف الدین یحیٰی منیری (مطبوعہ لکھنو)
(۱۷۱)	حقائق و معارف القدر	سید سلامت علی شاہ قادری (مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰۹ء)
(۱۷۲)	درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ	ڈاکٹر جے کے برج (مطبوعہ ہاٹ فرڈلو، ایس، اے ۱۹۳۷ء)
(۱۷۳)	جواہر الذات	شیخ فریدالدین عطار
(۱۷۴)	خطبۃ البیان	(مطبوعہ لندن ۱۹۳۷ء)
(۱۷۵)	خزینۃ الاولیاء	شاہ حمزہ مارہروی (مطبوعہ کانپور)
(۱۷۶)	اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش	پروفیسر یوسف سلیم چشتی

متفرق کتب

(۱۷۷)	غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانی (مطبوعہ مصر)
(۱۷۸)	منہاج السنۃ	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ
(۱۷۹)	مبدؔ و معاد	شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی)
(۱۸۰)	التفہیمات الالٰہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

(۱۸۱)	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
(۱۸۲)	مجموعہ وصایا اربعہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
(۱۸۳)	مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
(۱۸۴)	مطالعۂ بریلویت	علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم،اے، پی ایچ،ڈی مانچسٹر (انگلینڈ)
(۱۸۵)	الفتح الربانی	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
(۱۸۶)	مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانیؒ
(۱۸۷)	احیاء علوم الدین	ابوحامد غزالی
(۱۸۸)	مکتوبات خواجہ معصوم سرہندی	
(۱۸۹)	دیوان شمس تبریز	مولانا روم (مطبوعہ طہران ۱۳۳۵ھ شمسی)
(۱۹۰)	تجدید واحیاء دین	سید ابوالاعلیٰ مودودی
(۱۹۱)	مقدمہ (سیرت سید احمد شہید)	از سید سلیمان ندویؒ
(۱۹۲)	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
(۱۹۳)	مختصر تحفہ اثنا عشریہ (عربی تلخیص)	علامہ سید محمد شکری آلوسی
(۱۹۴)	الشفاء	قاضی عیاض بن موسیٰ
(۱۹۵)	تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزیؒ
(۱۹۶)	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۱۹۷)	کتاب الاشتقاق	ابن درید
(۱۹۸)	کتاب الہند	ابوریحان البیرونی
(۱۹۹)	تحفۃ الہند	مولانا عبیداللہ صاحب
(۲۰۰)	الاعتصام	ابواسحاق شاطبیؒ
(۲۰۱)	مفردات القرآن	امام راغب اصفہانی
(۲۰۲)	براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار	مولانا عبدالرؤف رنگونی

(۲۰۳) ارض تاج — واحد یار خاں (ابوالعلاء پریس آگرہ ۱۹۱۳ء)
(۲۰۴) تجلیات انوار معین — مولانا معین الدین اجمیری
(۲۰۵) تذکرہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ — مفتی نسیم احمد امروہوی
(۲۰۶) سیاسی تحریک (بحوالہ تذکرہ) — مولانا عبیداللہ سندھیؒ
(۲۰۷) بائبل (عہدنامہ قدیم) کتاب سموئیل
(۲۰۸) بائبل (عہدنامہ جدید) کتاب رسولوں کے اعمال
(۲۰۹) صحف مقدسہ — پادری عبدالحق مسیحی
(۲۱۰) مفتاح الاسرار — پادری فنڈر (مطبوعہ ۱۸۴۳ء)
(۲۱۱) بیان اللسان — قاضی زین العابدین میرٹھی
(۲۱۲) القاموس الجدید — مولانا وحیدالزماں کیرانوی
(۲۱۳) Sepratism Among Indian Muslims By: Frangus Robinson
(۲۱۴) The Heritage Of Iran By: A.J. Arbery
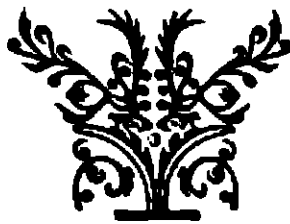
شیخ الہند اکیڈمی کی چند اہم مطبوعات

① اشاعت اسلام: دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا؟

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ مہتمم سادس دار العلوم دیوبند

تحقیق و تخریج: مولانا عبد الرشید بستوی استاذ دار العلوم دیوبند

مغرب کی طرف سے اسلام کے خلاف یہ زہر افشانی بڑی شدومد سے کی جاتی رہی ہے کہ اسلام، دنیا میں قوت شمشیر کے باعث پھیلا ہے۔ یہ بہتان تراشی اور دروغ بیانی، اتنی کثرت اور اتنے تسلسل کے ساتھ کی گئی کہ مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ اور مغربیت گزیدہ، طبقہ اس سے متاثر ہونے لگا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے اس بے بنیاد اور بے ہودہ پروپیگنڈے کا سینکڑوں واقعات کی شہادت پیش کر کے، اس کا نہایت مدلل اور مسکت جواب دیا ہے اور اس انداز سے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ متعصب سے متعصب شخص یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں؛ اپنی آفاقی اور اخلاقی تعلیمات کے بل بوتے پر پھیلا اور چار دانگ عالم پر چھا گیا۔

② آئینہ حقیقت نما: مسلم سلاطین ہند، حقیقت کے آئینے میں

تالیف: مورخ اسلام حضرت مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ

برادران وطن کے ایک طبقہ کی طرف سے یہ باور کرانے کی مذموم کوششیں، گذشتہ تقریباً ایک صدی سے جاری ہیں کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر حملے کر کے یہاں کے ہندو باشندوں کو بہ جبر و اکراہ مسلمان بنایا، ہندو خواتین کی عصمت کے ساتھ کھلواڑ کیا اور ہندوؤں کو طرح طرح کے انسانیت سوز مظالم کا تختۂ مشق بنایا، حالاں کہ یہ بالکل من گھڑت، بے بنیاد اور افترا پردازی پر مبنی کہانی ہے، مؤلف

کتاب، تاریخ ہند کے عظیم اسکالر اور نکتہ شناس ہیں، انھوں نے واضح تاریخی شہادتوں کے متعلق یہ حقیقت آشکارا کی ہے کہ مسلمانوں نے کم و بیش ایک ہزار سال تک ہندوستان پر اپنی حکم رانی کے عہد میں، انصاف پسندی، عدل گستری، مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کی جو شاندار روایت قائم کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

کتاب میں درج، تاریخی شہادتوں کے حوالہ جات کی تخریج و تحقیق اور فارسی اقتباسات کے اردو ترجمے کی جو ذمہ داری محترم تحقیق نگار نے انجام دی ہے، وہ قابل قدر ہے اور اس سے اسکی اہمیت اور استنادی حیثیت مزید مستحکم اور مضبوط ہو گئی ہے۔

(۳) اجودھیا کے اسلامی آثار

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

فیض آباد (یوپی) سے متصل آبادی "اجودھیا" ہندوستان کی قدیم ترین آبادیوں میں سے ایک ہے۔ یہ اپنی بعض خصوصیات میں دیگر بہت سے قدیم شہروں سے ممتاز رہی ہے۔ یہاں صدیوں تک مشاہر اہل علم اور مشائخ تصوف نے توحید کا چراغ روشن کیا ہے۔ بہت سی خانقاہیں ذکر خدا سے معمور کیں اور ہزاروں انسانوں کو اسلام کے صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ مگر بدقسمتی سے گذشتہ چند سالوں کے عرصہ میں لیلائے سیاست کے پرستاروں نے، سماجی، معاشرتی اخلاقی اور مذہبی رواداری کی اقدار کو جس طرح سے داغدار بنایا ہے، وہ تمام اہل نظر کے لئے سنگین خطرہ بن گیا ہے ایسے حالات میں سخت ضرورت تھی کہ بابری مسجد اور اجودھیا کے دوسرے اسلامی آثار، وہاں کی مساجد، خانقاہوں اور وہاں مدفون علماء و مشائخ کے بارے میں تفصیلی معلومات مرتب کی جائیں۔ اس کتاب میں اس ضرورت کی بہتر سے بہتر طور پر تکمیل کی گئی ہے۔

(۴) تفہیم القرآن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

تالیف: جناب مولانا جمیل الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھی

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تمام کتابوں میں، ان کی تفسیر "تفہیم القرآن" خصوصی ہمیت کی حامل ہے۔ اس تفسیر میں مودودی صاحب نے، اپنے مفروضہ نقطۂ نظر کی تائید

وحمایت کے لئے، قرآنی آیات کے معانی کو توڑ مڑور کر، تفسیر بالرائے کی جوانوکھی مثال قائم کی، بزعم خود "الہ، رب، عبادت، اور دین" کے عنوان سے اسلام کی جو چار بنیادی اور مرکزی اصطلاحات قائم کیں اور پھر ان پر اسلام کی جو عمارت کھڑی کی، وہ متقدمین اور جمہور امت سے بالکل منحرف تھی۔ کتاب ہذا میں ان کی اسی طرح کی من مانی تشریحات کا مدلل انداز میں تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

⑤ ادلۂ کاملہ

تالیف: حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ
تسہیل: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری استاذ حدیث دار العلوم دیو بند
ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث دار العلوم دیو بند

یہ کتاب در حقیقت ان دس سوالات کا جواب ہے، جو مشہور غیر مقلد عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے کئے تھے۔ انھوں نے اشتہار چھپوا کر عامیانہ ذہنیت کے مطابق، ہر سوال کا جواب دینے پر دس روپے انعام دیئے جانے کی بھی بات لکھی تھی۔ یہ سوالات آمین بالجہر، قراءت خلف الامام، رفع یدین، نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھے جائیں، تقلید شخصی، ظہر کا آخری اور عصر کا ابتدائی وقت، تساوی ایمان، قضائے قاضی کا ظاہراً و باطناً نفاذ، محارم سے نکاح سے حد زنا میں شبہ پیدا ہونا اور پانی کی طہارت وعدم طہارت سے متعلق تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ان کا ایسا علمی اور منطقی جواب دیا کہ سوال خود سائل پر پلٹ گیا اور آپ نے دس کے بجائے بیس روپے دینے کا وعدہ کیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور انھوں نے خموشی ہی میں عافیت سمجھی۔ مگر چونکہ حضرت شیخ الہندؒ نے جواب میں اشارات پر اکتفا کیا تھا اس لئے ہر خاص وعام کے لئے جواب کی گہرائی وگیرائی اور جامعیت کو سمجھنا دشوار تھا۔ اسی بات کے پیش نظر دار العلوم دیوبند کے دو بالغ نظر اساتذہ نے اس کی تسہیل وترتیب وتخریج وتحقیق کا کام انجام دیا اور اس کا حق ادا کر دیا۔

(۲) ایضاح الادلہ

تالیف: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ
تسہیل حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

یہ کتاب، درحقیقت ادلہ کاملہ کی تفصیل اور تشریح ہے۔ ہوا یوں کہ جب حضرت شیخ الہند نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیا تو مولوی صاحب موصوف کے پاس کہنے کو کچھ نہ رہ گیا اور خموشی ہی میں عافیت سمجھی اور جواب لکھنے کی بابت اپنے رسالے "اشاعت السنہ" میں بار بار وعدہ کرنے کے باوجود، اس کی ہمت نہ کر سکے۔

مگر ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولوی محمد حسن امروہوی نے جو ہرزہ سرائی، علماء و صلحائے امت کے خلاف دریدہ دہنی اور دشنام طرازی میں اپنی مثال آپ تھے، جو چیز انہیں بالآخر قادیانیت تک لے گئی "مصباح الادلہ لدفع الادلة الاذلة" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں حضرت شیخ الہندؒ کی دقیق علمی تحریر کا جواب تو کیا دیتے، بے ہودہ گوئی اور بدزبانی کی تمام حدیں پار کر گئے۔ حضرت شیخ الہند نے، مؤلف مصباح اور اس کی جماعت کے جغرافیہ علم کے پیش نظر "ادلہ کاملہ" میں جو بات دقیق اشاراتی زبان میں لکھی تھی، اسے شرح وبسط کے ساتھ کھول کھول کر بیان کیا تاکہ یہ جماعت کم از کم بات سمجھ تو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ "ادلہ کاملہ" جو ایک مختصر سا کتابچہ تھا، "ایضاح الادلہ" کی صورت میں ایک ضخیم کتاب میں تبدیل ہو گیا۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ الہند نے مولوی محمد حسین کے اٹھائے ہوئے بے جا اعتراضات کی بھی خوب خبر لی۔

ادلہ کاملہ کی طرف، اس کتاب پر بھی تحقیق و تعلیق اور تحشیہ کا گراں قدر کام، انہی دونوں اساتذۂ دارالعلوم نے انجام دیا۔ اس سلسلے میں، ان حضرات نے کتنی ژرف نگاہی، دیدہ رسی، وقت نظر اور بالغ نظری سے کام کیا، اس کا اندازہ کتاب پڑھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اب دونوں کتابیں افادیت واہمیت ہر لحاظ سے، پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ بہتر اور فائق تر ہو گی ہیں۔
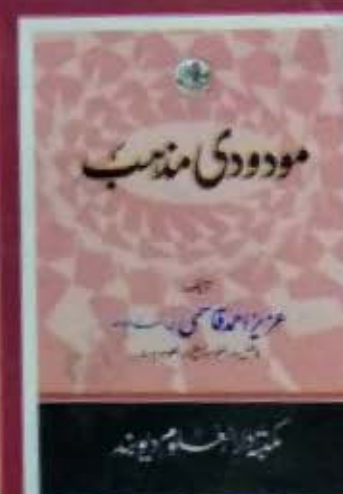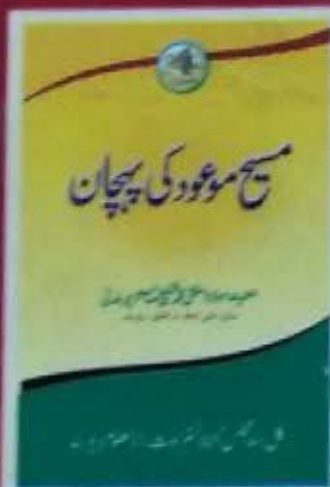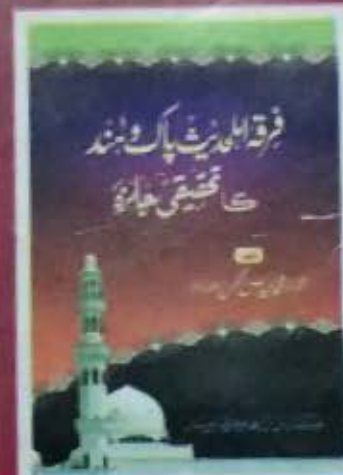
MAKTABA DARUL-ULOOM

DEOBAND-247554 (U.P.)INDIA